تاریخ اسلام میں
عایشه کا کردار

یہ کتاب برقی شکل میں نشرہوئی ہے اور شبکہ الامامین الحسنین (علیہما السلام) کے گروہ علمی کی نگرانی میں تنظیم ہوئی ہے

تاریخ اسلام میں عایشہ کا کردار جلد اول

دوران پیغمبر تا خلفا ثلاثہ

مولف : سید مرتضی عسکری

مترجم : علامہ سید علی اختر رضوی گوپالپوري طاب ثراہ

مولف کتاب پر ایک اجمالی نظر.

مولف کتاب علامہ سید مرتضی عسکری جمادی الثانی ۱۳۳۳ھ (مطابق ۱۹۱۴ئ) میں شہر سامرا عراق میں پیدا ہوئے، اپ کے والد سید محمد اسماعیل جو عالم دین اور ایۃ اللہ مرزا محمد شریف تہرانی عسکری کے داماد تھے ایران کے شہر ساوہ سے ہجرت کر کے سامرا میں مقیم ہو گئے تھے_

بچپن ہی میں علامہ سید مرتضی عسکری کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا تھا_ اپ نے دس سال کی عمر میں دروس حوزہی کا اغاز کیا، ۱۳۵۰ھ میں قم تشریف لائے اوریہاں درس کا سلسلہ شروع کیا اور اپنے کچھ ساتھیوں سے صلاح و مشورہ کے بعد تفسیر و علوم قران احادیث غیر فقہی اور کلامی کتابوں کے تدریس کی تحریک چلائي مگر اس میں ناکامی کی وجہ سے دل برداشتہ ہو کر ۱۳۵۳ھ میں دوبارہ سامرا واپس چلے گئے_

جب ایۃ اللہ بروجردی کی مرجعیت کا اغاز ہوا تو اپنی دیرینہ خواہش کو عملی جامہ پہنانے کے لئے دوبارہ قم تشریف لائے_ مگر اس وقت کے سیاسی حالات نے پھر عراق جانے پر مجبور کیا مگر اس بار اپ نے شہر بغداد کا انتخاب کیا اور چونکہ ایۃ اللہ حکیم کی پوری پشت پناہی حاصل تھی لہذا عراق کے مختلف شہروں میں شیعوں کے لئے ہاسپٹل، لون دینے کے ادارے اور کتب خانے بنوائے، بغداد میں بہت بڑا ہاسپٹل اور اصول دین کالج قائم کئے_

علمی اور رفاہی فعالیتوں کے ساتھ ساتھ اپ کی سیاسی فعالیت بھی بہت زیادہ تھی چنانچہ حکومت وقت کا مقابلہ کرنے کی خاطر علماء کی کمیٹی بنام "جماعۃ علماء بغداد الکاظمیہ" کی راہنمائي کرتے تھے_

اسی وجہ سے ۱۹۶۸ھ میں بعثی حکومت نے گرفتار کرنا چاہا مگر اپ مخفی طور سے بیروت چلے گئے، اپ کے اساتیذ میں ایۃ اللہ اقا میرزا حبیب اللہ اشتہاردی اور امام خمینی قابل ذکر ہیں_ اپ کے علمی فیوض کا سلسلہ اب بھی جاری ہے خدا اپ کو طول عمر عنایت فرمائے_ امین

تالیفات

۱_ احادیث ام المومنین عائشہ ۲ج

۲_ خمسون ومئۃ صحابی مختلق ۳ج

۳_ عبد اللہ بن سبار اساطیر اخری ۲ج

۴_ معالم المستدرستین ۳ج

۵_ القران الکریم و روایات المدرستین ۳ج

۶_ عقائد الاسلام من القران الکریم ۳ج

۷_ قیام الائمۃ باحیاء الدین ۱۴ج

۸_ دور الائمہ فی احیاء السنۃ

۹_ مقدمہ "مراۃ العقول فی شرح اخبار ال الرسول ۲ج

۱۰_ مع ابی الفتوح التلیدی فی کتابہ "الانوار الباھرۃ"

۱۱_ مع الدکتور الوردی فی کتابہ "وعاظ السلاطین"

۱۲_ اراء و اصداء حول عبد اللہ بن سبا و روایات یسف بن عمر

۱۳_ طب الرضا و طب الصادق

۱۴_ مصطلحات اسلامیہ

۱۵_ علی مائدۃ الکتاب و السنۃ_ یہ کتاب درج ذیل ۱۹ رسالوں کا مجموعہ ہے_ السجدۃ علی التربتہ، البکاء علی المیت (اس کا اردو ترجمہ مولانا سید علی اختر صاحب طاب ثراہ نے کیا تھا جو شائع ہو چکا ہے) زیارۃ قبور الانبیاء و الائمہ و الصلحاء ، التوسل با لنبی و التبرك باثار ھ، الصلاۃ علی محمد و الہ ، یکون لھذہ الامۃ اثنا عشر قیماً، عدالۃ الصحابۃ، عصمۃ الانبیاء ،البناء علی قبور الانبیاء و الاولیاء ، الشفاعۃ ، البداء ، الجبر و التفویض و القضاء و القدر ، صلاۃ ابی بکر ، المتعۃ او الزواج المو قت، حدیث الکساء من طرق الفریقین ، تعلیم الصلاۃ ، المصحف فی روایات الفریقین ، صفات اللہ جلّ جلالہ فی روایات الفریقین ، ایۃ التطھیر فی مصادر الفریقین، ان میں کے اکثر رسالوں کے مولف نے فارسی کا بھی ملبوس دیا ہے_ فارسی میں ادیان اسمانی و مسئلہ تحریف اور نقش ائمہ در احیاء دین تحریر کی ہیں_

کتاب حاضر

زیر نظر کتاب " احادیث ام المومنین عائشہ " کا ترجمہ ہے ۔ یہ کتاب چار جلدوں پر مشتمل ہے شروع کی تین جلدیں حضرت عائشہ کے حیات و کارنامے سے متعلق ہیں اور چوتھی جلد ان سے مروی احادیث سے متعلق ہے جس کا اردو ترجمہ مولانا سید محمد باقر صاحب مرحوم سابق مدیر اصلاح کھجوا بہار نے کیا تھا اور وہ اسی ادارے سے شائع ہوئي تھی ۔

علامی مرتضی عسکری نے اس کتاب میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ بہت ساری احادیث پیغمبر ﷺ میں تناقض ہے اور ان میں کی بعض حدیثیں قرانی مفاہیم سے مطابقت نہیں رکھتی ہیں بلکہ ایسی بھی حدیثیں ہیں جو عقل و منطق سے بہت دور ہیں کہ انہی سے دشمنان اسلام سوء استفادہ کرتے ہیں ۔

مولف نے اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ دور یزید تک کی صحیح تاریخ اسلام کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ حضرت عائشہ کی روایتوں اور حدیثوں کی پوری چھان بین کی جائے کیونکہ صدر اسلام میں رونما ہونے والے حوادث میں انہوں نے کلیدی رول ادا کیا ہے ، اسی وجہ سے ان کی حدیثوں پر تحقیق کرنے سے پہلے مولف نے ان کے حالات تحریر کئے ہیں تاکہ اس روشنی میں ان کی حدیثوں پر ایک نظر کی جائے کیونکہ ان کی سیرت عام ازواج سے مختلف نہیں ہے ۔

نیز مولف نے بڑے ٹھوس دلائل سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عثمان کے قاتل حضرت عائشہ ہیں کیونکہ خلیفہ اول و دوم کی طرح حضرت عثمان کی بھی انہوں نے تائید کی مگر بعض وجوہات کی بناء پر ان سے روٹھ گئیں اور لوگوں کو ان کے خلاف ورغلانے لگیں یہاں تک کہ ان کے قتل کا حکم دے دیا ۔

حضرت عثمان کے قتل کے بعد وہ حضرت علی علیہ السلام کی مخالفت پر اتر ائیں اور اس سلسلے میں کسی چیز سے دریغ نہیں کیا یہاں تک کہ نوبت جنگ جمل تک پہونچی اور اپ بہ نفس نفیس اس میں شریک ہوئیں ، حضرت علی علیہ السلام سے ان کا بغض اس حد تک پہونچ گیا تھا کہ جب شہادت حضرت علی علیہ السلام کی خبر ان تک پہونچی تو وہ بولیں " اج عائشہ کی دیرینہ خواہش پوری ہو گئي "

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عائشہ کی حیات اور کارناموں سے متعلق اس سے جامع کتاب دیکھنے میں نہیں ائي ، اسی وجہ سے مولانا سید علی اختر صاحب قبلہ گوپالپوری مترجم " الغدیر " نے اس کا ترجمہ شروع کیا مگر ابھی تیسری جلد کے ابتدائي چند صفحوں سے اگے ان کا ترجمہ نہیں پہونچا تھا کہ اجل نے مہلت نہیں دی اور چند دنوں کی علالت کے بعد اس دارفانی سے کوچ کر گئے خدا مرحوم کو جوار معصومین علیہم السلام میں جگہ عنایت فرمائے ۔ مرحوم کے بعد اس کتاب کا ترجمے کی تکمیل کی ذمہ داری پھر میرے سر ائي میں نے اس ارادے سے کہ ترجمہ ناقص نہ رہ جائے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں کتاب کو اردو کا ملبوس دے دیا ہے خدا اس کو قبول فرمائے ۔

والسلام

سید کرار حسین رضوی گوپالپوری

پیشگفتار

درد اور درمان مرض

مسلمانوں کی لاچاری ، اپس کا تفرقہ و اختلاف اور اسلامی معاشرے کی الٹے پاوں واپسی کا سب سے بڑا سبب تعصب شدید اور اندھی تقلید ہے اصطلاحی حیثیت سے جن لوگوں کو صلحائے قوم کہا جاتا ہے ان کا حد سے زیادہ احترام کیا جاتا ہے ان کی اخلاقی زندگی اور نفسیاتی حالت کو تاریخ کے اوراق سے تلاش کرنے کی جرات نہیں جنکا مظاہرہ تمام جہات عصر ہی میں ہوا ـ

تاریخ اسلام کی چودہ صدیاں بیت گیئں لیکن مختلف سیاسی عوامل کی وجہ سے حساس واقعات اور اہم حادثے جو اسلام کے اس تاریخی رفتار کے اصل محرک ہیں ; تمام مسلمانوں کے کانوں تک نہیں پہونچے جبکہ انکا ربط انھیں سے ہے ـ

اج کسی سے پوشیدہ نہیں کہ ہر معاشرے میں اور ہر قوم کے درمیان دین کے راستے سے غرضمندانہ کاروائي و نفوذ; شخصی مفادات کی پیش رفت بہت اسان اور قطعی نتیجے سے قریب ہے ـ اسی بنیاد پر مطالب اور مفاہیم میں تحریف کی جاتی رہی جھوٹی داستانیں گڑھ کے نشر کی گیئں ـ حقیقت سے عاری مسائل بنا سنوار کر پھیلا یا جاتا رہا حقائق فہمی میں الٹی چکی چلائي گئي ـ خلاف واقع، واقعات گڑھے گئےـ ایسے ہی اور بہت سے طریقے تھے جو شخصی مفادات کی ترقی اور سیاسی اہداف کی پیش رفت کے لئے ہر عہد اور ہر مملکت میں برتے گئےـ

ان وسیلوں سے مسلمانوں کے درمیان جہاں تک ممکن ہوا اختلاف و تفرقہ کے ستون زیادہ سے زیادہ مستحکم کئے گئے اور ارباب اقتدار نے اپنے سیاسی مقاصد کو چمکانے کیلئے پھوٹ ڈالنے کا ہر جتن کر ڈالا اور اختلاف کو مزید جاندار بنانے میں کوئ کسر نہیں اٹھا رکھي ـ

گذرتی صدیوں کے ساتھ وہ مضامین اور داستانیں; گڑھے ہوئے تحریف شدہ مسائل کو ذہنوں میں راسخ کیا گیا ان کو نظریات و عقائد کی شکل ذہنوں میں اتارا گیا سینہ بہ سینہ ، نسل در نسل منتقل کیا گیا ـ اخر کار اوضاع

واحوال ایسے سامنے ائے کہ صدیوں سے قومیں جسکی شاہد اور ناظر ہیں_
ایسی تاریخ وجود میں ائي کہ صحت مند فکریں سر بہ گریباں ہیں اور حقائق کی یا زیابی کیلئے حیران و پریشان ہیں_

علاج

یہ انحراف حقیقت محض تاریخ اسلام ہی سے مخصوص نہیں ہر مذہب وملت میں تاریخ کا یہی حال ہے_ لیکن یہ بات طئے شدہ ہے کہ حقائق کو یکسر ختم نہیں کیا جا سکتا، انحرافی وسائل جسقدر بھی قومی ہوں انھیں پورے طور سے ملیا میٹ نہیں کیا جا سکتا لیکن اس درمیان جو چیز عام حالات سے زیادہ اھمیت رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ ان حقائق کو واپس لانے کی ہمت کی جائے ہزاروں باطل میں سے حق کو پا لیا جائے_ قطعی دلیلوں کے ساتھ جسے دنیا پسند کرے اسکا اعلان کیا جاے اور اسی کا پرچار کیا جائے_
عظیم دانشور جناب سید مرتضی عسکری نے اپنی مشہور کتاب احادیث ام المومنین عائشہ کی تالیف کے ذریعے عظیم کام انجام دیا ہے_ اپ نے وادی حق و حقیقت کے پیاسوں کو نئي راہ سجھائي ہے_ مولف نے تاریخ وحدیث کی ڈھیر ساری ایسی کتابوں سے جنکی صحت پر تمام دنیا کے مسلمانوں کو اتفاق ہے ایسی قطعی دلیلوں سے جسمیں ذرا بھی شک اور تردید کی گنجائشے نہیں صدر اسلام کے تاریخی حقائق پر مشتمل موجودہ کتاب تالیف کی ہے تاکہ عام لوگ اسکو پڑھکر خود ہی فیصلہ کریں_
میں نے زیر نظر کتاب کو (نقش عائشہ در تاریخ اسلام) کے نام سے اس وقت جب بغداد میں اپنی ذمہ داریوں پر مامور تھا_ مولف کے اشارے پر لکھا لیکن کئي سال تک اسکی اشاعت ملتوی رہی جیسے اس التواہی میں بھلائي تھی کیونکہ اس عرصے میں موجودہ کتاب کئي حیثیتوں سے اصل عربی سے ممتاز ہو گئي_
میری خواہش سے اتفاق کرتے ہوئے مندرجہ ذیل باتیں شامل کر دیں_
۱_ استاد حفنی داؤد نے تقریظ کے عنوان سے جو تشریح کی اس کا ترجمہ کر کے گفتار مترجم کے بعد شامل کیا گیا_
۲_ تعدد ازواج رسول کی حکمت پر مولف کے قلم نے اضافہ کیا
۳_ زیادہ تر اشخاص پر اختصار کے ساتھ حواشی لکھے گئے تھے انکی بھرپور تفصیل و تشریح کی گئي_ ۴_ بعض نمایاں افراد کا تعارف چونکہ تاریخ اسلام کی روش میں نمایاں کردار نبھاتا ہے اس لئے ان کو شرح کے ساتھ حاشیے کے بجائے متن میں جگہ دی گئي ہے_ ۵_ سورۂ تحریم کامل طریقے سے شامل کیا گیا ہے اسکی شان نزول اور ماریہ کا واقعہ اختصار سے بڑھایا گیا ہے_

اس کتاب کا ترجمہ بھی مولف محترم کی پسندیدہ روش کی پیروی میں ہر قسم کے تعصب اور جذبات کی مداخلت سے عاری ہو کر انجام دیا گیا ہے اور تاریخی حقائق کو دخل وتصرف یا محبت ونفرت سے بھری رائے ظاہر کئے بغیر پیش کیا گیا ہے۔ہوسکتا ہے کہ یہ نا چیز خدمت جو بڑی حدتک حقائق اور علل تاریخ اسلام کی رفتار سے اشنا کرانے والی ہے بارگاہ حضرت احدیت اور ارباب علم وتحقیق کی نظر میں شرف قبولیت حاصل کرلے۔

اب جبکہ اس کتاب کی پہلی جلد عام قارئین کے فیصلے کیلئے ان کے ہاتھوں میں پہونچ رہی ہے۔امید قوی ہے کہ صاحبان بصیرت وکمال اور ارباب نظر فرقہ بندی کی متعصبانہ اور جانبدارانہ رائے سے الگ ہو کر صحیح علمی بنیاد سے سرشار اپنی استدلاتی تنقید سے ناشر کو ضرور مطلع فرمائیں گے جو انشاء اللہ بعض جلدوں میں شائع کی جائیگی۔

عطا محمد سردار نیا

تہران ۱۳۶۶ھ ش

حقائق

ابن مسعود کا طریقہ نصیحت

صحیح ترین قول کتاب خدا ہے اور نجات کی راہ وہی ہے جسکی نشاندھی ہمارے سردار محمد مصطفے ﷺ نے کی ہے اور بد ترین عمل بدعت اپنانا ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے گمراہی کا نتیجہ اتش جہنم ہے۔

عبداللہ بن مسعود اپنے عہد کے صحابہ اور شاگرد و تابعین کے سامنے انھیں باتوں سے اپنی گفتگو شروع کرتے اور دین کی علامتی باتیں سمجھاتے جس وقت وہ عالمانہ بات کرتے تو انکی نیت کا ہدف بہت بلند ہوتا تھا۔

کیونکہ علماء دین طالبان حقیقت صرف حقائق سے سروکار رکھتے اور گمراہی اور غلط باتوں سے علحدگی اختیار کرتے ہیں--- وہ فرماتے، حق پانے اور مقدس اسلام کا راستہ معلوم کرنے کا بنیادی طریقہ دو ہی طرح سے ممکن ہے۔

کتاب خدا اور احادیث رسول اس میں پہلی چیز بلند اور مقدس ترین حقیقت ہے جس سے بہتر تو ماضی میں حاصل کیا جا سکا نہ حال میں، نہ ایندہ ممکن ہے اسکا اعتبار نہ تو کچلا جا سکتا ہے نہ پامال کیا جا سکتا۔ اور نہ ایندہ پامال کیا جا سکے گا۔

اور ایسا کیوں نہ ہو؟ جبکہ خدائے تعالے کی طرف سے نازل ہوئي ہے اسکی فصاحت و بلاغت اور تابناک حقائق کا جواب پیش کرنے سے تمام انسانوں نے عاجزی کا اقرار کیا۔ یہ قران حضرت محمد مصطفے ﷺ کی رسالت کی نا قابل تردید دلیل بھی ہے۔

دوسری بنیادی چیز رسول خدا کی حدیث ہے جنہوں نے کسی کے سامنے زانوے تلمذ تہ نہیں کیا انھیں کی زبان مبارک سے دنیا والوں نے اسمانی کتاب سنی اپ نے اپنی طرف سے کوئي بات نہیں کہی، نہ کوئي حکم دیا، اپ نے جو کچھ فرمایا، جو بھی حکم دیا وہ وحی الہی کے سرچشمے سے شاداب تھا۔

اپ کا ارشاد گرامی دلوں میں اتر جاتا، اور یہ صرف اسلئے تھا کہ خدائے پاک اپ کے قلب میں سروش اسمانی القا کرتا تھا، خداوند عالم نے اپکی ستائشے کرتے ہوئے سیرت پر مہر کی ہے۔

انك لعلى خلق عظيم ،______اپ بلند ترین اخلاق کے مرتبے پر فائز ہیں۔

اس بناء پر جو کچھ ان دو معتبر سرچشموں سے حاصل کیا جائے وہ حقیقی اور واقعی ہے بہت واضح ہے اسمیں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائشے نہیں، اور جو کچھ ان دو سرچشموں کے علاوہ کہیں سے حاصل کیا جاے وہ غیر معتبر ہے اسے تنقیدی معیار

پر پرکھنا ضروری ہے، اسے جرح و تعدیل کے مرحلے سے گذار کر اچھا برا الگ کرنا چاہیے۔
شاید صاحب نظر قارئین نے اس جلیل القدر صحابی کے حکیمانہ ارشاد کو نقل کرنے سے ہمارا مقصد سمجھ لیا ہو گا، وہ مقدس اسلام کے معالم دین اور تشریح قوانین کے ذریعے سننے والوں کی توجہ کو براہ راست قران اور سنت رسول کی طرف مرکوز کر کے انھیں دونوں چیزوں کی پیروی پر ابھارتے تھے کتاب خدا، جسکے الفاظ، عبارات وترتیب اور اسکی ظاہری صورت پر سبھی متفق ہیں کسی قسم کا اختلاف نہیں، اور سنت وسیرت جو پاک نفس اور صالح افراد کے توسط سے متواتر طریقے پر رسول خدا سے حاصل کی گئی ہو، ایسے معتبر لوگوں سے جن کے بارے میں رسول اکرم ﷺ پر دروغ بافی اور غلط بیانی کا شبہ نہ کیا جا سکے۔

ہم حق اور اس کے طرفداروں کو پہچانیں

دوسرا مطلب جو اس حکیمانہ و صادقانہ گفتار سے ہمیں ہاتھ لگتا ہے وہ یہ ہے کہ دونوں سرچشمے اسی کیفیت کے ساتھ ہر چون و چرا سے محفوظ قرار دئے گئے ہیں۔ ان دونوں پر تنقید اور جرح وتعدیل کی راہیں بند کر دی گئي ہیں حالانکہ بغیر اسکے قدر وقیمت متعین کرنا، عقل وفرد کی مدد اور رہنمائي کے بغیر اس کے بارے میں کوئي فیصلہ صادر کرنا خوش فہمی کے سوا کچھ نہیں، ہمیں بحث و انتقاد اور چھان پٹک کرنا چاہیئے تاکہ غلط سے صحیح اور ٹھکرے سے موتی کو الگ کیا جا سکے اور جھوٹ کی تہوں سے حقیقت کی شناخت کی جا سکے، اسکے مصادر اور راویوں کے بارے میں کسی قسم کا خوف ظاہر کئے بغیر رائے دینی چاہیے، چاہے وہ اسلامی معاشرے میں کیسے ہی مرتبہ و مقام پر فائز ہو لوگوں کی نظر ہی کتنی ہی شان و شوکت والا ہو۔
چاہے وہ صحابی رسول ہی ہو، کیونکہ ہمارا مقصد اور ہدف صرف اور صرف حق اور حقیقت کا پتہ لگانا ہے۔
بات یہ ہے کہ اصحاب رسول عدالت اور یادداشت کے لحاظ سے یا رسول خدا کے الفاظ و عبارات کی حفاظت و نگہداری کے سلسلے میں سب کے سب ایک ہی سطح کے نہیں تھے چونکہ تمام انسان بھول چوک یا غلطی و لغزش سے دوچار ہو جاتے ہیں اسلئے اکثر صحابہ سنت وقول وبیان کرنے میں غلطی ولغزش کا شکار ہوئے ہیںبعض کا حافظہ قوی تھا لیکن ان سے چوک ہو گئي اکثر با ایمان اور مستحکم عقیدے والے تھے اور ایک گروہ سست عقیدہ اور پراکندہ خیال تھا کچھ

رسول خدا کے مخلص اور خدائي تھے اور دوسرے کچھ ان کے مقابل منافق اوردوسرے کردار والے تھے_
قران بھی اس نکتے کی تائید کرتا ہے اسکا فرمان ہے
بعض دیہاتی بدو جو تمہارے اردگردہیں، یہ منافق ہیں اور بعض اہل مدینہ بھی نفاق میں ڈوبے ہوئے ہیں، تم ان کو نہیں پہچانتے ،ہم انھیں پہچانتے ہیں، انھیںہم دوہرا عذاب دیں گے پھر وہ دردناک عذاب میں کھینچے جائیں گے(سورہ توبہ ۱۰۱)
جب صدر اسلام کی یہ صورتحال ہے تو ہم تمام اصحاب رسول ﷺ کو ایک نظر سے نہیں دیکھ سکتے اور صدر اسلام کے علمبردار وں کے بارے میں پاک صاف ہونے کا عقیدہ نہیں رکھ سکتے_
کیونکہ انسان نے جب سے روئے زمین پر نمودار ہوکر معاشرہ تشکیل دیا ،اس نے اعلی درجے کی پاک دامنی اور عدل گستری کا مظاہرہ کیا اور اس کے ساتھ ادنی درجے کے نفاق اور دوغلاپن سے بھی خالی نہیں رہا ،تاریخی قرائن اور مختلف معاشرتی تجزیے جو ہاتھ لگے ہیں ان سے معلوم ہوتا کہ پیدائشی ادم سے اجتک اسی نظریۓ کی تائںد ہوتی ہے ، لیکن اتنا ضرور ہے کہ راہ حق کے لئے انداز تبلیغ کی گوناگون نیک نامی حضرت محمد مصطفي ﷺ اور ان کے اصحاب میں درجہ کمال تک پہونچی ہوئي تھی کیونکہ رسول اکرم ﷺ سے زیادہ وسیع اور استوار قانون کسی نے پیش نہیں کیا ،اور اپ سے زیادہ کسی پیغمبر کو دین کے سلسلے میں پھر ارشاد ہوا اپ یاددہانی فرمایئے ان لوگوں کو ،کیونکہ اپ کا دم ہی لوگوں کو یاددہانی کراتا ہے (اعلی ۹)
اس قسم کی دسیوں ایات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بشریت کا عظیم مصلح تمام لوگوں کی ہدایت ورہنمائي کے سلسلے میں شدید ارزومند تھا ،انحضرت اپنی شفقت ورحمت سے گمراہی میں سرگرداں تمام لوگوں کی عمومی ہدایت کے خواہاں تھے لیکن سبھی کوراہ حق نہ مل سکی اور کچھ لوگ رہروان طریق حق سے الگ رہ گئے_

تکیہ گاہ اسلام

اس تقسیم کے تمام مراتب ہماری نظرمیں واضع نقشہ پیش کرتے ہیں کہ اسلام کی عظمت وجلالت اسکی تعلیمات وقوانین پر استوارہے اپنے ماننے والوں پر نہیں ،اوریہ شان و عظمت لوگوں کی پیروی وتائید سے نہیں پیدا ہوئي ہے کہ جب

موقع پائیں اسلام کو نقصان پہونچادیں اور معاشرے سے اسلام کو اکھاڑ پھینکنے کا اقدام کریں۔

خود میرا عقیدہ ہے کہ اگر تمام دنیا والے اسلام سے جنگ وجدال پر امادہ ہو جائیں اور اسے ملیا میٹ کرنے کیلئے اپنی کمر چست کر لیں اور ایک اواز ہو جائیں تب بھی اسلام کو ذرہ برابر نقصان نہیں پہونچا سکتے اور نہ اسلام کی معنوی عظمت وجلالت کو ذرا بھی کم کر سکتے ہیں ثبات قدم دکھانے والے اتنی بڑی تعداد میںاصحاب حاصل نہیں ہوئے۔

لیکن یہ افتخار کہ انحضرت کے ساتھ تنہا مصاحبت اور ہمدمی بہرحال اپکے اصحاب کے شامل حال ہے اور اسی وسیلے سے انہوںنے باعظمت مقام حاصل کیا یہ اس بات میں رکاوٹ نہیں بنتا کہ انھیںاصحاب میں ایسے لوگ بھی موجود ہوں جو انحضرت کے قوانین میں خلل ڈالیں، اور اپ کی شریعت کی پابندی نہ کریں اسی بناء پر اسکی کوئی دلیل نہیں کہ بزرگان اسلام یا جو لوگ پہلے گذر چکے انھیں صرف اسلئے نقد و تحقیق کے قانون کلی سے مستثنی قرار دیدیا جائے کہ وہ رسول کے صحابی تھے، کیونکہ تمام صحابی عدالت کے اعتبار سے مساوی درجہ نہیں رکھتے تھے، اسی طرح رسول ﷺ کی ارزوں کے بر خلاف اور انکی سخت کوششوں کے باوجود کہ تمام لوگ شاہراہ ہدایت و کمال پر گامزن ہو جائیں۔

ان میں ایسے لوگ بھی پائے جاتے تھے جن کے دلوں میں اسلام کی ہوا بھی پہونچنے نہیں پائی تھی، خاص طور سے ایسے افراد بھی تھے جنھوں نے کفر و نفاق کو اسلام کی اڑ میں چھپا رکھا تھا۔

رسول ﷺ خدا کی اس بلند فکر اور سچی شدید وابستگی کا رد عمل قران نے مختلف موقع پر بیان کیا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوا اپ نصیحت کئے جائیے کیونکہ اپ کا کام صرف نصیحت کرنا ہے اپ لوگوں پر مسلط نہیں ہیں (غاشیہ ۲۱)

دوسری جگہ ارشاد ہوا، اپ جسے پسند کریں اسے ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ خدا ہی جسے چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہے(قصص ۱۵۶) اسی طرح اگر تمام دنیا والے اسلام کی عظمت بڑھانے پر ایک رائے ہو جائےں، تو بھی ذرہ برابر عظمت میں اضافہ نہ ہوگا کیونکہ رمز اسلام خود اسلام کے بلند اصولوں میں، اور اصولوں کا راز خود اسلام میں پوشیدہ ہے اسلام ماننے والوں کی صورت و شکل میں نہیں ہے اور یہ ایسانکتہ ہے جسے صرف حقیقی علماء اور دانشور ہی سمجھ سکتے ہیں اسلئے، اگر سلف کے بزرگوں اور اصحاب رسول کے بارے میں بحث و تنقید کی جائے، محققین انکی زندگی اور رفتار و گفتار کا تجزیہ کریں تاکہ اچھے برے کو عالم اسلام سے متعارف کرائیں تو کسی حیثیت سے بھی اسلام اور اسکی حقیقت معنوی کو نقصان نہیں پہونچے گا، بلکہ اسلام تو اسکو جائز سمجھتا ہے کیونکہ وہ خود احکام میں عدالت کا نقیب، اور تمام افراد بشر کو قانونی اعتبار سے یکساں سمجھتا ہے خاص طور سے حقیقت کی تلاش اور لوگوں کی رہبری کے سلسلے میں اس

قسم کی بحث و تحقیق اور تنقید کا اصرار کے ساتھ حکم دیتا ہے۔
ہم دور کیوں جائیں، عالم انسانیت کے عظیم مصلح حضرت محمد مصطفی ﷺ اپنی حکیمانہ ہدایت کے ضمن میں براہ راست اور بالواسطہ ہمیں تشویق فرماتے ہیں کہ ہم نفس حقیقت کے در پئے رہیں، صرف اس حیثیت سے کہ حق ہے اسے مانیں اور اسکی حمایت کریں اس بارے میں افراد کو نظر انداز کردیں چاہے وہ کم مایہ اور پست ہو۔
اور باطل کے خلاف ہوں، اسکو ملیا میٹ کرنے کیلئے قیام کریں چاہے وہ شریف اور معزز شخص کی زبان سے جاری ہو حدود الٰہی کے نفاذ میں شریف اور رذیل کے درمیان فرق نہ کریں۔

محمد مصطفی اور نفاذ عدالت

احادیث صحیحہ میں ایا ہے کہ اسامہ بن زید یہ دونوں ہی باپ بیٹے رسول خدا کی نظر میں بلند مرتبہ تھے انھوں نے انحضرت سے قریش کے ایک شریف، عورت کے بارے میں رسول اکرم سے سفارش کی جس نے چوری کی تھی اسامہ نے انحضرت ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی کہ حد شرعی نافذ نہ کیا جائے لیکن مصلح بزرگ رسول اکرم ﷺ نے اس عورت پر حد شرعی جاری نہ ہونے کی سفارش مسترد کردی اپ نے اس سلسلے میں مشہور فقرہ فرمایا:
اے لوگو تمہارے گذرے لوگوں نے اپنی تمام باتوں کو نظر انداز کیا ان لوگوں کا اگر شریف اور عزت دار چوری کرتا تھا تو چھوڑ دیئے اور کمزور، گمنام شخص کو سخت سزا دیتے تھے خدا کی قسم اگر محمد کی بیٹی نے بھی چوری کی تو میں اسکے ہاتھ کاٹوں گا۔
ان لاجواب بیانات کے ساتھ عدالت و مساوات کے بانی رسول خدا نے اس شریف مخزومی خاتون کے بارے قوانین الٰہی کے حدود معطل کرنے سے انکار کردیا باوجود اسکے کہ وہ اپنی قوم و قبیلے میں بلند نسب اور معزز تھی۔
اس طرح سے رسول خدا نے اشتراکی فلسفیوں کے طبقاتی اختلافات ختم کرنے کی جدوجہد کے سیکڑوں سال پہلے اسے ختم کر دیا۔ انحضرت نے جس وقت عدل و مساوات کے قانون کا اعلان فرمایا، سب کو قانون کی نظر میں یکساں بتایا، خود اپ نے توانا اور مقتدر ظالموں کے خلاف دبے کچلے بے پناہ تقوی شعاروں کی مدد کی۔
یہ قانون بہت واضح طریقے سے قران و احادیث میں بیان کیا گیا ہے۔ قران فرماتا ہے۔
اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں

تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو در حقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیز گار ہے (حجرات ۴۹ ایت ۱۳)

اور حدیث قدسی میں ہے

جو شخص بھی میرے احکام پر عمل کرے اسکا ٹھکانا بہشت ہے چاہے وہ حبشی غلام ہی ہو، اور جو شخص نا فرمانی کرے اسکا ٹھکانا اتش دوزخ ہے، چاہے وہ قریش کا با عزت ہی ہو_

رسول خدا کی زیادہ تر احادیث میں اس کمال انسانیت و عدالت کے شاندار نمونے موجود ہیں_

محمد مصطفی کے قریب و بعید ساتھي

رسول خدا ﷺ نے جہاں اینده کے بارے میں پیش گوئي فرمائي ہے اور مستقبل کے چہرے سے پردہ اٹھایا ہے تو اپنے بعد کے اصحاب کی اسطرح توصیف فرمائي ہے_

بہت سے لوگ پسندیدہ طریقے سے راہ حق پر گامزن رہیں گے اور اکثر منحرف ہو جائیں گے، کچھ حق کے خلاف قیام کریں گے اور ایک گروہ ظلم و سرکشی کا طریقہ اپنائے گا_

عمار یاسر کو مخاطب کرکے فرمایا، اے عمار تمہیں ظالم اور باغی گروہ قتل کرے گا_

حضرت علي عليه السلام سے فرمایا اے علي عليه السلام کیا تم اولین و اخرین کے سب سے بد بخت انسان کو پہچانتے ہو؟

حضرت علي عليه السلام نے جواب دیا خدا و رسول بہتر جانتے ہیں

رسول خدا ﷺ نے فرمایا اولین میں شقی ترین وہ شخص تھا جس نے قوم ثمود کا ناقہ پئے کیا اور اخرین شقی ترین وہ ہو گا جو تمہیں قتل کرے گا (۱)

ان تمام باتوں سے واضح ہوتا ہے کہ بغیر شک اور تردید کے انحضرت کے اصحاب مرتبہ و مقام کے اعتبار سے عام لوگوں کی طرح فرق مراتب رکھتے ہیں کچھ انسانیت کے اعلی مرتبہء کمال و تقوی پر فائز ہوئے اور کچھ پستی اور تباہی کے گڑھے میں رہ گئے، تمام اصحاب رسول کو انحضرت کی صحبت کا شرف پانے سے یکساں افتخار حاصل نہ ہو سکا وہ حقیقت و کمال کی راہ پانے میں ایک دوسرے کے برابر نہیں ہیں_

جب یہ صورتحال ہے تو کیا یہ قانون کہ اصحاب اور تمام لوگ دین اسلام کی نظر میں برابر ہیں ، اور فضیلت و بزرگی انہیںلوگوں کو حاصل ہے جو پرہیز گار ہیں اور قوانین اسلام پر عمل کرتے ہیں ، کیا یہ ان لوگوں کیلئے بھرپور ترین دلیل نہیں ہے جن سے ابھی احتیاط کا طریقہ نہیں چھوٹا ہے کہ اصحاب رسول کی شخصیات کے بارے میں بحث و تنقید کی جائے ؟

صحابی نے جب تک راہ حق نہیں چھوڑا اور مقدس قانون اسلام سے انحراف نہیں کیا ہے صرف اسلئے کہ وہ صحابی رسول ہے ، اسے کسی طرح بھی مفید نہیں ، جسطرح اج کے لوگ جو رسول خدا ﷺ سے کافی زمانی فاصلہ رکھتے ہیں ، اگر وہ اسلام کے مقدس قانون پر عمل کریں اوراسلام ان کے رگ وپئے میں رچ وبس گیا ہے تو ان کا صحابی رسول نہ ہونا کسی طرح بھی نقصان رساں نہیں ، واقعیت یہ ہے کہ بہت سے ایسے افراد ہیں جو بظاہر نزدیک ہیں لیکن معنوی حیثیت سے دور ہیںاور بہت سے افراد ہیں جو بظاہر دور ہیں لیکن بباطن نزدیک ہیں ، میرا تو عقیدہ یہ ہے کہ ہم اور اصحاب رسول خدا ﷺ دعوت حق اور تبلیغ دین وشریعت کے معاملے میں یکساں اور برابر ہیں ، ہاں اصحاب رسول نے سب سے بڑا امتیاز جو انحضرت کی صحبت سے حاصل کیا وہ ہے رسول خدا کے دیدار کا فایدہ ، اور مستقیم قانون کو صاحب شریعت سے حاصل کرنا _

یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ یہ امتیاز دو صورتوں سے خالی نہیں ، ایک تو عظیم نعمت یہ کہ انہوں نے صحبت کا فیض اٹھایا ، اور مستقیم قانون بے واسطہ طریقے سے رسول اکرم ﷺ سے حاصل کیا اور دوسرے یہ کہ اس صحابی کے لئے یہ چیزلا جواب دلیل و حجت ہے _

چنانچہ اگر صرف رسول اکرم کی صحبت بروز قیامت سرمایہ حصول شفاعت ، یا صحابی کو بحث و تنقید سے بچا کر مسلمانوں کو ان کے موافق یا مخالف فیصلہ کرنے سے روکنے والی ہوتی رسول خدا ﷺ ہرگز اپنی پارئہ جگر کے بارے میں وہ تاریخی اور ابد اثار خطاب نہ فرماتے کہ اے فاطمہ اے دختر رسول ، تو جو کچھ چاہتی ہے مجھ سے سوال نہ کر کیونکہ عدل الہی کی بارگاہ میں رسول کی بیٹی ہونا کچھ بھی مفید نہیں (۱)

انحضرت ﷺ نے یہ تاریخی بیان اپنی بیٹی سے اس دن فرمایا ، جب ایہ وانذ ر عشیرتك الاقربین (اے رسول ، اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے) نازل ہوئي تھي

جی ہاں ،رسول خدا نے عدل و مساوات کا جو بلند اصول لوگوں کیلیئے پیش کیا تھا وہ احکام و حدود کے نفاذ میں سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے۔

حفنی دائود کی نظر میں مولف کتاب

کچھ دن پہلے مرد فاضل و محقق جناب مرتضی عسکری نے اپنی کتاب (احادیث ام الموینین عائشہ کو علماء و حق اگاہ محققین کے سامنے پیش کیا تھا ، انھوں نے خاص طور سے اپنی کتاب کو دو جلدوں میں ایسے قارئین کے سامنے پیش کیا جن کا سراپا وجود حقیقت کا متلاشی اور سچے دل سے فلسفہ ء تاریخ اسلام اور اس کے علل اور تاریخ تشریع کے ساتھ اس کے اصول سمجھنے کے خواہشمند ہیں

بات اجاگر کے درمیان ایسا مشاہدہ کیا کہ جناب ام المومنین عائشہ کے گرداگردنا قابل تردید مدارک و ماخذ ہیں،کہ اگر صرف انھیں مدارک پر توجہ کی جائے تو حق و حقیقت کے بارے میں اپنے افکار و عقائد کے سلسلے میں ازادانہ رائے قائم کی جا سکتی ہے۔

اگر چہ یہی حق گوئي حقیقت طلبی بجائے خود کوتاہ فکروں کی نظر میں نا قابل معافی جرم ہے اگر اصحاب میں سے کسی کے خلاف جو انھوں نے ان کا مقام متعین کردیا ہے اس کا تحلیل و تجزیہ کیا جاے تو کبھی معاف نہیں کر سکتے۔

اقائے عسکری نے اس کتاب میں بھرپور طریقے سے محققین اور تجزیہ نگاروں کی روش اپناتے ہوئے تنظیم و ترتیب میں عرق ریزی کی ہے اور اس کے مقدمہ میںان تمام مشکلات اور رکاوٹوں کی تشریح کی ہے جو حقائق و اشگاف کرنے میں حق کے متلاشی کی راہ میں پیش اتی ہیں۔

منجملہ یہ کہ ممکن ہے کوئي محقق اپنے احساسات و جذبات کا پابند ہو ، اور ایک گروہ کو دوسرے گروہ پر ایک شخصیت کو دوسری شخصیت پر متعصبانہ طریقے سے برتری دیدے ، حالانکہ حقیقت اس کے بر خلاف ہو ،اس کے ساتھ وہ خاص مقصد کو پیش نظر رکھتا ہو ،اور حق کو یہ طریقہ بعض اہل قلم نے اپنایا ہے جو چاہتے ہیں کہ دو مخالف راویوں کے درمیان مطابقت پیدا کریں ، ممکن ہے یہ مطابقت بظاہر خوش ایندہو ، لیکن یہ بات طئے شدہ ہے کہ حق دو متخالف اور متناقض ارا کے درمیان جمع نہیں ہو سکتا ہے ،،

اقای عسکری نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ اپنے سلسلئہ مباحث میں اس قسم کے عیوب سے جو ہر محقق کی تحقیق میںٓسامنے اتی ہے دور رہیں ان کا مقصد متعین ہے، اور وہ اسی کے تعاقب مین موضوع سے باہر نہیں نکلتے ہیں انھوں نے اپنے دائرئہ کار کو اشخاص اور مقامات کا پابند نہیں بنایا ہے بلکہ ان کا مقصد اصلی صرف حق اور حقیقت معلوم کرنا ہے اور اسی کے ارد گرد رہے ہیں۔

اس کے علاوہ انھوں نے اپنے ذاتی احساسات و جذبات سے الگ رہنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے انھوں نے صرف عقل کو جج بنایا ہے،،

انھوں نے ایک گروہ کو دوسرے گروہ پر فضیلت دینے کا ذرا بھی پتہ نشان نہیں، ذرا بھی مبالغہ نہیں،، اگر کہا جائے کہ اقای عسکری بحث و تحقیق کی ڈگر میں، اس کتاب جو چیز محققین کو اپنی طرف مائل اور تعریف و تحسین پر امادہ کرنے والی ہے وہ یہ کہ انھوں نے کوشش کی ہے کہ اس علمی بحث میں قانون کلی کی رعایت کریں، اور احادیث ام المو منین مکمل حزم و احتیاط کے ساتھ تحلیل و تجزیہ کر کے حقیقت کو اشکار کیا ہے۔

قتل علی اور شکر عائشہ،،

تاریخی قرائن ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ام المومنین کی احادیث پر شک اور تردید کریں جیسے وہ احادیث جن میں خلافت شیخین کا تذکرہ ہے اور حضرت علي عليه‌السلام کا نام نہیں لیا گیا ہے اسی طرح وہ احادیث جن میں فضائل شیخین و عثمان اور حضرت علي عليه‌السلام روشن مذکور ہے ان میں بلا شک وشبہ جذبات اور جانبداری برتی گئي ہے،، کیونکہ ابو بکر اور ان کی نسبت باپ اور بیٹی کی ہے اسی طرح انھوں نے عمر کی باتیں کہی ہیں اور علي عليه‌السلام کا تذکرہ کیا ہے جو ابوبکر وعمر کے رقیب تھے، ان میں بد ترین فرق ہے۔

پھر عثمان کے خلاف ان کی جد جہد لوگوں کو قتل عثمان پر ابھارنا اور پھر انھیں کے قتل کا انتقام لینے کے لئۓ قیام کرنا بھی مضبوط دلیل ہے جو ہمیں اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ ان کی تمام احادیث کو شک اور تردید کی نگاہ سے دیکھیں، اسی طرح وہ اقدامات جو انھوں نے حضرت علی کے خلاف کیں علی عليه‌السلام کے دشمنوں کی کمک، طلحہ و زبیر کہ جنھوں نے علي عليه‌السلام کی بیعت توڑ دی تھی، ایک پلیٹ فارم پر لانا، جنگ جمل کی اگ بھڑکانا۔ .... یہ تمام باتیں بجائۓ خود اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ انھیں علی جیسے پرہیز گار سے دیرینہ عداوت تھی اور اسی وجہ سے مسلمانوں کے گروہ میں تفرقہ و اختلاف پیدا ہوا ان کے دل میں علی کی ایسی نفرت تھی جو کبھی چین سے بیٹھنے نہیں دیتی تھی، یہاں تک کہ قتل علی کی خبر سن کر سجدئہ شکر ادا کیا اور یہ شعر بطور تمثیل پڑھا،،

فالقت عصاها و استقر بها النوي ... كما قر عينا بالاياب المسافر

اس نے دوڑ دھوپ ختم کر دی اور چین پا لیا ...... جسطرح مسافر کی اپنے ٹھکانے پر پہونچکر انکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔

انکی تمام احادیث اسی قسم کے اہم ترین تاریخی وقائع سے وابستہ ہیں جن پر بڑی حزم و احتیاط برتنی چاہیئے انکی شخصیت اور ان کے میلانات سے قطع نظر کر کے حقائق دریافت کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

حجابیت کے رخ سے بھی دوسروں کی طرح صحیح یہ ہے کہ وہ فتوی و اجتہاد میں لغزش و خطا سے دوچار ہوئی ہوں کیونکہ ادمی چاہے وہ کوئی بھی ہو جب تک اپنی رائے اور سلیقے پر عمل کر رہا ہے ممکن ہے کہ خطا و صواب کا نشانہ بنے لیکن محقق یہ حق نہیں رکھتا کہ عقل و درایت کو کنارے رکھ کر بزرگوں کی شخصیت کے مقابلے میں اپنے کو چھوٹا بنا لے اور حقائق چھپائے۔

اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ نظریات و اجتہاد کے خطا و صواب کو اہمیت دیکر سب کو یکساں شمار کرے بلکہ ضروری ہے کہ تمام مفہوم حقیقت کو بیان کرے

اسی طرح جب تک ہم حق دیہنر مجتہد میں امکان ہے کہ وہ لغزش و خطا سے دوچار ہو جائے اور عدل الہی کی بارگاہ میں بازپرس کی جائے ،ام المومنین بھی اس قاعدے سے مستثنی نہیں ہیں ان پر ظلم نہیں ہے ،بلکہ علمی و تحقیقی نقطۂ نظر سے ستم یہ ہو گا کہ علي ﷺ اور عائشہ کے بارے میں ہم جانبدارانہ فیصلہ کریں اور دونوں کو عدالت میں یکساں سمجھ لیں ،اور حضرت علي ﷺ نے جو اجتہاد میں صحیح و صواب راستہ اختیار کیا [۱] ان دوسرے لوگوں کے مقابل جنہوں نے اجتہاد میں غلطی کی جیسے عائشہ و معاویہ اور دوسرے اصحاب جنہوں نے حضرت علي ﷺ سے جنگ کی اور مخالف کا راستہ اپنایا یکساں سمجھ لیا جائے۔

حضرت علی علیہ السلام خدا کو حاضر و ناظر جانتے تھے

حضرت علی اس جہت سے کہ اپ باب مدینتہ العلم اور وصی محمد ﷺ ہیں اسی طرح سے نہ اس حیثیت سے کہ بھرپور قدرت بیان اور واضح لہجے میں حق بات کہتے تھے اور اس پر وہ جم بھی جاتے تھے اور یہ دین انھیں سے توانا ہوا اور حیثیت تشکیل پائی ،نہیں۔ ان تمام باتوں سے قطع نظر وہ ہر حیثیت سے تمام صفات کمال کے جامع تھے۔

جس چیز نے علی کو ان تمام امور سے بالاتر قرار دیا یہ تھا کہ وہ برابر اپنے کردار و گفتار میں خدا کو حاضر و ناظر جانتے تھے ،

اور مسلمانوں کی مصلحتوں کے مقابل اپنی ذات میں شدت پسند تھے،وہ مسلمان معاشرے کے عام دنیاوی فائدوں کو اپنے دنیاوی فائدے پر ترجیح دیتے تھے۔

اپ کے دوران خلافت میں بلند ترین مراتب انسانیت ایک ذات میں سمٹے ہوئے نظر اتے ہیں۔

وہ اپنے اس دور میںخاص طور سے لباس اور خوراک، احکام میں عدالت، فریبی دنیا کے مظاھرات سے کنارہ کشی کا کامل نمونہ تھے۔

دوسروں نے عہدئہ خلافت حاصل کرنے کی کوششیں کرڈالیں،جبکہ خلافت خود حضرت علی ﷺ کی طرف دوڑی ائي،دوسروں نے اپنے اور رشتہ داروں کے فائدوں کو مصالح عامہ پرترجیح دی،جبکہ اپ نے عام لوگوں کے فائدونکو اپنے اور رشتہ داروں پر ترجیح دی۔

علي ﷺ جس وقت کوفے میں تھے، عقیل بن ابی طالب ﷺ اپنے بھائي کی خدمت میں ائے حضرت علی ﷺ نے ان سے کہا:

اے بھائي بڑے اچھے ائے، کس لئے کوفہ ائے ہو؟

جو مشاہرہ مجھے ملتا ہے وہ میری معیشت کے لئے ناکافی ہے، زیادہ خرچ کا بوجھ ہے جسکی وجہ سے بہت زیادہ قرض لدگیا ہے میں اس لئے ایا ہوں کہ میری مدد کیجئے۔

خدا کی قسم اپنے مشاہرہ کے علاوہ میرے پاس کچھ نہیں،صبر کیجئے مال غنیمت تقسیم کرنے کا وقت ائیگا تو میں اپ کو دوں گا۔

میں حجاز سے یہاں تک صرف اسی امید پر ایا ہوں کہ کچھ نقد حاصل کرلوں گا اپ کا مشاہرہ میرے درد کی دوا کیا کرسکے گا، اور میرا کون سا بوجھ ہلکا کرے گا، امام نے بھائي کو جواب دیا،

کیا اپ اس کے علاوہ بھی میرے گھر میں مال دنیا سے کوئي چیز دیکھ رہے ہیں،؟یا اپ اس امید پر بیٹھے ہیں کہ میں مسلمانوں کا مال اپ کو دے دوں گا اور میرا خدا اس صلئہ رحم کے بدلے اتش جہنم میں جلائے گا۔

کسی تردید کے بغیر، علی ﷺ جیسے پرہیزگار کے عدل و انصاف کو برداشت کرنے کی عقیل میں طاقت نہیں تھی،وہ معاویہ کی خدمت میں پہونچ گئے جس کے یہاں حلال و حرام کا فرق نہیں تھا،وہ مسلمانوں کے بیت المال کو ذاتی ملکیت سمجھتا تھا۔

یہ واقعہ خود ہی ھماری رہنمائي کرتا ہے کہ حضرت علي ﷺ کی شخصیت کیا تھی وہ کس قدر پرہیزگار تھے، اور عمومی منافع کو خود اور اپنے سے وابستہ افراد کے مصالح پر ترجیح دینے میں ان کا پایہ کس قدر بلند تھا، بے باکانہ قسم کھائي جا سکتی

ہے کہ حضرت علی ﷺ کے علاوہ اصحاب میں سے کوئي بھی اس بلند مرتبہ انسانیت وکمال تک نہیں پہونچا تھا ،
کیونکہ خود انھوں نے دل کی گہرائیوں سے ، اور جاوداں فقرہ ارشاد فرمایا تھا ،یا دنیا غرّی غیري
اے دنیا میرے سوا دوسرے کو دھوکہ دینا

علی اور مسند خلافت

میں نہیں سمجھتا کہ کوئي صحابی ایسا ہو گا جس کے فتوی و اجتہاد مینجائے تامل اور اعتراض کی گنجائشے نہ ہو ،سوائے علی ﷺ کے ،کیونکہ ان کے اجتہاد میں ذرا بھی شک وشبہ اور اعتراض نہیں کیا جا سکتا ،اس بات کو مینپوری بےباکی سے کہہ رہا ہوں ، اور تمام دقیق سیاسی معاملات جو پیش ائے وہ اس دعوی کا ثبوت ہیں ـ

عمر نے معاملہ خلافت میں مداخلت کیانتیجے ینًابوبکر مسند خلافت پر بیٹھ گئے ،انہوں نے اپنے فتوی میں اس دلیل پر زور دیا کہ فتنہ و اشوب دیکھ کر اس پر لگام چڑھائي گئي ہے ، ابوبکر کے بعد انھوں نے خود اس ذمہ داری کا سنگین بوجھ اٹھا لیا اور بارہا اس بات کا اعتراف کیا کہ ابوبکر کے زمانے میں غلطیاں ہوئیں ،جس وقت بعض اصحاب نے ان کے فرزند عبداللہ کی بیعت کے بارے میں ان سے بات کی تو انھوں نے جواب دیا ،خاندان عمر کے لئے یہی کافی ہے کہ ان کا ایک فرد اس کا ذمہ دار ہو ، اور عدل الہی کی بارگاہ میں امت محمد کے بارے اس سے جواب طلب کیا جائے ـ

لیکن حضرت علي ﷺ نے شیخین کے مقابلے میں معاملہء خلافت کے سلسلے مینیہ دلیل دی کہ اس اھم کام کی مشغولیت تھی وہ جسد رسول ﷺ کے دفن وکفن میں مشغول تھے (۱)

یہ سب سے بڑا اعتراض ابوبکر و عمر پر تھا ،اور حضرت علي ﷺ ان دونوں کے مقابل حقدار نظر ائے ہیں ـ

عمر کے بعد علی و عثمان کے درمیان خلیفہ کے انتخاب میں عبدالرحمن بن عوف بھی جوان چھ افراد میں تھے جنھیں عمر نے خلیفہ منتخب کرنے کیلئے مجلس شوری بنائي تھی ،انھوں نے اپنی راے دی اور خلیفہ کی ذمہ داری کو اپنے فتوی سے متعین کیا ،اپنے اسی متعین فتوی کو ان دونوں کے سامنے پیش کیا حالانکہ وہ جانتے تھے کہ حضرت علی ان کے اجتہاد

۱ـ اس وجہ سے حضرت علي ﷺ سقیفہ بنی ساعدہ میں موجود نہیں تھے ، اور ابوبکر و عمر نے انکی غیر موجودگی میں جلدی سے خلیفہ چن لیا اگر انھوں نے اتنا صبر کیا ہوتا کہ رسول کو سپرد لحد کر دیا جائے اور علی ﷺ بھی وہاں سب کے ساتھ اجائیں تو شاید یہ واقعات پیش نہ ائے اور تاریخ اسلام کا دوسرا ہی نقشہ ہوتا ـ

کے پابند نہیں ہو سکتے، خلافت قبول کرنے کیلئے پہلے حضرت علی کے سامنے شرط پیش کي۔

حضرت علی ؑ کے سامنے فرزند عوف نے جو شرطیں پیش کی تھیں ان میں رضائے خدا و رسول اور مسلمانوں کے مفادات کی حدتک تو حریص تھے منصب خلافت حاصل ہوتا اور حکمرانی کرنا انکی نظر میں ہیچ تھا، جبکہ عثمان کی زیادہ توجہ منصب خلافت حاصل کرنے کی تھی وہ دل سے یہی چاہتے تھے، دوسرے امور کی ان کی نظر میں اہمیت نہیں تھی، اور خدا اس بات کو بہتر جانتا ہے کہ شروع ہی سے وہ جس بات پر، ہوئے تھے اسمیں انھیں پوری سوجھ بوجھ کہاں تک تھی، یا خلافت حاصل کرنے کے بعد ان میں پیدا ہوئي، کیونکہ یہ باتیں نفسانیت کے امور سے تعلق رکھتی ہیں، اور ہم اس بارے میں کوئي فیصلہ بھی نہیں کر سکتے، کیونکہ ھمارا استدلال صرف ظاہری حالات کی روشنی میں ہے۔

"عائشہ کا تاریخی فتوی"

عائشہ نے حضرت عثمان کی خلافت کے ابتدائي ایام میں تو موافقت اور انکی تائید کی، پھر ان سے منحرف ہو کر ان کے خلاف فتوی دے دیا، اس وجہ سے ان کا اجتہاد قابل اطمینان نہیں ہے۔

خلافت کے سلسلے مین انکے رقیب ہوتے ہوئے بھی دلیل و برہان کے با وجود حضرت عائشہ کی طرف عثمان سے جنگ اور مخالفت نہیں کی، جب عثمان قتل ہو گئے تو حضرت علی ﷺ نے طلحه و زبیر اور دیگر تمام لوگوں کی بیعت قبول نہیں کی جس وقت تمام لوگوں نے اپ کو خلافت قبول کرنے پر مجبور کیا تو اپ نے مسجد میں کھڑے ہو کر یہ فرمایا، میں تمہاری خلافت سے بیزار تھا، لیکن تم ہو کہ میرے سوا کسی کی حکومت پر راضی نہیں ہو، اس بات کو سمجھ لو کہ میں کوئي بھی کام بغیر تمہاری صوابدیدہ اور صلاح کے انجام نہیں دوں گا، تمہارے بیت المال کی کنجی میرے پاس ہے لیکن ایک درھم بھی بغیر تمہاری مرضی کے نہیں چھوئوں گا۔

پھر پوچھا، کیا تم اس بات پر راضی ہو؟

تمام لوگوں نے چلّاکر کہا ہاں

اسوقت اپ نے فرمایا:

بار الہا ان لوگوں پر تو گواہ رہنا

اس کے بعد اپ نے خلافت قبول فرمائي

حضرت علی ﷺ کی رائے صائب تھی اپ نے اس طرح لوگوں کیلئے کسی بہانے کی گنجائشے نہیں چھوڑی کیونکہ ان لوگوں نے اپ کو خلافت قبول کرنے پر مجبور کیا تھا نہ یہ کہ اپ نے خود خلافت کی خواہش کی ، لہذا جس نے بھی اس ذمہ داری سے ہاتھ کھینچا اور علی ﷺ کی مخالفت کی وہ خود دغاباز اور مجرم ہے ، اور جو شخص اپ کا وفادار رہا وہ مومن اور سچا ہے ۔
عائشہ نے دوسری بار اجتہاد کا پرچم لہرایا یہ اس وقت کی بات ہے جب قاتلان عثمان سے انتقام لینے کیلئے انھیں اور طلحہ و زبیر جنہوں نے علی ﷺ سے پیمان توڑا اور اپنی بیعت کچل ڈالی با قاعدہ ساتھ دینے پر امادہ ہوئے یہ مفاد پرستانہ اقدام بتاتا ہے کہ حضرت عائشہ کی نیت اندیشہ مفاد سے خالی نہیں تھی ، تمام لوگ کہنے لگے کہ یہ عثمان کا بدلہ لینے کیلئے نہیں اٹھی ہیں بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان تفرقہ و اختلاف پیدا کیا جائے اور جو لوگ حضرت علی ؑ سے وابستہ ہیں ان میں انتشار پیدا کیا جائے یہاں تک کہ اگر حضرت علی ﷺ کے سوا کوئي اور ہوتا تو کبھی ایسا اقدام نہ کرتیں ۔

ام سلمہ کا تاریخی خط عائشہ کے نام

حضرت علی ﷺ کے خلاف معاملہ خلافت کے سلسلے مین عمر کے اقدام کے بعد عائشہ کا اقدام دوسرا رخنہ تھا جو بنیاد اسلام میں پڑا ، میںٔیہ بات اپنی طرف سے نہیں کہ رہا ہوں اور اس سے میری کوئي خاص غرض بھی نہیں ہے بلکہ یہ حقائق نا قابل انکار ہیںجن پر بزرگان قوم اور مشہور مورخین متفق ہیں ۔
عائشہ کی کاروائي صحابہ کے زمانے سے اج تک تمام لوگ ان لوگون کے لئے نفرت کا سبب بنی جو حق اور حقیقت کے طرفدار ہیں ، اس دعوی کی گواہی حضرت ام سلمہ ہین جو دوسری زوجہ ء رسول ہیں ، انھوں نے پند و نصیحت بھرا خط عائشہ کو لکھا اور اس اقدام سے باز رہنے کی خواہش ظاہر کی ، خاص طور سے انھیں مسلمانوں کے درمیان تفرقہ و اختلاف سے روکا ۔ خط

زوجہ ء رسول ام سلمہ کی طرف سے ام المومنین کو

میں خدا کی حمد و ثناء کرتی ہوں اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرتی ہوں

امابعد تم نے اس اقدام سے اپنے احترام کا پردہ چاک کیا جو رسول خدا اور ان کی امت کے درمیان تھا ، اور ان کے حرم کا حجاب پارہ پارہ کیا قران نے تمہارا دامن جمع کیا ہے ، اسے خود سرا خاک میں نہ ملاو ، تمھارا مقام مرتبہ محفوظ ہے ، اسے بلاوجہ ضائع نہ کرو ، اس خدائے واحد سے ڈرو و جو اس امت کا نگہبان ہے ۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کی جہاد کا طریقہ متعین کیا ہے ، بلا شبہ اس سلسلے مین حکم صادر کیا ہے کیا تم نہیں جانتی ہو کہ انہوں نے تمہیں جنگ سے منع کیا ہے ؟ کیونکہ اگر دین کے ستون میں ٹیڑھا ہو جائے تو عورتوں کی طاقت سے کبھی سیدھا نہیںہو سکتا ، اور اسکی خرابی عورتوں سے اصلاح پزیر ہرگز نہیں ہو سکتی ، عورتوں کا جہاد اپنے کو لئے دیئے رکھنا ، پاک دامنی اور قناعت ہے ۔

اگر تم اس طرح بیابانوں مین اپنے اونٹ کو اس گھاٹ اور اس گھاٹ ہاکتی رہو اور رسول خدا تمھین دیکھ لیں تو تو انھیں کیا جواب دو گی حالانکہ تمہیں جلد یا دیر ان کے سامنے حاضر ہونا ہے ۔

مینّبے باکانہ قسم کھاتی ہون کہ اگر میں اس حال میں رسول سے ملاقات کروں کہ ان کی حرمت ضائع کی ہو اور مجھ سے کہا جائے کہ اے ام سلمہ جنت میں اجاو تو میں شرم سے پانی پانی ہو جاو ں گی ۔

اس لئے اپنے پروردگار کی حفاظت کرو اور گھر میں بیٹھی رہو اگر تم اس امت سے سروکار نہ رکھو تو یہ بجائے خود ان کے حق میں بہترین خدمت ہے ، اور مینّجانتی ہوں کہ رسول خدا سے جو باتیںمیںنّے سنی ہیںّاگر اس سے تمہیں خبردار کروں تو تم سانپ کاٹے شخص کی طرح تڑپنے لگوگي ، والسلام

خود یہ خط دوسری دلیل ہے کہ عائشہ کا اجتہاد غلط تھا

اس خط میں اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ انھیں مسلمانوں کی جماعت میں ھم اھنگی کی فکر نہیں تھی ، نیزیہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ ازواج رسول میں سے دوسری کوئي بھی عائشہ کے اس اقدام کے ساتھ نہیں تھیں اور نہ انھوں نے عائشہ کی مدد کی ،

اس کتاب کے مولف کا مقصد

اقائے عسکری ، خداوند عالم انہیں حقیقت بیانی کی جزا دے میں نے اپنے دقیق علمی بحث میں ھرگز اس بات کا قصد نہیں کیا ہے کہ لوگوں کو عائشہ نے اپنے اجتہاد و فتوی میں جو اشتباہات کیئے ہیں ان کے خلاف لوگوں کو بھڑکائیں ، اور مسلمانوں کے احساسات ابھاریں بلکہ انھوں نے اپنے بیان کے درمیان صرف خشنودی خدا کیلیئے اس بات کی فکر کی ہے کہ تاریخی حالات کے مفاہیم جو زیادہ تر لوگوں کے ذہن اصحاب رسول ہونے کی وجہ سے پہچان نہیں پائے ہیں اور

تاریخ صحیح کی تفہیم نہ ہونے کی وجہ سے عظمت شریعت اسلام کی تفہیم سے محروم ہیں ان کی اصلاح و تصحیح کریں، کہ اوضاع تاریخی کے مفہوم سے عام لوگ جو محروم ہیں اور اصحاب رسول کو پہچان نہیں سکتے ہیں اور ان کی باتوں میں تمیز نہیں کر سکے ہیں ، اور نتیجے میں صحیح تاریخ سمجھنے اور ان کی شریعت اسلام میں حیثیت کو پہچان نہیں سکے ہیں ان کی اصلاح و تصحیح کریں ، انھوں نے اس راہ میں جو سعی کی ہے اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ لوگ احادیث رسول خدا کو بغیر اپنے احساسات و جذبات کی مداخلت جزوی فوائد و تعصب کے راویان حدیث کے بارے میں علم و دانش کی روشنی میں ادراک کر سکیں ۔

کیونکہ اگر لوگ تمام یا کچھ حصۂ حدیث رسول کو سمجھ لیں تو بڑی اسانی سے اسلامی فرقوں اور مذاہب کے درمیان کا اختلاف کا سرا سمجھ میں اجائے گا ، اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس حد تک یہ اختلاف مصنوعی اور حکمرانوں کا خاص غرض سے پیدا کیا ہوا ہے انھوں ہی نے ایک گروہ کو دوسرے گروہ پر ترجیح دی ہے حکومت چلانے اور اپنی پارٹی مضبوط کرنے کیلیئے جن حدیث کو ضروری سمجھا بنا لیا یا اکثر صحابہ کی بیان کردہ حدیث کو من کے مطابق بدل لیا ، صحیح بات یہ ہے کہ انھوں نے حکومت کے استحکام کیلیئے صحابہ پر دروغ بافی کی اور اپنی غرض کے لئے من پسند باتیں گڑھ لیں ۔

اس سے پہلے کہ اپنی علمی بحث کو ختم کروں جسے صرف خشنودی خدا کیلئے معرض تحریر میں لائی گئي ہے، مناسب سمجھتا ہوں کہ دانشور محقق اقائے عسکری کے کان میں اہستہ سے ڈال دوں کہ وہ اپنے ان علمی مطالب کو جس کا بلند مقصد مذاہب اسلامی کو ایک دوسرے کے قریب لانا ہے اسے جاری رکھیں، اپنے متین اور محکم اساس پر استوار اسلوب کو اس طرح قرار دیں کہ ارباب علم و دانش اور اسکالروں کیلئے پسندیدہ ہوتا کہ اس طرح مسلمانوں میںباہمی اتحاد و ہم اہنگی پیدا ہو، اور کیا ہی اچھا ہوتا کہ تمام وجود جو بحث و تحقیق میں مستغرق ہے میری اس پیش کش کو عملی شکل دیدے۔

کیونکہ بنیادی طور سے اختلاف اور ذاتی دھڑابندی ایک شیعہ اور سنی کے درمیان سمجھ میں انے والی بات نہیں ہے اور اسمیں شک نہیں کہ یہ دونوں فرقے جب تک مقاصد اور وجوہات دونوں کے خالص ہیں تو ایک دوسرے کے نقائص دور کرنے اور درستگی لانے میں دل وجان سے کوشش کریں۔

ڈاکٹر حامد حفنی دائود

۱۷ شوال ۱۳۸۱

۲۳ مارچ ۱۹۹۲

کتاب کا مقصد تالیف

زیادہ تر ارباب تحقیق رسول خد ﷺ اکی احادیث کی طرف دیر سے متوجہ ہوئے ہیں کہ احادیث کا ایک دوسرے سے ربط یا ان احادیث اور ایات قران کے درمیان گھناونا اختلاف موجود ہے، یہ امر اس بات کا سبب بنا کہ سلف کے دانشوروں نے رسول خدا پر اعتراضات اپ کی احادیث کی توجیہ و تاویل پر مشتمل کتابیں لکھیں، ان میں تاویل مختلف الاحادیث اور بیان مشکل الحدیث اور بیان مشکل الاثار وغیرہ کتابیں لکھیں۔

اس طرح نقادوںاور عیب جوئي کرنے والے ملحدوں اور عیسائي مبلغوں کے ساتھ کچھ مستشرقین کو بھی اس بات پر ابھارا کہ دشمنی وعناد کی راہ سے اس قسم کی احادیث کے استناد میں اختلاف و تضاد دکھا کر پیغمر اسلام اور ان کے دین پر اعتراض کیا اور مذاق اڑایا، حالانکہ یہ دونوں گروہ اس بات سے غافل تھے کہ ان احادیث کے مجموعے کا بہت بڑاسرمایہ، خاص طور سے جن میں باہم اختلاف ہے یہ سبھی ایک ہی روش اور ایک ہی سیاق سے مربوط نہیں ہیں کہ انھیں اطمینان کے ساتھ سبھی کو رسول خدا کی واقعی حدیث سمجھ کریکجا بحث و تحلیل کی جائے بلکہ یہ تمام احادیث خود ہی چند مختلف احادیث کا مجموعہ ہیں جنھیں مختلف راویوں اور بیان کرنے والوں کے طریقے سے ھم تک پہونچا ہے۔

ارباب تحقیق کو سب سے پہلے یہ چاہیئے کہ راویان حدیث کی دستہ بندی کریں مثلاوہ احادیث جو ام المومنین عائشہ سے منسوب ہیں یاانس سے ابو ھریرہ یا عبداللہ بن عمر سے ان تمام کو الگ الگ جمع کر کے دوسرے ایسے راویان حدیث جنھوں نے رسول خدا ﷺ سے بہت زیادہ احادیث روایت کی ہیں (ان کے حالات زندگی، انکا انداز فکر اوران کا عقیدہ) ان پر الگ الگ بحث و تحقیق کی جائے تاکہ حقیقت امر واضح ہو سکے۔

مجھے یہ بات اس وقت معلوم ہوئي ،جب میں صدر اسلام کے تاریخی حوادث کے ذیل میں احادیث کے بحث و تحقیق میں مشغول تھا ،خاص طور سے ان احادیث پر جو ام المومنین عائشہ سے نقل کی گئي ہیں ،اس موقعہ پر میری نگاہ جذب ہو کر رہ گئي اور مجھے یقین حاصل ہو گیا کہ تاریخ اسلام ابتدائے بعثت سے بعثت یزید کے زمانے تک کو اچھی طرح نہیں سمجھا گیا ہے۔

یہ اسی وقت ممکن ہے کہ پہلے احادیث ام المومنین کو جو بجائے خود اکیلا تاریخ صدر اسلام کا اھم ترین سرچشمہ ہے حقیقت فہمی کیلئے اس کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کیا جائے

اس طرح مجھے یقین ہے کہ بعض ایات قرانی کو سمجھنا نیز وہ اسلامی فقہ جو اکیلی احادیث ام المومنین کی سند سے مروی ہیں ان کو بھی اسی اساس پر مطالعہ کرنا چاہیے۔

جب میں اسلام کے پہلے دور کی تاریخی تنظیم کا تجزیہ کر رہا تھا، میرے لئے ناگزیر ہو گیا کہ اسی تقسیم یعنی حدیث کی قدر و قیمت کے بارے میں بحث کو تمام مباحث کو مقدم قرار دیکر اسی کا تحلیل و تجزیہ کروں۔

اس قسم کے واردات کی اس حیثیت سے کہ صدر اسلام کے سر کردہ افراد میں بڑی مشکل بات ہے اس وادی میں قدم رکھنا کسی مسلمان محقق کیلئے کوئی اسان بات نہیں ہے (غیر جانبدارانہ تحقیق کریں)

پہلی زحمت دشواری جو مشرق کے مسلمان ادیبوں کو پیش اتی ہے وہ خود ان کے عقائد ہیں جنکی انھوں نے عادت ڈال لی ہے اور ان کی زندگی میں نشو و نما پاتا رہا اور ان کی نفسیات اور رگوں میں رچ بس گیا ہے اوریہی عقائد اسلامی معاشرے میں بھی رائج ہیں۔

یہ لوگ صدر اسلام کے مسلمانوں کو عام ادمیوں سے برتر خیال کرتے ہیں اس عہد کو اور اس زمانے کے افراد کو مقدس سمجھتے ہیں اور جو کچھ ان کے اور اس زمانے کے بارے میں سمجھ بیٹھے ہیں، وہ دوسرے عہد کے مسلمانوں کے بارے میں باور نہیں کرتے۔

چنانچہ اس طرح کے ادیب، قلمکار متذکرہ الجھن کو بحث و تحقیق میں نظر انداز نہیں کرتے، تلاش حق و حقیقت کے بجائے ان کی باتیں اپنے معتقدات کے دفاع میں لگ جاتی ہیں۔

جب میں نے یہ حقیقت سمجھ لی تو پکا ارادہ کر لیا کہ اس موضوع پر اپنے جذبات کو جو ام المومنین عائشہ کی زوجہ ء رسول کی حیثیت سے قائل ہوں، انھیں اڑے نہ انے دوں، اور اسلام کی محترم شخصیات کو جو نظر انداز کر دیا جاتاہے انھیں دوسرے عام لوگوں کے مقابل فرق نہ قرار دوں اور انہیں اس نقطہ ء نظر سے پہچانوں کہ وہ بھی عام لوگوں کی طرح گونا گوں احساسات و جذبات رکھتے تھے، اس طرح میں حیات ام المومنین کے ادوار میں جو حوادث پیش ائے حقیقت معلوم کرنے کیلئے صرف اسی کو موضوع بحث و تنقید قرار دوں۔

اگرچہ دعوی نہیں کرتا کہ میں اپنے اس ارادے میں پوری طرح کامیاب ہو گیا ہوں ، لیکن اس سلسلے میں اپنی بھرپور تلاش و کوشش کرڈالی ہے اس کا جو کچھ فیصلہ ہے وہ دوسروں کو کرنا ہے ، لیکن خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ صرف صدر اسلام کی تاریخ ،قران اور اس کے احکام کی تحقیق کرنے والوں کو فائدہ پہونچانے کیلئے میںنے یہ سارے پاپڑ بیلے ہیں ،۔

اسلام یا ایمان و عقیدہ

دوسری بات یہ کہ جیسے ہی کوئي قلمکار پکا ارادہ کر کے اس مشکل کو اپنی بحث و تحقیق سے اٹھالیتاہے تودوسری مشکل گلے پڑ جاتی ہے کہ اس قسم کے مطالب کی نشر و اشاعت مسلمانوں کی ھم اہنگی کو متاثر کرتی ہے یہ سوال کھڑا ہو جاتا کہ اج جبکہ بہت سے مجاہدین اور مصلحین کی مسلسل مساعی سے خداوند عالم نے مختلف گروہ میں بٹے ہوئے مسلمانوں کی ارزوں اور میلانات کو ایک دوسرے سے قریب کردیا ہے ، ان میں برادری کے اسباب فراہم کر دئے ہیں کیا ایسی حالت میں مناسب ہے کہ اسقدر طویل زمانے کے بیتے دور کے بارے میں لکھا جائے کہ صرف یہی نہیں کہ باہمی تردید و اعتراض کی ہوا بن جائے بلکہ سوئے ہوئے جذبات بھڑک اٹھیں اور اپس میں نفرت و عناد پیدا ہو جائے؟

لیکن اسی سوال کے مقابل میں مسئلہ بھی سامنے اجاتا ہے کہ جسے اسانی سے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ۔

اگر خیر اندیش اصلاح پسندوں کی کوشش بیکار کرنے کا نام دیکر ایسی بحث و تحقیق پسندیدہ نہ سمجھی جائے تو اس صورت میں تمام لوگوں پر علمی تحقیقات کے دروازے بند ہو جائیں گے اور یہ دانش و معرفت پر ایسا ظلم ہو گا جو معاف کرنے کے قابل نہیں ،کیونکہ اس نتیجے مین اسلامی حقائق پر گذرتے عہدوں اور زمانوں پر جمود فکری اور تعصب کی جمی دھول سے مختلف فرقوں میں اختلاف و تفرقہ زیادہ پیدا ہو گا ، اور یہ مسلم ہے کہ کوئي بھی اصلاح پسند اور ہم اہنگی کا رسیا اس کی تائید و تصدیق نہ کرے گا ۔

اس سبب سے ہم پورے دلی خلوص کے ساتھ مسلمان بھائیوں کے درمیان سے اصلاح پسندوں کی اواز کا جواب دیتے ہوئے خدا سے دعا کرتے ہیں کہ تفرقہ و اختلاف جڑ سے ختم کرنے کی توفیق عطا ہو ۔

ہم دانش و معرفت کے مرتبہ کی نسبت سے احترام خاص کے قائل ہیں اس کا معاملہ دوسرے معاملوں سے الگ سمجھتے ہیں ۔

کیونکہ جن لوگوں نے مسلمانوں میں اتحاد و یکجہتی کی مسلسل کوشش کی بنیاد رکھی ہے مقدس اسلام کے پرچم تلے یکجہتی کی اواز بلند کر رہے ہیں حالانکہ خود اسلام بین الاقوامی سیاست کا انگیزہ نہیں ہے بلکہ وہ ایمان و عقیدہ سے عبارت ہے بلکہ وہ واقعات کا ایسا تسلسل ہے جو بحث و تحقیق اور بھرپور علمی تنقید سے پیدا ہونے والی چیز ہے، ان حقائق کو مختلف بہانوں اور عنوانوں سے چھپانے سے ایمان و عقیدہ پر استوار وحدت وجود پزیر نہیں ہو سکتی، اور اسلام کی صحیح و مستقیم راہ گمراھی و ضلالت کے کنویں سے برامد نہیں ہو سکتی۔

خداوند عالم سے دعا کرتا ہوں کہ متوازن اور سیدھی راہ پر گامزن ہونے کی توفیق کرامت فرمائے کہ وہی سب کو سیدھی راہ دکھانے والا ہے۔

عمیق اسلامی یکجہتی،

تیسری مشکل دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئي اواز ہے جسکا اصلی محرک ایمان ہے، اس بات کا ایمان کہ اسلامی معاشرے میں صرف اسلام کی حکومت ہونی چاہئے اور اسی بنیاد پر ھماری یکجہتی واستوار ہونا چاہیے اس بنا پر ہم سب لوگوں کی تمام تر کوششیں اس بات کیلئے ہونی چاہئے کہ اسلام زندہ ہو اور اسی ذھن میں رہنا چاہئے، اسی راہ سے اپنے کو مصروف رکھنا چاہیئے،

اے راہ حق کے مجاہدو خدا اپ حضرات کو توفیق عطا کرے کیا اپ مسلمانوں کو اسلام کی طرف واپسی و خود سپردگی اور اسلامی قوانین کے نفاذ کی دعوت نہیں دے رہے ہیں؟ کیا اس کی تاریخ کا تجزیہ و تحلیل اور حقیقی احادیث رسول اور حدیث بیان کرنے والوں کے حال و مال کے تجزیے و مطالع کے سوا بھی کوئي راستہ ہے؟ تاکہ اسی کے واسطے سے ایات قران کی شان نزول معلوم کریں اور اسی روشنی میں احکام اسلام حاصل کر کے اسکی پیروی کریں اور دوسروں کو بھی عمل کرنے کی دعوت دیں اور چونکہ اسلامی احکام پر عمل ناگزیر ہے اس لئے لا محالہ اس کا علم حاصل کرنا ھمارے لئے لازم ہے اور یہ بات مسلّم ہے کہ بغیر علم حاصل کئے عمل انجام پذیر نہیں ہو سکتا۔ پورے وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اسلامی یک جہتی اور معاشرے کو اسلام کی طرف واپس لانے کیلئے مستقل سعی میں اور تاریخ کی بحث و تحقیق نیز احادیث رسول کی چھان پٹک کے درمیان کوئي تضاد نہیں ہے بلکہ یہ اسلامی یک جہتی کیلئے اسکی حیثیت بنیاد کی ہے ایک دوسرے کی متمم ہے کونکہ مسلمانونکو اسلام کی طرف واپس لانا اسی وقت ممکن ہے جب باھم فکری یک جہتی پیدا ہو ایات قرانی اور احادیث رسول و تاریخ اسلام کو اچھی طرح سمجھا جائے۔

اسی طرح جب تک اسلامی معاشرے میں ایمان واپس نہیں لایا جائیگا اس وقت تک مسلمانوں کے درمیان دوستی و برادری قائم نہیں ہوگی ،کیونکہ اگر اس کے سوا کچھ ہے تو مسلمان کی ھم اہنگی کی بنیاد کا پرچم ہے ؟

اور کون سی چیز ہے جو انہیں ایک دل اور ایک جہت عطا کرے گی ، اس طرح بھائي چارگی اسی وقت قائم ہو سکتی ہے جبکہ مسلمانوں کو ایک دوسرے کی حقیقت حاصل کرنے اور حقیقت کی پیروی کرنے کیلئے مسلمانوں کو ایک دوسرے کی رائیں سجھنے اور صحیح تنقید عطا کی جائے ،تاکہ خدا کے ارشاد قرانی (میرے بندے وہ ہیں جو میری بات سنتے ہیں اور سب سے بہتر کی پیروی کرتے ہیں[۲] صادق اسکے_یہی ہماری اواز ہے_

خداوندعالم کی بارگاہ میں دعاہے کہ ھمیں اور تمام مسلمان بھائیوں کو اسی عظیم ارشادکی پیروی کی توفیق عنایت کرے_

یہاں تک جتنے اعتراضات گنائے گئے یہ مسلمانوں سے مخصوص تھے_

بزرگوں کی پرستش

تمام قوموں اور ملتوں کی تاریخ کی طرح ان متذکرہ باتوں کے انداز پر تاریخ اسلام میں بھی تین بڑی رکاوٹ اور مشکل برابر موجود رہی ،جو اکثر حقائق کے متلاشی اور تاریخ نگارشوں کے سد راہ رہی اور لوگوں کو علم و حقیقت کی پیروی سے روکتی رہي،

انکی اولین اور اھم ترین رکاوٹ پاک بزرگوں کے احترام کی عادت اس حد تک کہ جسے پرستش کہا جاسکتاہے ، کسی بھی بشر کی ابتدائے تاریخ سے عادت رہی کہ اپنے اسلاف کی حد سے زیادہ تعظیم کرتے ، بت پرستی یہیں سے پیدا ہوئي ہے ،چنانچہ_نسر، یغوث،یعوق، ود، سواع[۳] ماضی میں نیک اور صالح تھے ان کے زمانے کے لوگ ان کا احترام کرتے تھے ،مرنے کے بعد ان کا احترام اتنا بڑھا کہ ان کی پوجا کی جانے لگي_

مزہ یہ ہے کہ ھم اپنے صالح اسلاف کو ان کی زندگی کے زمانے میں دیکھتے ہیں کہ ان پر اس قدر تنقید و تردید کی جاتی ہے کہ ایک دوسرے کو قتل کا فتوی تک دیدیتے ہیں ، ان کو ان کے عزیزوں اور ماننے والوں کا خون بہانا بھی جائز جانتے ہیں ، لیکن ان کے مرنے کے چند سال بعد اج کی نسل ینّان کی تعظیم و تکریم اتنی بڑھ گئي ہے کہ اب ان کی رفتار و گفتار پر تنقید و تجزیہ بھی جائز نہیں سمجھتے نہ اجازت دیتے اور اس رہگذر پر دانش و نظر میں اپنے اور دوسروں کو سناٹا کر دیا ہے_

۲_سورہ زمر ۱۸

۳_یہ پانچ بت قریش کے تھے جن کا ذکر قران میں ہے تفسیر در منثور سورئہ نوح ایۃ ۲۴ اور تمام تفاسیر دیکھی جاسکتی ہے_

اندھا تعصب

دوسری تعصب کی رکاوٹ ہے یہ ایسی رکاوٹ ہے کہ اس پر برتی ہے اور خود یہ رکاوٹ ایسی ہے کہ ادمی کو جہالت و بے خبری و نادانی کے اندھیرے میں ڈال دیتی ہے ، یہ ایسی قربانگاہ ہے کہ طول تاریخ بشریت میں ہر ملک اور ہر عہد میں جہاں دیکھئے بے شمار قربانیاں بکھری پڑی ہیں ۔

رے کا شہر ساتویں صدی ھجری کے اوائل میں تعصب مذہبی کی وجہ سے دو بار ویرانے میں بدلا، (۴) پہلے تو حنفیوں اور شافعیوں نے شیعوں کے خلاف ھنگامہ ارائي کی ، ان کا بے رحمانہ قتل عام کیا ، پھر شافعیوں نے حنفیوں پر دھاوا بولا اور انہیں تلوار کی باڑھ پر رکھ لیا ،نتیجے میں گھر ویران ہوئے ، شہر ویرانے میں بدل گیا ، یہ قربانگاہ بے جا تعصب کے اثر کی معمولی سی جھلکی ہے ، حالانکہ ایسی ھزاروں قربانیاں تاریخ میں بھری پڑی ہیں جو مذموم تعصب کی وجہ سے واقع ہوئیں ، ان مضحکہ خیز قربانیوں کی نشاندہی کی جا سکتی ہے ۔

عوام فریب لوگ

تیسری رکاوٹ تو سب سے زیادہ نفرت انگیز ہے، وہ راسخ اعمال ہیں جو ارباب اقتدار و طاقت نے مختلف عہد تاریخ میں اس کی نمائشے کی ہے

یہ لوگ تھے جو بندوق کی نوک اور اپنے اثر سے جو چاہتے کر ڈالتے تھے ، جیسا کہ مقتدر شخصیات نے عوام فریبی کا جال بچھاتے ہوئے بحث و تحقیق کی باگ روک لی اور سن ۶۵۵ھ میں با قاعدہ طریقے سے اجتہاد کا دروازہ قوم کے فقہا پر بند کر دیا (۵)

نہ معلوم اب جبکہ اٹھ صدی بعد باب اجتہاد کھلنے کے مقدمات فراہم ہوئے ہیں اس راہ میں کس حد تک انہوں نے ترقی کی ہے ، کیا اب بھی وقت نہیں ایا ہے کہ مسلمانوں کو بحث و تحقیق کی اجازت دی جائے ؟ اب تو پھانسی کی سزا صرف تقلید سلف میں منحصر ہو کر رہ گئي ، کسی دوسرے معاملے میں گردن نہیں ماری جاتي ۔

---

۴ ـ یاقوت، لغت (ري) ۴ ـ ۳۵۵

۵ ـ بیپرس بند قدادی نے ۶۶۵ھ میں با قاعدہ مصر کے اندر باب اجتہاد بند کیا خطط مقریزی ص ۱۶۱ دیکھی جا سکتی ہے کسقدر ہے کہ خود مصر میں صدیوں بند رکھنے کے بعد خود ہی کھولا ہے ۔

نہیں____ ایسا ھرگز نہیں ہو گا، کیونکہ اصلاح پسندوں کی مسلسل کوششوں سے عکس دانش سے چہرۂ حقیقت اسقدر صاف نظر انے لگا ہے کہ جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا، بہت جلد ایسا وقت ارہا ہے کہ اس وقت کے لوگ بحث و تحقیق کی اجازت نہ ہونے سے جو زحمت اٹھانی پڑ رہی ہے اس پر ہنسیں گے، جس طرح اج ھم تعصب بے جا کے مظاھرے کی وجہ سے شہر رے پر ہنس رہے ہیں۔

ان متذکرہ رکاوٹوں کو جانے دیجئے ہم نے اصولی طور سے عادت بنالی ہے کہ جب بھی کسی کی تعریف و ستائشے سنتے ہیں اس کے عیوب سننے کے روا دار نہیں ہوئے نہ تنقید برداشت کرتے ہیں، اور اگر اس کی عیب گیری پر امادہ ہوتے ہیں تو پھر تعریف نہیں سنتے۔

لیکن میں نے ام المومنین عائشہ کے بارے میں جو کچھ احادیث و تاریخ سے حاصل کیا ہے، انھیں پیش کر رہا ہوں چاہے یہ تعارف ان کے حق میں عیب جوئی تعارف کے بطور یا تنقید ہو یا تعریف و ستائشے ہو۔

اگر کوئی شخص اس پر مطمئن نہ ہو اور متذکرہ مشکلات پر قابو نہ پا سکتا ہو، کیونکہ یہ رکاوٹیں قلمکار اور قاری کے درمیان مشترک ہیں، تو کتاب کو اس کے حوالے کر دے جو ان رکاوٹوں پر قابو پا سکتا ہو جی ہاں۔ جو شخص ام المومنین عائشہ کو تاریخ و حدیث کے درمیان سے پہچاننے کا خواہشمند ہے اسے احادیث مین تحقیق کا میدان ممکن بن گیا ہے وہ تحلیل و تجزیہ کر سکتا ہے، صدر اسلام کی خاتون کے ادوار اس کے سامنے ہیں اور حقیقت کی پیروی کرنا نا شائستہ تر ہے، اور سیدھی راہ چلنے والوں پر صلوات۔

سید مرتضی عسکری، بغداد، دانشکدۂ اصول الدین

(فصل اول)

ازواج رسول (ص)

زینب بنت جحش

رسول اکرم ﷺ کے ازدواج کے یہاں تک جتنے واقعات بیان کئے گئے ان میں زیادہ تر کی حکمت واضح ہے لیکن زینب سے ازدواج کی حکمت دوسری ہی ہے اس حکمت کو بیان کرنے کے لئے ایک مقدمے کی ضرورت ہے، وہ یہ کہ جہاں تک میری واقفیت ہے دنیا کے اصلاح پسند اپنے معاشرتی اصلاح کے منصوبے نافذ کرنے کے لئے دوسروں سے پہلے خود ہی اس پر عمل کرتے ہیں ۔

اپنا اصلاحی اقدام خود اور اپنے خاندان والوں سے شروع کرتے ہیں اس سلسلے میں ہر طرح کی فداکاری جو مقصد کیلئے ضروری ہے، اٹھائیں رکھتے، اس کے بعد وہ اپنے قریبی لوگوں، رشتہ داروں اور بعد میں دوسرے افراد بشر کو اس پر عمل کرنے کی دعوت دیتے ہیں ۔

پیغمبر خدا ﷺ یکتا مصلح عالم بشریت تھے، وہ بھی اس قانون سے مستثنی نہیں تھے، انھوں نے معاشرے کی اصلاح اور جاہلیت کے نا پسندیدہ عادات و رسوم کو ختم کرنے کیلئے، بحکم خدا پہلے اپنوں ہی سے تبلیغ شروع کی، اسی بنیاد پر انہوں نے حجۃالوداع کے موقع پر فرمایا تھا، سب سے پہلا سود جسے میں کالعدم قرار دیتا ہوں، وہ میرے چچا عباس کا سود ہے ۔[۶]

ہر خون جو جاہلیت کے زمانے میں بہایا گیا وہ باطل ہے اور سب سے پہلا خون جسے میں باطل کر رہا ہوں وہ ربیعہ کے فرزند کا ہے اور یہ خاندان عبد المطلب کی فرد ہے ۔[۷]

رسول خدا ﷺ کی سیرت میں اس مفہوم کے تاریخی شواہد بہت زیادہ ہیں زینب بنت جحش کے ازدواج کا واقعہ اسی قسم کا ایک نمونہ ہے، جسے رسول خدا نے جہالت و نادانی کی بنیاد پر استوار اس رسم جاہلیت کو ختم کرنے کیلئے انجام دیا، اس ازدواج سے رسول خدا کے دو بنیادی مقاصد تھے ۔

۶۔ رسول خدا کے چچا عباس زمانہء جاہلیت میں مشہور سود خوار تھے

۷۔ خاندان عبد المطلب کی فرد ربیعہ کا شیر خوار فرزند قبیلہ بنی لیث میں تھا جسے قبیلہ ھذیل کے افراد نے غلطی سے قتل کر دیا تھا، بنی ہاشم اس تاریخ تک جبکہ رسول نے یہ اعلان فرمایا اس شیر خوار کے اس قبیلے کے لوگوں سے قصاص کے خواہاں تھے

۱_ طبقاتی نا برابری ختم کرنا

۲_ منھ بولے بیٹے کے بارے میں احکام توڑنا [۸]

زید بن حارثہ رسول خدا کے منھ بولے بیٹے تھے ، بچپن میں کچھ عربوں کے ہجوم میں پھنس کر اغوا کر لئے گئے ، پھر وہ مکہ میں بیچنے کیلئے لائے گئے جس وقت زید بیچے جا رہے تھے وہاں رسول خدا موجود تھے ، اپ نے انھیں پسند کر کے اپنی زوجہ خدیجہ کے لئے خرید لیا ، زید کو خدیجہ نے رسول خدا ہی کو بخش دیا _

زید کے ماں باپ اپنے جگر گوشے کے غائب ہونے سے سخت غم و اندوہ میں بتلا ہوئے ، ان لوگوں کو زید کی کچھ خبر نہیں تھی ، ایک دن اچانک ٹکرائو ہو گیا اور زید کے افراد قبیلہ کی نظر زید پر پڑ گئی ، دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا ، زید نے ان لوگوں کے ذریعہ کچھ اشعار لکھ کر اپنے ماں باپ کے پاس یہ پیغام بھیجا _

اپ لوگ میرے بارے میں رنجیدہ نہ ہوں میں عرب کے سب سے شریف قبیلے میں زندگی بسر کر رہا ہوں ، یہاں مجھے تمام قسم کی اسائشے میسّر ہے _

زید کے باپ اور چچا کو جب زید کے حال و مقام کی اطلاع ہوئی تو بھاری رقم لیکر مکے کی طرف چلے ، اس امید پر کہ زید کو خرید لیں گے ، جب یہ لوگ رسول خدا کی خدمت میں ائے تو اپنے انے کا مقصد بیان کیا _

انحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا : اگر زید مجھ سے جدا ہونا چاہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں پھر اپ نے زید کو بلایا ، جب زید ائے تو اپنے باپ اور چچا کو پہچان لیا اور تصدیق کی کہ یہی میرے باپ اور چچا ہیں ، اس وقت رسول خدا نے زید سے ان کے باپ اور چچا کے انے کا مقصد بیان کیا اور فرمایا کہ تم ازاد ہو چاہے میرے ساتھ رہو یا اپنے باپ کے ساتھ جائو ، زید نے جواب دیا میں ہرگز کسی شخص کو بھی اپ کے اوپر ترجیح نہیں دوں گا _

۸_ رسم جاہلیت تھی کہ کوئی شخص اگر کسی کو اپنا بیٹا کہہ دیتا اور وہ لڑکا بھی اس پر راضی ہوتا تو اسے تمام لوگ اسی کا بیٹا کہتے اور صلبی فرزند کے تمام احکام اسکے لئے ثابت رہتے

زید کے باپ نے زید کا جواب سن کر کہا:

بیٹا تم باپ کے سامنے غلامی کو ازادی پر ترجیح دے رہے ہو_

زید نے جواب دیا، جی ہاں، اس عظیم شخصیت کے مقابلے میں اور رسول خدا کی طرف اشارہ کیا، اس وقت رسول خدا نے زید کا ہاتھ تھاما اور حجر اسماعیل کے پاس اکر بلند اواز سے فرمایا:

اے موجود لوگو گواہ رہو، زید میرا بیٹا ہے، وہ میرا وارث ہوگا میں اسکا وارث ہوں گا (یا من حضراشهد واان زیدا ابنی یرثنی وارثه)

یہ دیکھ کر زید کے باپ اورچچا خوشی سے پھولے نہیں سمائے، اور وہ واپس ہو گئے، اس تاریخ سے زید جو ازاد کردئہ رسول خدا تھے تمام لوگ انھیں زید بن محمد کہنے لگے_

زینب بنت جحش رسول خدا کی پھوپھی زاد بہن تھی انحضرت ہی انکی کفالت فرماتے تھے، ان سے شادی کے بہت سے لوگوں نے پیغامات دئے تھے انھوں نے یہ معاملہ رسول خدا کے حوالے کردیا تھا، انحضرت نے ان سے فرمایا کہ تم زید سے شادی کرو_

زینب نے یہ سنا تو بھڑک اٹھیں، کہنے لگیں، میں اپ کی پھوپھی زاد بہن ہوں، اور اپ مجھے اپنے ازاد کردہ شخص کے حوالے کر رہے ہیں؟ زینب کے بھائی بہن بھی طبقاتی اختلاف کی وجہ سے اس بات پر راضی نہیں تھے، اسی وقت خدا کی طرف سے یہ حکم نازل ہوا_

کسی مومن مرد یا عورت کو یہ اختیار نہیں کہ جب خدا ورسول کسی امر کے بارے میں فیصلہ کردیں تو وہ بھی اپنے امر کے بارے میں صاحب اختیار ہو جائے اور جو بھی خدا و رسول کی نافرمانی کرے گا وہ بڑی کھلی ہوئي گمراہی میں بتلا ہو گا

اس آیت نے تینوں کے بارے میں اعلان کردیا کہ وہ خاموشی سے رسول کے فیصلے کو مان لیں، زینب نے زید سے اپنی شادی کی امادگی ظاہر کردی، رسول خدا نے اپنے اسی مقصد کے ماتحت جسمیں طبقاتی نا برابری اور اشراف گیری کا زعم ختم کرنا تھا زینب کی زید سے شادی کردی

زید کے گھر زینب چلی گئیں ، وہیں ایک دوسری عورت ام ایمن جو ازاد کردئہ رسول خدا تھیں اور ان کے فرزند کے ساتھ رہنے لگیں ، مانی بات ہے کہ یہ طرز زندگی زینب کو رنجیدہ کرنے والی تھی ، اسی وجہ سے زید کے ساتھ بد سلوکی ہونے لگی ۔
بات یہاں تک بڑھی کہ زید نے رسول خدا سے شکایت کی اور اجازت مانگی کہ زینب کو طلاق دیدیں ، لیکن رسول خدا نے فرمایا :
امسک علیک زوجک و اتق اللہ ، خدا سے ڈرو ، اور اپنی زوجہ کو طلاق مت دو ، لیکن زینب کی بد سلوکی نے زید کو اسقدر پریشان کیا کہ انکے اصرار کی وجہ سے رسول خدا بھی زینب کو طلاق دینے پر رضا مند ہو گئے اور زید نے زینب کو طلاق دیدی ۔
جب زینب کے عدہء طلاق کی مدت ختم ہوئي تو رسول خدا کو حکم خدا وندی ہوا کہ ایک دوسری رسم جاہلیت ختم کرنے کیلئے ، زینب سے شادی کر لیں تاکہ لوگ عملی حیثیت سے دیکھ لیں کہ منھ بولے بیٹے کیلئے و صلبی فرزند کے احکام ثابت نہیں ہیں ، اگر کسی کا منھ بولا بیٹا طلاق دیدے تو وہ اس سے شادی کر لے ، اس معاملے کو نافذ کرنا رسول خدا کیلئے بڑا مشکل تھا ، وہ لوگوں کی یاوہ گوئیوں کو دیکھ رہے تھے ، یہاں تک یہ آیت نازل ہوئي جس سے انحضرت کی روحانی حالت اور شدید بے چینی ظاہر ہوتی ہے ۔
تم لوگوں سے ڈرتے ہو ؟ حالانکہ خدا اسکا زیادہ سزاوار ہے کہ اس سے ڈراجائے ؟ جب زید نے اپنی حاجت پوری کر لی تو ہم نے اس عورت کا عقد تم سے کر دیا تاکہ مومنین کے لئے منھ بولے بیٹوں کی بیویوں سے عقد کرنے میں کوئي ہرج نہ رہے [۱]
اس واضح آیت کے بعد رسول خدا نے زینب سے شادی کر لي ان تمام باتوں سے معلوم ہو گیا کہ رسول خدا کی زیادہ تر شادیوں کی حکمت و مصلحت یہ تھی کہ معاشرے میں احکام الہی کا نفاذ ہو اور جاہلیت کے زمانے سے چلی رہی ناپسندیدہ رسموں کو ختم کیا جائے اسمیں اپ کی خواہش نفس اور جنسی شہوت ذرا بھی دخل نہ تھا ۔

وہ خواتین جنھوں نے بے مھر اپنے کو رسول ﷺ خدا کیلئے پیش کیا

کچھ دوسری عورتیں بھی تھیں جنھوں نے بغیر مھر اپنے کو رسول خدا کی خدمت میں پیش کیا ، اس پیشکش کو قران نے لفظ (وھبت) سے تعبیر کیا ہے اسکی غرض یہ تھی کچھ عورتوں نے خود ہی اپنے کو بغیر مہر کے پیش کیا تھا کہ اپ انھیں اپنے حبالہء عقد میں لے لیں ، سیرت و تاریخ کی کتابوں میں ان چند عورتوں کا نام ملتا ہے ، ان میں ایک خولہ بنت حکیم بھی تھیں ۔

---

۱ _ حیلہ ابو نعیم جلد ۲/ ۵۳ حالات زینب و تفسیر ایہ کیلئے مجمع البیان ملاحظہ ہو

خولہ بنت حکیم ہلالیہ

خولہ ان خواتین میں تھیں جنھوں نے اپنے کو پیغمبر کے لئے ہبہ کیا ، رسول خدا نے جواب میں ٹال مٹول دکھائي ، وہ پیغمبر کے گھر میں خدمت کرتی تھیں ،یہاں تک اپ نے ان کا نکاح عثمان بن مظعون سے کر دیا وہ عثمان کی وفات تک انھیں کے گھر رہیں(۱)۔

دوسری خواتین

سہل ساعدی کی روایت ہے کہ ایک عورت خدمت رسول میں ائي اور اپنے کو اپ کے حوالے کرتے ہوئے پیش کیا ، رسول نے جواب میں سکوت فرمایا ، وہاں ایک مسلمان موجود تھا ، اس نے عرض کی ، یا رسول اللہ ، اگر اپ کو اس عورت کی حاجت نہیں ہے تو اسکی شادی میرے ساتھ کر دیجئے ، انحضرت نے فرمایا اس عورت کو کیا مہر دو گے ؟

اس نے عرض کی ،یہی لباس جو میرے بدن پر ہے

انحضرت نے فرمایا : اگر یہ لباس جو پہنے ہوئے ہو اسے دیدو گے تو تم خود برہنہ ہو جائو گے ،کوئي دوسری چیز دواس نے عرض کی ،اسکے سوا تو میرے پاس کچھ بھی نہیں

انحضرت ﷺ نے فرمایا :چاہے ایک لوہے کی انگوٹھی ہی ہو

اس نے عرض کی ، میرے پاس وہ بھی نہیں

انحضرت نے فرمایا : کیا تمھیں کچھ قران کے سورے یاد ہیں ۔

اس نے کہا : جی ہاں ،مجھے فلاں فلاں سورے یاد ہیں اس نے کئي سوروں کا نام لیا ۔

انحضرت ﷺ نے فرمایا: میں اس عورت کی شادی تم سے انھیں قرانی سوروں کے بدلے کرتا ہوں جو تمھیں یاد ہیں ۔

سیرت کی کتابوں میں دوسری چند خواتین کے نام بھی ملتے ہیں جنھوں نے اپنے کو رسول کیلئے ہبہ کیا ان میں ام شریک اور ام لیلی کا نام ہے یہ خواتین خدمت رسول میں جسطرح پہونچیں ان کی دل خراش داستان کتابوں میں ملتی ہے لیکن رسول خدا نے ان میں کسی سے بھی شادی نہیں کی ۔

رسول کے لئے حکم خصوصي

گذشتہ صفحات میں ان با ایمان خواتین کے کچھ حالات بیان کئے گئے جو اس وقت مدینے میں تھیں، ہم نے یہ بھی دیکھا کہ کسطرح اسلام کی بلند مصلحتوں کے پیش نظر رسول خدا نے مختلف سرکش قبایل سے اپنائیت اور ازدواج کا سلوک اپنایا، اسی کے ساتھ یہ بھی قابل توجہ ہے کہ ہر مسلمان کو چار شادیاں کرنے کی اجازت ہے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ اس حکم سے مستثنی ہیں، یہ استثناء سورہء احزاب کی آیت ۵۰_۵۲ میں اسطرح ہے_

اے پیغمبر ہم نے اپ کے لئے اپ کی بیویوں کو جن کا مہر دیدیا ہے اور کنیزوں کو جنھیں خدا نے جنگ کے بغیر عطا کردیا ہے اور اپ کے چچا کی بیٹیوں کو اور اپ کی پھوپھی کی بیٹیوں کو اور اپ کے ماموں کی بیٹیوں کو اور اپ کے خالہ کی بیٹیوں کو جنھوں نے اپ کے ساتھ ہجرت کی ہے اور اس مومنہ کو جو اپنا نفس نبی کو بخش دے، اگر نبی اس سے نکاح کرنا چاہے تو حلال کردیا ہے، یہ صرف اپ کے لئے ہے باقی دوسرے مومنین کے لئے نہیں ہے، ہمیں معلوم ہے کہ ہم نے ان لوگوں پر ان کی بیویوں اور کنیزوں کے بارے میں کیا فریضہ قرار دیا ہے تاکہ اپ کے لئے کوئي زحمت اور مشقت نہ ہو_

ان میں سے جسکو اپ چاہیں کرلیں اور جس کو چاہیں اپنی پناہ میں رکھیں اور جن کو الگ کردیا ہے ان میں سے بھی کسی کو چاہیں تو کوئي ہرج نہیں ہے، یہ سب اسلئے ہے تاکہ ان کی انکھیں ٹھنڈی رہیں اور یہ رنجیدہ نہ ہوں، اور جو کچھ اپ نے دیدیا ہے اس سے خوش رہیں اور اللہ تمھارے دلوں کا حال خوب جانتا ہے، اور وہ ہر شئے کا جاننے والا اور صاحب حکمت ہے، اس کے بعد اپ کے لئے دوسری عورتیں حلال نہیں ہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ ان بیویوں کو بدل لیں چاہے دوسری عورتوں کا حسن کتنا ہی اچھا کیوں نہ لگے، علاوہ ان عورتوں کے جو اپ کے ہاتھوں کی ملکیت ہیں اور خدا ہر شئے کی نگرانی کرنے والا ہے_

خودیہی حکم خدا تھا جسکی ایات میں وضاحت کی گئي، اورنتیجے میں رسول خدا ﷺ کے لئے راہیں کھول دی گئیں کہ وہ خود ہی جس بات کی صلاح دیکھیں اقدام فرمائیں، پیغمبر ﷺ نے بھی جیسی مصلحت دیکھی، اقدام فرمایا یہاں تک اپ کی وفات کے وقت اپ کی ازدواج کی تعداد نو تک پہنچ گئي، لیکن یہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ رسول خدا کے لئے نو عورتوں کی اجازت ہے اور دوسرے تمام مسلمانوں کو چار کی اجازت ہے_

گذشتہ ایات میں پیغمبر کی حدود ازادی بیان کی گئي اسمیں حسن و زیبائي کو الگ کر کے خواتین معین کرنے کا حکم دیا گیا ، یہ مصلحت اندیشی کے سوا کوئي دوسرا پہلو نہیں ہے ، شاید اسی دلیل سے موجود خواتین کو چھوڑ کر دوسری اختیار کرنے کی اجازت نہیں دی گئي ، جبکہ مرد مسلمان کیلئے یہ بات جائز ہے کہ چار عورتوں کو چھوڑ کر دوسری چار عورتوں سے عقد کرنے کیلئے طلاق کی اجازت ہے ۔

رسول خدا ﷺ نے اپنے اس اختیار سے انسانی ضرورتوں کے انتظام کے لئے اسلام کے بلند مصالح اور معنوی سیاسی ہدایت کے لئے عزت دار عورتوں سے استفادہ فرمایا ، لیکن جب فتح مکہ کے بعد اسائشے فراہم ہو گئي تو اسکے بعد رسول خدا نے کسی بھی خاتون سے ازدواج نہیں فرمایا ، کیونکہ اس حکم خاص سے استفادے کی کوئي ضرورت باقی نہیں تھی ۔

نتیجہ تحقیق

رسول اکرم ﷺ کے حالات ازدواج سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ انحضرت نے اپنی پچاس سال کی عمر تک جو انسان کی طبیعی توانائي کا حد کمال ہے صرف ایک خاتون سے شادی کی جو اپ سے پندرہ سال بڑی تھیں اور انھوں نے پینسٹھ سال کی عمرُ پائي تھی ، اپ اسی طرح مکہ میں رہے یہاں تک کہ مدینے میں ہجرت فرمائي اور بے سہارا مسلمان معاشرے کے انتظامی امور کی سنگین ذمہ داری اپڑی ۔

جس زمانے میں اوارہ وطن مومنوں کا گروہ اپ کی خدمت میں اتا تھا کبھی انکی تعداد اسّی ہوتی جو مسجد کے صفّہ پر رہتے تھے ، بعض ان میں شرمگاہ چھپانے بھر کے لباس سے بھی ٹھیک سے نہیں رکھتے تھے ، اسی زمانے میں ایسی بے سہارا عورتیں بھی ہو گئیں جنکے شوہر جنگوں میں مارے گئے ، وہ اپنے باپ کے گھروں میں بھی واپس نہیں جا سکتی تھیں ، کیونکہ وہ ان کو خدا و رسول کا دشمن اور نجس سمجھتی تھیں ، خود وہاں ایسے حادثے معاشرے میں گذر رہے تھے کہ اساس حیثیت سے عورتوں کا وجود بھاری بوجھ سمجھا جاتا تھا کیونکہ باپ اپنی بچیوں کو فاقے کے ڈر سے زندہ دفن کر دیتے تھے ، رسول خدا سے جنگ کے زمانے میں بھی اپ کو شکست دینے کیلئے انکی بیٹیوں کو طلاق کی پیشکش کرتے تھے ، اخر کار نوبت یہاں تک پہونچی تھی کہ اگر بیوہ عورتوں کے باپ ہوتے تو اپنے ساتھیوں سے اصرار کرتے تھے کہ شادی کر لیں جیسے عمر کی بیٹی حفصہ کے ساتھ ایسا ہی ہوا ۔

کیا اس صورتحال میں حفصہ سے رسول خدا کی شادی ایک بیوہ کی نفسیاتی شکست اور عثمان و ابوبکر سے ازردگی ختم کرنے کیلئے نہیں تھی ؟

اسی زمانے میں دوسری خواتین جیسے ام سلمہ جو بڑی عمر کی اور صاحب اولاد تھیں اور ان کے شوھر جنگ احد میں مارے گئے تھے ، شھر غربت ینگنیا کر سکتی تھیں کیا ان کے لئے ایسا ممکن تھا کہ اسی خانوادے میں واپس جائیں جنکے تشدد سے تنگ اکر انھوں نے حبشہ کی طرف فرار کیا تھا _

یا وہ دوسری خاتون زینب بنت خزیمہ جنکی رسول خدا سے پہلے دو مردوں سے شادیاں ہوئی تھیں اور دوسرے شوہر جنگ احد میں شھید ہوئے تھے ، وہ اپنی زندگی کے دن کیسے کاٹ سکتی تھیں ؟

اسی طرح ابو سفیان کی بیٹی ام حبیبہ جو اپنے خاندان کی سختیوں سے تنگ اکر اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ بھاگ گئي تھیں ، وہاں ان کے شوہر کا انتقال ہوگیا انکی بیچارگی کا درمان سوائے اس کے اور کیا تھا کہ رسول کے زیر سایہ اجائیں ام حبیبہ اسی ابو سفیان کی بیٹی ہیں جس نے اسلام کا نام و نشان مٹانے اور رسول خدا کو ذلیل کرنے کیلئے کوئي پاپ نہیں چھوڑا _

رسول خدا ﷺ کے خلاف جو بھی سرکشی کا پرچم بلند ہوا اسکا بانی مبانی ابو سفیان ، اپ نے اسی ابو سفیان کی امرو کا اسطرح تحفظ فرمایا کہ جسکا گمان بھی نہیں کیا جاسکتا تھا ، ہاں ، اگر قریش نے ابو سفیان کی سرکشی میں یہ کوشش کی تھی کہ اپ کی بیٹیوں کو طلاق دلا کر انکے گھر واپس کردیا جائے اج وہی پیغمبر ہیں ، اسی ابو سفیان کی بیٹی کو حبشہ سے نکاح نامے کے ساتھ اپنی زوجہ بنا لیا ، انھیں اعزاز و اکرام کے ساتھ مدینہ بلوایا ، یعنی انھیں عرب کے شریف ترین شخص کی خاتون بنا لیا ، رسول خدا خانوادہ ء عبد المطلب سے جو تھے یہی وہ بات تھی کہ ابو سفیان جھومنے لگا ، اور ایسا جملہ زبان سے نکالا جو ہمیشہ کیلئے ضرب المثل بن گیا ذالك الفحل لا يقدع انفه _

یہ وہ مرد ہے کہ اسکی ناک نہیں رگڑی جا سکتی اسکے دماغ پر ہتھوڑا نہیں لگایا جا سکتا ، ایسی کردار کی عظمت کا رد عمل تمام بنی امیہ کے افراد خاندان میں کیا تھی جو کچھ گذشتہ صفحات میں نقل کیا گیا اسکی مثال میرے علم میں تو نہیں ہے لیکن اس واقع کی نظیر جو مجھے معلوم ہے قبیلہ بنی المصطلق کے سردار کی بیٹی کی شادی کا واقعہ ، تفصیلی انداز میں نظر اتا ہے

قبیلہ بنی المصطلق خزائمہ کی ایک شاخ تھا ، اور مدینے سے پانچ منزل پر رہتا تھا ، اسکا سردار حارث رسول خدا ﷺ سے جنگ کرنے کیلئے قبائل عرب کو ملا کر ایک بڑا لشکر تیار کر چکا تھا کہ ناگہان رسول خدا نے اچانک ان پر حملہ کر دیا ،

اس وقت دوسرے قبائل جو اسکی کمک میں ائے تھے سبھی بھاگ گئے ، رسول خدا نے ان سے اسلام قبول کرنے کو کہا ، انھوں نے قبول نہیں کیا ، جنگ بھڑک اٹھی ، حارث کے قبیلے نے شکست کھا کر ہتھیار ڈال دئے ، قیدیوں میں خود حارث کی بیٹی بھی تھی ، جس انصاری نے اسے اسیر کیا تھا رسول خدا نے اسکو خرید کر ازاد کر دیا ، پھر اس سے خود ہی عقد کر لیا ، اور اپنی ازواج میں شامل کر لیا ، حالانکہ اگر چاہتے تو بطور کنیز اس سے ہم بستر ہوتے ، مسلمانوں نے اس ازدواج کے احترام میں اپنے تمام قیدیوں کو ازاد کر دیا ، اس اعلی ظرفی کی خبر حارث کو ملی تو مدینے ایا اور اسلام قبول کر لیا اسکے بعد تمام قبیلے والے مسلمان ہو گئے ، صلح حدیبیہ کے زمانے میں اسکا قبیلہ اور خزائمہ کا قبیلہ جس طرح قریش ہم پیمان ہوئے تھے یہ بھی ہم پیمان ہوئے _

یہیں سے جنگ زدہ عرب کے قبائل کی حکمت پر نظر جاتی ہے ، وہ لوگ جب چاہتے تھے کہ صلح و اشتی قائم ہو تو ظالم قبیلہ مظلوم قبیلے کو اپنی بیٹی دیدیتا تھا ، اور اس طرح شادی بیاہ کے ذریعے سیاسی رابطہ بر قرار ہو جاتا تھا ، واضح بات ہے کہ رسول خدا کی تمام شادیاں اس قاعدے سے مستثنی نہیں تھیں ، مثلاً صفیہ سے اپکا نکاح جو خیبر کے یہودی سردار کی بیٹی تھیں یا ریحانہ جو بنی نظیر کے یہودیوں میں سے تھیں اور اسکا شوہر بنو قریظہ کا یہودی تھا _

اس طرح کی شادیوں سے رسول خدا کا مقصد واضح ہوتا ہے کہ اپ سرکش قبائل سے رشتہ قائم کرنا چاہتے تھے ، اس حکمت کی وضاحت اس سے بھی ہوتی ہے کہ اپ نے کوئی ایک رشتہ بھی انصار سے قائم نہیں کیا ، کیونکہ انصار کی بیوہ عورتیں خود اپنے گھر اور ٹھکانے میں تھیں ، اپنے خاندان میں تھیں ، ان کو کسی سرپرستی یا معاشی تعاون کی ضرورت نہیں تھی ، بلکہ انصار ہی نے مکہ کے مہاجروں کی مالی مدد کی ، انھیں گھر ، لباس اور کھانا دیا ، ان تمام شادیوں سے رسول خدا کی حکمت عملی روشن ہے صرف دو مواقع ہیں جنکے تجزیے کی ضرورت ہے ، پہلی تو عائشہ سے اپ کی شادی ، کیونکہ رسول خدا نے ان سے نو سال پورے ہوتے ہی ازدواج فرمایا ، اور خود ہی یہ رواج موجودہ عادات کے مخالف ہے ، اور جو لوگ شہری زندگی بسر کرتے ہیں ان کے خصوصیات سے میل نہیں کھاتا _

اس اعتراض کے جواب میں اول تو ہم یہ کہیں گے کہ اس عہد کے زمانی و مکانی حالت کو اج کے زمانی و مکانی حالت پر قیاس کرنا غلط ہے ، ہم یہ بھی کہیں گے کہ خود رسول ہی نے ایسی کم عمر میں شادی نہیں کی ، بلکہ اپ نے بھی اپنی پیاری بیٹی کا عقد نو سال ہی کی عمر میں کیا ، اور یہ بات اسلامی قانونی لحاظ سے صحیح ہے دوسرے یہ کہ انسان کی فطرت ہے کہ گرم شہروں میں جلد بالغ ہو جاتا ہے اور جلد ہی ٹوٹ پھوٹ بھی جاتا ہے ، یہ چیز اج ہندوستان میں دیکھی

جا سکتی ہے، وہاں کی اکثر لڑکیاں جلد بالغ اور بچے والی ہو جاتی ہیں اور جلد ہی بوڑھی بھی ہوجاتی ہیں، اسی کے مقابل تبتی کہساروں معاملہ اس کے الٹا ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے وہاں مردوں کا سن کبھی کبھی دو سو سال تک پہونچ جاتا ہے اور سو سال میں وہ جوان نظر اتا ہے۔

دوسرا واقعہ زینب بنت جحش کے نکاح کا ہے، جو رسول کے منھ بولے بیٹے اسامہ کی مطلقہ تھیں، اس ازدواج کی حکمت میں نے وہیں بیان کی ہے۔

ان تمام تجزیوں سے رسول خدا کی متعدد ازواج کی حکمت واضح ہے پھر ان کے بارے میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اخر کیا بات ہوتی کہ رسول خدا کے خلاف بدگمانی اور غلط فہمی تعدد ازواج کے بارے میں پیدا ہو گئي، اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جس وقت ہم نے حدیث و سیرت کے تجزیے کئے تو ہم نے دیکھا کہ تمام غلط فہمیاں صرف اور صرف ان حدیثوں سے رسول خدا کے عورت باز ہونے کی نشان دہی ہوتی ہے، اور خودیہی اہم ترین مسئلہ اس کتاب کے لکھنے کا سبب بنا ہے۔

ایندہ فصلوں میں ہم بعض روایات پر بحث کریں گے۔

عائشہ رسول ﷺ کے گھرمیں

رشک، و غیرت

ہم نے بتایا کہ عائشہ نفسیاتی اعتبار سے بلندپرواز جاہ طلب، تند خو اور شوھر کے لئے دل میں رشک برتنے والی تھیں، وہ شوہر کے دل میں دوسرے کو جاگزیں نہیں دیکھ سکتی تھیں۔

ان کے شدید غیرت و حسد کا نمونہ اس وقت نظر اتا ہے جب رسول خدا نے وقتی مصلحت کے تحت دوسری شادی کی۔

عائشہ کا حسد اس وقت سامنے اتا ہے جب ام سلمہ زینب اور دوسری خواتین رسول کے گھر میں ائیں، اس دور میں ان لوگوں کا نام درمیان میں اتا ہے اور بے جھجھک اپنے اندرونی احساسات کو بغیر کسی پردہ پوشی کے ظاہر کیا ہے، اور اپنی شدید غیرت کو لچر اور بے بنیاد خیالات میں بیان کیا ہے۔ خاص کر ان راتوں میں جب رسول خد ﷺ اعبادت کے لئے گھر سے نکلتے ہیں، رسول خدا اندھیری راتوں میں جس وقت کے تمام دینا سکون و اطمیان سے سو رہی ہوتی

اپنے خدا سے راز و نیاز میں مصروف ہو جاتے، کچھ رات گذرتی تو خدا سے خلوت و عبادت کرتے، اس قسم کی عبادت کا اقدام اسطرح ہوتا کہ رسول خدا کی ہر رات کسی زوجہ کیلئے مخصوص ہوتی، یہی وجہ تھی کہ کچھ رات گذرنے کے بعد گھر سے باہر نکلتے جیسے مسجد میں یا بقیع کے قبرستان میں جاتے، اور وہیں عبادت کرتے، اسی طرح ایک رات جبکہ عائشہ کی باری تھی، رسول خدا کو انھیں کے گھر رہنا تھا، جس وقت رسول ﷺ خدا نے کچھ رات گذرنے کے بعد عبادت کے لئے گھر سے قدم نکالا عائشہ کی نسوانی رشک و غیرت بھڑک اٹھی، انھوں نے رسول خدا کا تعاقب کیا، ان کے پیچھے پیچھے چلیں تاکہ یہ دیکھیں کہ رسول خدا کہاں جا رہے ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟

عائشہ نے خود ہی مختلف مواقع اور مختلف راتوں میں اس تعاقب کے نمونے بیان کئے ہیں، ایئےم انھیں کی زبانی سنیں۔

راتوں کا تعاقب

عائشہ کہتی ہیں، ایک رات میں نے محسوس کیا کہ رسول ﷺ خدا اپنے بستر پر نہیں ہیں، میرے غم و غصے سے بھرے و سوسے اور خیالات نے اس گمان پر مجبور کیا کہ یقینی طور سے کسی دوسری عورت کے یہاں گئے ہیں، یہ سوچکر میں اپنی جگہ سے اٹھی اور انھیں تلاش کرنے لگی کہ ناگاہ انھیں مسجد میں پایا، وہ مسجد میں پڑے فرما رہے تھے۔

ربّ اغفرلی (خدایا مجھے بخش دے)[٢]۔

ایک اور جگہ فرماتی ہیں:

میں نے ایک رات دیکھا کہ پیغمبر اپنے بستر پر نہیں ہیں میں نے دل میں سوچا کہ یقینا کسی دوسری زوجہ کے یہاں گئے ہیں، کان کھڑے کر کے ادھر ادھر تلاش کرنے لگی ناگہاں دیکھا کہ بارگاہ خداوندی میں رکوع کر رہے ہیں[٣]

ان کا یہ بھی بیان ہے کہ میں نے ایک رات اپ کو اپنے بستر پر نہیں پایا، انھیں ڈھونڈھنے کیلئے اپنی جگہ سے اٹھی اور

٢۔ مسند احمد ج ٦/ص ١٤٧

٣۔ مسند احمد ج ٦ ص ١٥١

تاریک رات میں ہر طرف بے اختیار ہاتھ چلانے لگی اچانک میرا ہاتھ ان کے تلوے پر پڑ گیا ، وہ مسجد کے اندر بارگاہ خداوندی میں سجدہ کی حالت میں فرما رہے تھے [۴]_

اسی طرح وہ فرماتی ہیں :

ایک رات میری باری تھی کہ رسول خدا میرے گھر رات بسر کریں ، اپ نے عباء دوش سے اتار کر ایک طرف ڈالا ، جوتے ڈھونڈ ھکر بستر کے نزدیک پیروں کے پاس ڈالا اسوقت اپنے چادر منھ پر ڈالی اور لیٹ گئے ، دیر تک ایسے ہی رہے اس حد تک کہ اندازہ کر لیا کہ میں سو گئی ہوں پھر اپ اپنی جگہ سے اٹھے دھیرے سے اپنی عبا اٹھائی اسطرح جوتے پہنے کہ اواز نہ ہو ، پھر اپ نے کواڑ کھولی اور گھر سے اسطرح نکلے کہ پیروں کی چاپ بھی نہ سنائی دے ، میں بغیر کچھ سونچے اپنی جگہ سے اٹھی ، اپنے کپڑے پہنے ، اوڑھنی سر پر ڈالی اس پر عبا کھینچ کر تیزی کے ساتھ گھر سے نکلی اور ان کا پیچھا کرنے لگی ، میں نے انھیں بقیع کے قبرستان میں پایا ، رسول خدا وہاں بیٹھے اور کافی دیر ٹھرے رہے پھر میں نے دیکھا کہ تین بار ہاتھوں کو اسمان کی طرف بلند کیا ، پھر واپس ہوئے میں بھی واپس ہوئی ، وہ تیز بڑھنے لگے ، میں بھی تیز چلنے لگی ، وہ اور تیزی سے قدم بڑھائے میں نے بھی ایسا ہی کیا ، وہ دوڑنے لگے تو میں بھی دوڑی ، اخر کار ان سے پہلے گھر میں اگئی اور بس اتنی دیر کہ اپنے کپڑے اتار لے اور لیٹ گئی ، اتنے میں رسول خدا اگئے ، اس وقت میری سانس پھول رہی تھی رسول خدا نے فرمایا ، اس طرح تیز سانسیں کیوں لے رہی ہو؟

کچھ نہیں ، اے خدا کے رسول

تم خود کہو گی یا میرا واقفکار خدا اس راز سے اگاہ کرے گا ؟

میرے ماں باپ فدا ہوں ، بات اصل میں ایسی اور ایسی تھی

اچھا تو وہ سیاہی جو میرے اگے اگے تھی وہ تم تھیں ؟

جی ہاں_اسوقت رسول خدا نے ہتھیلی سے میری پشت پر اسقدر زور سے مارا کہ درد ہونے لگا_

تو نے ایسا گمان کیا تھا کہ خدا و رسول تیرے اوپر ظلم کریں گے ؟[۵]

۴_ مسند احمد ج ۶ ص ۵۸ و ج ۶ ص ۲۰۱

۵_ مسند احمد ج ۶ ص ۲۲۱

یہ بھی بیان ہے :

ایک رات رسول خدا میرے پاس سے نکل کھڑے ہوئے میری غیرت اور حسد خویش میں ایا ، غصے میں بھر گئي ، جب انحضرت واپس ائے اور میرا حال دیکھا تو وجہ پوچھی ، اور فرمایا عائشہ تجھے کیا ہوگیا ہے پھر بھی تو حسد اور غصہ کرتی ہے ـ

اخر میرے جیسی اپ جیسے کی حسد کیوں نہ کرے ـ

توپھر اپنے شیطان کے جال میں پھنس گئي ہے(۶)

یہ بھی بیان ہے :

جب کچھ رات گذر گئي ، رسول خدا اٹھے اور گھر سے نکل گئے میں نے گمان کیا کہ کسی زوجہ کے گھر گئے ہوں گے ـ

پھر میں اٹھی اور دھیرے دھیرے ان کا پیچھا کرنے لگی ، یہاں تک کہ اپ بقیع کے قبرستان میں گئے ، وہاں اپ بیٹھ گئے ، اور ان مومنوں سے جو ابدی نیند سوئے ہوئے تھے خطاب فرمایا :

اے گروہ مومنین تم پر صلوات

اچانک اپ مڑے تو مجھے اپنا پیچھا کرتے پایا تو فرمایا :

وائے ہو اس پر ، اگر قابو چلے تو کیا کیا کر گذرے(۷)

عائشہ اور دیگر ازواج رسول (ص)

مد بھیڑ ـ سوتاپا

ام المومنین عائشہ سے رنگ و صورت سے رشک و حسد اور نسوانی غیرت ، اور بد خلقی ظاہر ہوئي ہے ، جس کے نمونے دوسری ازواج رسول کے لئے اپے سے باہر ہونے ، برتن توڑنے اور کھانوں کو پھینکنے ، چال ڈھال کے ڈھنگ اور مد بھیڑوں میں نظر اتے ہیں ، میں نے ان دونوں باتوں کی الگ الگ طریقے سے بحث و تحقیق کی ہے ، پہلے عائشہ کے رد عمل کو پیش کرونگا کہ دوسری خواتین نے رسول خدا کے لئے کھانا تیار کر کے خدمت میں حاضر کیا تو عائشہ کا رد عمل کیا ہوا ، اسکے بعد دوسری ازواج رسول سے انکی مد بھیڑوں کو مورد بحث و تحقیق قرار دوں گا ـ

۶ـ مسند احمد ج ۶ ص ۱۱۵

۷ـ مسند احمد ج ۶ صفحات ۸۶ و ۱۱۱ , بروایت قاسم مسند طیالسی حدیث ۱۴۲۹

بد حواسیاں

فلما رایت الجاریه اخذتنی رعدة حتی استقلنی افکل ، فضربت القصعة فرمیت بها

میں نے جیسے ہی کھانے لئے ہوئي کنیز کو دیکھا تو میں تھر تھر کانپنے لگی ، پھر تو میں نے بد حواسی میں کھانے کا برتن تھاما اور دور پھینک دیا ـ

اتفاق ایسا ہوا کہ انحضرت ﷺ عائشہ کے گھر میں تھے ، ایک دوسری زوجہ نے اپ کے لئے کھانا تیار کر کے بھیجا اس وقت ام المومنین قابو سے باہر ہو گئیں اور شدید رد عمل میں ایسا غصہ دکھایا کہ اسکے نمونے یہاں پیش کئے جاتے ہیں

عائشہ اور ام سلمہ کی غذا

ایک دن رسول خدا ﷺ عائشہ کے گھر میں تھے ام سلمہ نے رسول خدا ﷺ کے لئے کھانا تیار کر کے ایک برتن میں رکھ کر بھیجا ، عائشہ کو پہلے یہ ام سلمہ کی ہی یہ خوش خدمتی معلوم ہو گئي تھی وہ خود کو عبا میں لپیٹے ہوئي تھیں ، ہاتھ میں پتھر تھا ، اسی پتھر سے کھانے کے برتن کو ایسا مارا کہ برتن ٹوٹ گیا ، رسول خدا ﷺ نے عائشہ کی یہ حرکت دیکھی تو اس برتن کے بدلے دوسرا برتن ام سلمہ کے لئے بھیج دیا[(۸)]

عائشہ اور حفصہ کا کھانا

خود ہی عائشہ کا بیان ہے:

میں نے رسول ﷺ خدا کے لئے کھانا تیار کیا تھا ، اتنے میں مجھے خبر ملی کہ حفصہ نے بھی ایسا ہی کیا ہے ، میں نے اپنی کنیز کو حکم دیا کہ تیار رہو اگر دیکھنا کہ حفصہ مجھ سے پہلے کھانا لے ائي ہے تو اس سے چھین کر دور پھینک دینا ، کنیز حکم بجا لائي اور ایسا ہی کیا ، نتیجے میں حفصہ کے کھانے کا برتن ٹوٹ گیا اور جو کچھ برتن میں تھا چرمی دستر خوان پر بکھر گیا ، رسول ﷺ خدا نے بذات خود گرے ہوئے کھانے کو جمع کر کے مجھ سے فرمایا :

اپنا برتن لائو اور حفصہ کے ٹوٹے برتن کے بدلے اسے بھیج دو [(۹)]

۸ـ صحیح مسلم باب الغیرة

۹ـ مسند احمد ج ۶ / ۱۱۱ ، و کنز العمال ج ۴ ص ۴۴

عائشہ اور صفیہ کا کھانا

صفیہ کا تعارف گذشتہ صفحات میں کیا گیا ، اب ذرا ام المومنین عائشہ کے بارے میں بھی سنئے ، خود عائشہ کی زبانی کھانے کا برتن دور پھینکنا اور صفیہ کا برتن ٹوٹنا ملاحظہ فرمایئے عائشہ کہتی ہیں :

ایک دن رسول ﷺ خدا میرے گھر میں تھے ، صفیہ نے کھانا پکا کر انحضرت کی خدمت میں بھیجا ، جب میں نے کھانا لئے ہوئے کنیز کو دیکھا تو میرے جسم مین لرزہ پڑ گیا یہاں تک کہ میں نے بد حواسی میں کھانے کا برتن چھین کر دور پھینک دیا ، میں نے رسول ﷺ خدا کی انکھیں غصے سے لال دیکھیں ان کے تمام وجود سے غم و غصہ جھلک رہا تھا ، میں نے فوڑاً کہا :

رسول خدا کے غصے سے حضرت کی پناہ چاہتی ہوں ، مجھے امید ہے کہ نفرین نہ فرمائیں گے ، توبہ کرو_

اب میں اس عمل کی تلافی کیسے کروں ؟

ویسا ہی کھانا بھیجو اور ویسا ہی برتن فراہم کر کے بدلے میں بھیجو (۱۰)_

مڈبھیڑیں

تغار علی قلب زوجھا ، فلا ترید ان تشارکھا فیہ انثی غیرھا

عائشہ اپنے شوہر پر بہت حاسد تھیں یہ حداست تھا کہ اپنے سوا دوسری عورت کے لئے شوہر کے دل میں ذرا گنجائشے نہیں دیکھ سکتی تھیں اب موقع ہے کہ دیگر ازواج رسول سے ام المومنین عائشہ کی تند مڈبھیڑوں اور گرما گرم اقدامات کا مطالبہ کیا جائے_

عائشہ و صفیہ

عائشہ اور صفیہ ایک گھریلو مڈبھیڑ میں ایک دوسرے کے ساتھ بد کلامی کرنے لگیں طعنہ زنی کے ساتھ مارپیٹ کرنے لگیں_

جب رسول خدا کو ان دونوں کے جھگڑے اور دعوے کی خبر ہوئي تو صفیہ سے فرمایا جو عائشہ کی ملامت اور ڈینگوں سے سخت رنجیدہ تھیں تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ میرے باپ ہارون تھے اور چچا حضرت موسی تھے ؟(۱۱)

۱۰_ مسند احمد ج ۶ ص ۲۷۷، ۱۴۴_ نسائي ج ۲ ص ۱۵۹، سیرۃ حلبیہ ۲۸۳، ۲۸۴

۱۱_ طبقات ابن سعد ج ۸,

خود عائشہ کا بیان ہے :

میں نے رسول خدا سے شکایت کرتے ہوئے کہا کہ صفیہ ایسی اور ویسی ہے ، میں نے اسکی بڑی مذمت کی رسول خدا نے میرا جواب دیا :

صفیہ کے بارے میں تم نے ایسی باتیں کہی ہیں کہ اس سے سمندر بھی گندہ ہو جائے (۱۲)

صفیہ کا بیان ہے :

میں رسول خدا کی خدمت میں روتی ہوئي پہونچی ،مجھے روتے ہوئے دیکھا تو فرمایا :

جس کی بیٹی کیوں رورہی ہو؟

میں نے سنا ہے کہ عائشہ و صفیہ بیٹھ کر میری برائیاں کرتی ہیں (۱۳)

سودہ کے ساتھ

ام المومنین عائشہ کا سودہ کے ساتھ دعوی اور تھپڑبازی کا قصہ یوںپیش ایا کہ ایک دن عائشہ نے سودہ کو شعر گنگنا تے ہوئے سن لیا

،عدی و تیم تبتغی من تحالف ۔

عدی اور تیم (دونوں کے نام ہیں) اس بات کے درپے ہیں کہ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کے ہم پیمان ہوں ۔

سودہ سے یہ شعر سن کر ام المومنین لال بھبوکا سرخ انگارہ ہوگئیں ۔

عمر کی بیٹی حفصہ سے کہا :

سودہ اپنے شعر سے میری اور تمھاری مذمت کر رہی ہے (۱۴)میں اس بدتمیزی کی سزا دونگی جب تم دیکھنا کہ میں سودہ کا گلا دبا دیا ہے تو میری مدد کو اجانا ۔

پھر وہ اٹھیں اور سودہ کے پاس پہونچی ان کا گریبان پکڑ لیا ، اور ان کے اوپر گھونسے اور لاتینبرسانے لگیں ، حفصہ بھی ام المومنین کی پشتیبانی میں کھڑی تھیں ، ام سلمہ نے یہ منظر دیکھا تو سودہ کی مدد کرنے پہونچ گئیں ۔

۱۲_ ترمذی بحوالہ زرکشی اجابہ ص۷۳

۱۳_ مستدرک الصحیحین ج۴ ، ص۲۹

۱۴_ جیسا کہ بیان کیا گیا عائشہ قبیلہ ء تیم سے تھیں اور حفصہ قبیلہ ء عدی سے یہ دونوں تیم و عدی قبیلے الگ الگ قریش کے قبیلے تھے

اب تو چار عورتیں غصے اور کینہ توزی کا مظاہرہ کر رہی تھیں ،نتیجے میں گھوسے بازی سے اواز تیز ہوتی گئي ، لوگوں نے رسول خدا کو خبر دی کہ اپ کے ازواج جان لینے دینے پر امادہ ہیں ، انحضرت تشریف لائے اور ان سے خطاب فرمایا :

تم سب پر افسوس ہے اخر تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے ؟

عائشہ نے جواب دیا :

خدا کے رسول اپ نے سنا نہیں کہ سودہ یہ شعر پڑھ رہی ہے عدي و تیم تبتغی من تحالف _

وائے ہو تم پر ، اس شعرمین تمھارے قبیلہ تیم کی طرف نہیں ہے نہ حفصہ کے قبیلہ عدی کی طرف اشارہ ہے ، بلکہ یہ تو بنی تیم کے دو قبیلوں کی طرف اشارہ ہے _

بے مہریہ عورتوں کے ساتھ

عائشہ کا بیان ہے:

ایسی عورتوں پر جو بغیر مہر لئے اپنے کو رسول خدا کیلئے پیش کرتیں اور اپ کی زوجہ بننے کی خواہشمند ہوتیں ، میرا خون جوش مارنے لگتا ، مارے غصے کے میں ان سے کہتی ، کیا ازاد اور اہمیت والی عورت بھی خود کو دوسروں کے لئے بخشتی ہے ؟ خاص طور سے ایسے وقت جبکہ یہ آیت نازل ہوئي ، اپنی ازواج میں سے جسے چاہو الگ کردو اور جسے چاہو اپنے لئے رکھو ، تمھارے اوپر کوئي گناہ نہیں (سورہ احزاب آیت ۵۰_۵۱)

میں نے رسول خدا کی طرف رخ کر کے کہا ، میں دیکھ رہی ہوں کہ خدا بھی اپ کی خواہش کے مطابق آیت اتار دیتا ہے[(۱۵)]

ابن سعد نے اپنی طبقات میں تفصیلی طور سے خواتین کے بارے میں جنھوں نے بغیر مہر لئے اپنے کو رسول کے لئے پیش کیا ، اور انحضرت ﷺ کی زوجہ بننے کی خواہش کی ان کے بارے میں قلم فرسائي کی ہے ، خاص طور سے اس خاتون کے لئے جن کے بارے میں ابھی اشارہ کیا گیا ، اسکا نام شریک اورغزیہ بتایا ہے[(۱۶)] اسی بات کو ابن حجر نے بھی کتاب اصابہ میں تفصیل سے لکھا ہے[(۱۷)]

۱۵_ صحیح بخاری تفسیر سورہ احزاب میں ج۳ ص۱۱۸_ صحیح مسلم ج۴ ص ۲۷۴

۱۶_ طبقات بن سعدج ۸ص ۱۵۴_۱۵۶

۱۷_ اصابہ ابن حجرج ۴ ص ۳۶۱و ۱۷۴

لیکن بطور کلی علماء نے ان متذکرہ خاتون کے بارے میں جسکی طرف قران نے اشارہ کیا ہے، اختلاف کیا ہے، اور یہ اختلاف اس صورت سے ہے کہ جس خاتون یا جن خواتین نے اپنے کو بے مہر لئے خدمت رسالت میں پیش کیا اور ام المومنین عائشہ کے غم و غصے کا شکار ہوئیں وہ ایک ہیں یا کئي عورتیں ہیں، اگرچہ آیت صرف ایک عورت کے بارے میں نازل ہوئي ہے، افسوسناک بات تو یہ ہے کہ اس خاتون کے نام کی اج تک نشاندہی نہیں ہو سکی۔

لیکن اس دلیل سے کہ عائشہ نے جن خواتین کیلیئے غم و غصہ ظاہر کیا اسے جمع کے لفظ سے بیان کیا ہے (کنت انحا ء علی اللائي و ھبن)

(میں ان عورتوں پر جو بے مہر لئے) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ کئي خواتین تھیں امام احمد نے اپنی مسند میں اس بات کو جمع کی ضمیر کے ساتھ ام المومنین کی طرف نسبت دی ہے۔

وہ (عائشہ) ان عورتوں کو ملامت کرنے لگیں جنہوں نے اپنے کو بغیر مہر لئے رسول کی خدمت میں پیش کیا [۱۸]

مسلم نے اپنی صحیح میں ھشام کی روایت نقل کی ہے کہ خولہ بنت حکیم ان عورتوں میں تھیں جنھوں نے بغیر مہر لئے رسول سے ازدواج کی خواہش ظاہر کی، اور اپنے کو رسول کے لئے بخشا، عائشہ اس بات پر بہت غصہ ہوئیں اور کہا کیا یہ عورت کیلئے شرمناک نہیں ہے کہ خود کو کسی مرد کیلئے بخشے اور بغیر مہر کے ازدواج کی خواہش کرے [۱۹]

ملیکہ کے ساتھ

رسول خدا نے فتح مکہ کے بعد ملیکہ بنت کعب سے عقد فرمایا، ملیکہ کے باپ کعب فتح مکہ کے موقع پر خالد کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔

کہتے ہیں کہ ملیکہ انتہائي حسین و خوبصورت عورت تھی، گویا اس وصال سے عائشہ کا نفرت و عناد بر انگیختہ ہونا بنیادی بات ہو سکتی ہے کیونکہ عائشہ اپنی خاص موقع شناسی اور نسوانی تندی احساس لئے ہوئے ملیکہ سے ملیں اور کہا، تمھیں شرم نہیں اتی کہ اپنے باپ کے قاتل کو شوہر بنا لیا ہے؟

۱۸_ مسند احمد ج۴ ص ۱۳۴ _ صحیح بخاری ج۴ ص ۱۶۲ - ابن ھشام ج۴ ص ۳۲۵ _

۱۹_ صحیح مسلم ج۳ ص ۱۶۳

ملیکہ اسانی سے عائشہ کی اس سرزنش کا شکار ہوگئیں اور ایسا دھوکہ کھایا کہ رسول خدا سے الگ ہو گئیں ، رسول خدا نے بھی انھیں طلاق دیدی اس کے رشتہ دار رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ :

اے خدا کے رسول وہ ابھی نوجوان ہے ، وہ دھوکہ کھا گئي ہے ، اس سے جو رد عمل ظاہر ہوا ہے اس کی اپنی رائے سے نہیں ہوا ہے اسے معاف کر دیجئے اور واپس بلا لیجئے ، لیکن رسول خدا نے اسے قبول نہ فرمایا(۲۰)

اسماء کے ساتھ

اسماء بنت لقمان قبیلہ کندہ کی خاتون تھیں ، وہ خاص طور سے عائشہ کے رشک و حسد کا شکار ہوئیں ، رسول خدا نے اسماء سے عقد فرمایا عائشہ تو اس قسم کی باتوں میں سخت حساس ہو ہی جاتی تھیں اسکی مسافرت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے قبضے میں کر لیا اور طعنہ دیا کہ ،

(اب دوسری بار اوارہ وطن ہے اور انھیں بھی ہم سے چھین کر اپنے لئے خاص ، ہم سے لے لی)

قبیلہ کندہ کا ایک وفد جسمیں اسماء کا باپ لقمان بھی تھا ، رسول خدا کی خدمت میں ایا رسول خدا نے ان سے اسماء کی خواستگاری کی جب رسول کی ازواج نے اسماء کو دیکھا تو رشک کرنے لگیں اور رسول کی نظر سے گرانے کے لئے مکاری سے بولیں ، اگر خوش قسمت بننا چاہتی ہو تو جسوقت رسول خدا تمھارے پاس ائیں ان سے کہو ، تم سے خدا کی پناہ چاہتی ہوں اسماء اسانی سے دھوکہ کھا گئي ، جیسے ہی رسول خدا نے کمرے میں قدم رکھا اور اس کی طرف بڑھے ، اسماء نے کہا :

تم سے خدا کی پناہ چاہتی ہوں

جو بھی خدا کی پناہ طلب کرے ، وہ اسکی امان میں ہے ، اب تم اپنے گھر واپس جاؤ ، اپ غصے میں بھرے کمرے سے باہر نکل ائے اسماء کا واقعہ حمزہ بن ابو اسید ساعدی اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے اسطرح نقل کرتے ہیں ، رسول خدا نے قبیلہ جون و کندہ کی اسماء بنت نعمان سے عقد کیا ، مجھے بھیجا کہ اسے جا کر لے ائوں وہ ائي تو عائشہ و حفصہ نے سازش کی کہ اسے ایک خضاب کرے اور دوسری سر میں کنگھی کرے اسی درمیان دونوں میں سے کسی نے ایک نے اسماء سے کہا :

---

۲۰ _ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۴۸ _ تاریخ ذھبی ج ۱ ص ۳۳۵ _ تاریخ ابن کثیر ج ۵ ص ۱۹۹ _ اصابہ ج ۴ ص ۳۹۲

رسول خدا ﷺ اس عورت سے خوش ہوتے ہیں جو کہتی ہے کہ میں خدا کی پناہ طلب کرتی ہوں ، تم بھی اگر انکی پیاری بننا چاہتی ہو تو ایسا ہی کہو ،رسول خدا اسماء کے پاس ائے تو جیسا اسے پڑھایا گیا تھا اس نے رسول خدا سے کہا ، اپ سے خدا کی پناہ طلب کرتی ہوں ، یہ سنتے ہی رسول خدا نے استین سے اپنا منھ چھپا کر تین بار فرمایا:

تو نے سب سے بڑی پناہ پکڑی ، پھر اپ کمرے سے باہر ائے اور مجھ سے فرمایا :

ابو اسید اسکو اسکے خاندان میں واپس پہونچا دو اور دو روٹی بھر کے تھیلے بطور تحفہ دیدینا اسماء اس اچانک واقعے سے سناٹے میں تھی ، جو فریب دیا گیا تھا ، اسکی وجہ سے بہت رنجیدہ تھی عمر بھر اس واقع کو یاد کرتی رہی ، وہ کہتی تھی اب مجھے اسماء نہ کہا کرو بلکہ بد بخت کہا کرو اور اسطرح پکارا کرو ادعونی الشقیة (میرے لئے بد بخت کو بلا دو)[۲۱]

اس واقع سے معلوم ہوتا ہے کہ جن خواتین نے ام المومنین کے سکھانے پڑھانے سے خدا کی پناہ طلب کی وہ ایک سے زیادہ تھیں

۔

۲۱_ ذیل المذیل طبری ج۱۲ ص۷۹ و مستدرک حاکم ج۷ ص۳۴_ استیعاب ج۲ ص ۷۰۳_ اصابہ ج۳ ص ۹۵۵۳۰ میں ہے کہ اسماء تمام عمر خون تھوکتی رہی اسے دق ہو گئي تھی اور وہ مر گئي_

ماریہ کے ساتھ

اسکندریہ کے حکمراں مقوقس ۷ھ اپنے بوڑھے بھائی مابور کے ساتھ ماریہ اور اسکی بہن شیرین کو رسول ﷺ خدا کے ایلچی حاطب [۱]بن بلتعہ کے ساتھ انحضرت ﷺ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا ، انھیں کے ساتھ ہزار مثقال سونا ، بیس ریشمی کپڑے ، مشہور نچر دلدل اور عفیر نام کا گدھا روانہ کیا ، حاطب نے راستے میں ماریہ اور شیریں کو اسلام قبول کرنے کیلئے کہا ان دونوں نے خوشی سے اسلام قبول کر لیا ، لیکن مابور مدینہ پہونچنے تک اپنے دین پر باقی تھا _

رسول خدا ﷺ نے ماریہ کو اپنے لئے مخصوص فرمالیا اور انھیں محلہ عالیہ[۲] کے ایک گھر جو اج مشربہ ام ابراہیم کے نام سے مشہور ہے رکھا ازاد عورتوں کی طرح انھیں حجاب میں رکھا اور ان سے ازدواج فرمایا ،ماریہ کو حمل ٹھرا اور اسی گھر میں لڑکا پیدا ہوا جس وقت ابراہیم پیدا ہوئے انحضرت ﷺ کی کنیز سلمی[۳] نے دایہ کے فرائض انجام دئے ، سلمی کے شوہر ابو رافع نے جب انحضرت ﷺ کو فرزند ابراہیم کے ولادت کی خوشخبری سنائی تو اپ نے خوشی میں انھیں انعام دیا _

ابراہیم کی ولادت ۸ھ میں ہوئی ، انصار کو اس سے بڑی خوشی ہوئی تھی انھوں نے ماریہ کی ضرورت پوری کرنے میں ایک دوسرے سے باری لے جانے کی کوشش کی اور بوجھ بٹانے کی ہر ممکن سعی کی ، کیونکہ وہ ماریہ سے رسول ﷺ خدا کا والہانہ تعلق دیکھ رہے تھے _

اس لئے دوسری ازواج کو جب ولادت ابراہیم کی خبر معلوم ہوئی تو ماریہ سے ان کا رشک و حسد بڑھ گیا ، وہ جل بھن گئیں ، انھوں نے اعتراض و شکایت کی زبانیں بھی کھول دیں ، لیکن اس طعن و میں کوئی بھی عائشہ سے اگے نہ بڑھ سکا _[۴]

۱_ حاطب کا نام عمر بن عمیر اور کنیت ابو عبد اللہ تھی _ قبیلہ لخم کے تھے رسول نے انہیں ۶ھ میں مقوقس کے پاس بھیجا _ مقوقس نے ماریہ اور شیریں و دیگر ہدایا کے ساتھ روانہ کیا _ حاطب کی ۳۱ھ میں مدینہ میں وفات ہوئی _ عثمان نے انکی نماز جنازہ پڑھائی _ اسد الغابہ _ اصابہ اور استیعاب دیکھئے

۲_ مدینے کے بالائی حصہ کو عالیہ کہتے _ وہاں قبیلہ بنی نظیر رہتا تھا

۳_ زوجہء رسول صفیہ کی کنیز سلمی تھیں _ وہ جنگ خیبر میں موجود تھیں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی دایہ کے فرائض بھی انجام دئے تھے _ انہوں نے غسل فاطمہ میں بھی شرکت کی تھی

۴_ طبقات بن سعد ج ۱ ص ۱۳۴

خود عائشہ کا بیان:

مجھے ماریہ سے زیادہ کسی عورت پر رشک و حسد نہیں ہوا ، ماریہ بہت حسین تھی ، اسکے بال گھونگھریالے تھے ، جو دیکھتا دیکھتا ہی رہ جاتا ، اس پر مزید یہ کہ رسول خدا اس سے بہت محبت کرتے تھے۔

رسول خدا ﷺ نے شروع میں ماریہ کو حارثہ[۵] بن نعمان کے گھر میں رکھا اور جب میں نے رسول ﷺ خدا کی اس سے والہانہ محبت دیکھی تو ماریہ کی مخالفت میں جٹ گئی ، اس قدر ستایا کہ ماریہ نے مجھ سے تنگ اکر رسول سے شکایت کی ، رسول ﷺ خدا نے بھی اسے عالیہ کے مکان میں منتقل کر دیا اور وہیں اسکے پاس جاتے ، یہ تو میرے اوپر اور بھی گراں گذرا خاص طور سے میری اتش رنج اور جلن اتنی بڑھی کہ خدا نے اسے لڑکا بھی دیدیا ، حالانکہ خدا نے مجھے اولاد سے محروم رکھا وہ یہ بھی کہتی ہیں۔

جب ابراہیم پیدا ہوئے ایک دن رسول خدا بچے کو میرے پاس لائے اور فرمایا :

_ذرا دیکھو تو مجھ سے کس قدر شباھت رکھتا ہے

_ نہیں ، ہرگز ایسا نہیں ، میں تو کوئی شباہت نہیں دیکھتی

_ کیا تم اسے میری طرح گورا نہیں دیکھ رہی ہو ، بالکل میرے بدن کی طرح ہے۔

_ ارے جسے بھی بکری کا دودھ پلایا جائے گا سفید اور موٹا ہو ہی جائے گا_

عائشہ اور حفصہ کی انہیں حرکتوں اور سخت جلن کی وجہ سے خدا نے ماریہ کی برائت میں سورہ تحریم نازل فرمائی موثق روایات کی بناء پر رسول خدا نے حفصہ کے گھر میں ماریہ سے ہمبستری فرمائی_ جب حفصہ کو اس کی خبر ہوئی تو بھڑک اٹھیں_ لگیں انحضرت سے چلّا چلا کر گلا شکایتیں کرنے ، اس قدر اسمان سر پر اٹھا یا کہ رسول خدا ﷺ نے حفصہ کی دلجوئی اور خوشنودی کے لئے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کر لیا ، لیکن اسی کے ساتھ حفصہ سے کہا کہ یہ بات کسی سے نہ کہنا ، اور اس راز کو کسی دوسرے سے بیان نہ کرنا حفصہ نے رسول خدا ﷺ کی تمام تاکیدوں کو قطعی نظر انداز کر دیا ، اس راز کو عائشہ سے بیان کر ڈالا ، وہ بھی ایک تحریک میں معاون ہو گئیں پھر تو دونوں کی عیاریاں اور کج رفتاریاں بڑھتی گئیں ، اخر کار ان دونوں کی سرزنش میں سورہ تحریم نازل ہوئی اور خدا نے اس راز سے پردہ اٹھا یا_[۶]

۵_ حارثہ قبیلہ بنی نجار سے تھے_ جنگ بدر اور بعد کی دوسری جنگوں میں شریک رہے حارثہ کی خلافت معاویہ کی زمانے میں وفات ہوئی_ اسد الغابہ ج ۱ ص ۳۵۸_ اصابہ ج ۱ ص ۱۵۳۲

۶_ طبقات بن سعد ج ۸ ص ۱۳۴

سورہ تحریم

خدا کے نام سے جو بخشنے والا اور مہربان ہے

اے پیغمبر ﷺ تم کیوں اس چیز کو حرام کرتے ہو جسے خدا نے تمھارے لئے حلال کی ہے، تم اپنی بیویوں کی خوشی چاہتے ہو ؟ اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

اللہ نے تم لوگوں کے لئے اپنی قسموں کی پابندی سے نکلنے کا طریقہ مقرر کردیا ہے، اللہ تمھارا مولا ہے اور وہی دانا اور حکیم ہے۔

اور جس وقت پیغمبر نے اپنی ایک بیوی (حفصہ) سے راز کی ایک بات کہی تھی، پھر جب اس بیوی نے اس راز کو (عائشہ) پر راز ظاہر کردیا، خدا نے اس افشائے راز کو پیغمبر سے باخبر کردیا (پیغمبر ﷺ نے بھی) اس پر کسی حد تک جو عائشہ اور حفصہ کے درمیان گذری تھی تذکرے کے انداز میں حفصہ سے بیان کیا اور بعض سے درگزر کیا، پھر جب پیغمبر نے اس افشائے راز کی بات بتائی تو حفصہ نے پوچھا اپ کو اس کی کس نے خبر دی ؟ پیغمبر نے حفصہ کے جواب میں فرمایا، مجھے اس نے خبر دی ہے جو سب کچھ جانتا ہے اور اچھی طرح باخبر ہے

اگر تم دونوں (عائشہ و حفصہ) خدا کی طرف واپس اتی ہو اور توبہ کرتی ہو تو تمہارے دل سیدھی راہ سے ہٹ گئے ہیں، اور اگر پیغمبر ﷺ کے مقابلے میں تم نے باہم جتھہ بندی کی تو جان رکھو کہ اللہ اس کا مولی ہے اور اس کے بعد جبرئیل اور مومنوں میں مرد صالح ہے، اور سب ملائکہ اسکے ساتھی اور مددگار ہیں، بعید نہیں کہ اگر پیغمبر تم سب بیویوں کو طلاق دیدے تو اللہ اسے ایسی بیویاں تمہارے بدلے میں عطا فرمادے جو تم سے بہتر ہوں، سچی مسلمان، باایمان، اطاعت گذار، توبہ والی، عبادت گذار اور روزہ دار ہوں خواہ شوہر دیدہ ہوں یا باکرہ۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو بچائو اپنے اپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس اگ سے جسکا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، جس پر نہایت تند خو اور سخت گیر فرشتے مقرر ہوں گے، جو کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم بھی انھیں دیا جاتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔

اے کافرو اج معذرتیں پیش نہ کرو تمھیں تو ویسا ہی بدلہ دیا جا رہا ہے جیسے تم عمل کر رہے تھے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے توبہ کرو، خالص توبہ، امید ہے کہ اللہ تمہاری برائیاں تم سے دور کردے اور تمھیں ایسی جنتوں میں داخل فرمادے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، یہ وہ دن ہوگا جب اللہ اپنے پیغمبر کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہ کرے گا ان کا نور ان کے اگے اگے اور ان کے دائیں جانب دوڑ رہا ہو گا، اور وہ کہہ رہے ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار، ہمارا نور ہمارے لئے مکمل کردے اور ہم سے درگزر فرما، تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

اے رسول، کفار اور منافقین سے جہاد کرو اور ان کے ساتھ سختی سے پیش ائو، ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

اللہ کافروں کے معاملے میں نوح اور لوط کی بیویوں کو بطور مثال پیش کرتا ہے وہ ہمارے دو صالح بندوں کی زوجیت میں تھیں، مگر انھوں نے اپنے شوھروں سے خیانت کی اور اللہ کے مقابلے میں ان کے کچھ بھی نہ کام اسکے، دونوں سے کہہ دیا گیا کہ جائو اگ میں جانے والوں کے ساتھ تم بھی چلی جائو اور اہل ایمان کے مقابلے میں اللہ فرعون کے بیوی کی مثال پیش کرتا ہے جبکہ اس نے دعا کی، اے میرے رب، میرے لئے اپنے یہاں جنت میں ایک گھر بنادے اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے بچالے اور ظالم قوم سے مجھے نجات دے اور عمران کی بیٹی مریم کی مثال دیتا ہے جس نے اپنی عفت کی حفاظت کی پھر ہم نے اس کے اندر اپنی طرف سے روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کے ارشادات اور اسکی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت گزار لوگوں میں سے تھی۔

سورہ تحریم ام المومنین عائشہ بنت ابو بکر اور حفصہ بنت عمر بن خطاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اس سلسلے میں سیکڑوں حدیثیں ابن عباس کے طریق سے اور خود عمر بن خطاب کے طریق سے وارد ہوئی ہیں جن سے اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے۔[۷]

اور میں انشاء اللہ بعد کے صفحات میں جہاں ام المومنین عائشہ کی احادیث پر بحث کروں گا، وہیں تفصیلی تبصرہ کروں گا۔

۷۔ صحیح بخاری مطبوعہ مصر سال ۳۶۔۳۷ جلد ۳/ ص ۱۳۷، تفسیر سورہء تحریم، کتاب فضائل القران جلد ۳/ ص ۱۳۸، اور باب موعظہ الرجل جلد ۳/ ص ۱۴۷، کتاب المظالم جلد ۴/ ص ۴۷، صحیح مسلم الرضاع جلد ۱/ ۵۰۹ صحیح ترمذی ج ۲/ ۴۰۹، مطبوعہ ہندوستان، صحیح نسائی ج ۱/ ص ۳۰۲، اسکے علاوہ تفسیر طبری اور در منثور بھی دیکھی جا سکتی ہے

عائشہ اور خدیجہ کی یادیں

عائشہ کا بیان ہے :

ازواج رسول ﷺ خدا میں خدیجہ سے زیادہ مجھے کسی پر بھی رشک و حسد نہیں ہوا ، وجہ یہ تھی کہ رسول ﷺ خدا انھیں بہت یاد کرتے تھے ہر وقت تعریف کرتے رہتے ، خصوصیت یہ تھی کہ خداوند عالم نے اپنے پیغمبر کو وحی کے ذریعے خبر دی تھی کہ خدیجہ کے لئے جنت میں ایک پر شکوہ اور سجا سجایا محل عطا فرمایا ہے _ (۸)

یہ بھی بیان ہے کہ_ حالانکہ میں نے خدیجہ کو نہیں دیکھا تھا ، پھر خدیجہ سے زیادہ کسی پر بھی رشک و حسد نہیں ہوا ، کیونکہ اکثر ایسا ہوتا کہ رسول خدا ﷺ خدیجہ کی اچھائیوں کو یاد کرتے ، انکی تعریف و ستائشے کرتے ، اکثر اپ ایک گوسفند ان کے نام سے قربانی کرتے ،اسکی بوٹیاں کرکے تقسیم فرما دیتے (۹)

یہ بھی حکایت کرتی ہیں کہ :

ایک دن خدیجہ کی بہن ہالہ بنت خویلد نے رسول خدا سے ملاقات کی اجازت مانگی ، رسول ﷺ خدا نے جیسے ہی ہالہ کی اواز سنی ، خدیجہ کی یاد اگئي اپ کی حالت شدت سے متغیر ہوگئي اور بے اختیار فرمایا :

ہائے میرے خدا ، ہالہ

یہ سنکر میری تو خدیجہ سے جلن بھڑک اٹھی تھی ، فوراً کہا اپ اس بے دانت کی بڑھیا کو کتنا یاد کرتے رہتے ہیں ؟

زمانہ ہوا کہ وہ مرگئي اور خدا نے اس سے بہتر اپ کو عطا فرما دیا (۱۰)

ایک دوسری روایت میں یہی بات یوں بیان کی ہے _

میرے اس اعتراض پر رسول ﷺ خدا کو میں نے دیکھا کہ چہرہ بھڑک اٹھا ، چہرے کی حالت متغیر ہو کر ویسی ہوگئي

۸_ بخاری ج ۲ ص ۲۷۷

۹_ بخاری ج ۲ ص ۲۱۰

۱۰_ حضرت خدیجہ کے حالات زندگی ، فداکاریاں ، امتیازی اور اہم ترین اخلاقی خصوصیات پر مستقل کتاب کی ضرورت ہے _ اپ کے حالات طبقات بن سعد ، استیعاب ، اسد الغابہ اور اصابہ کے علاوہ وہ بہت سی کتابیں دیکھنے کی ضرورت ہے _

جیسی وحی نازل ہوتے وقت ہوتی، جب اپ اسمانی حکم کے منتظر ہوتے کہ پیغام رحمت نازل ہوتا ہے یا عذاب[11]

ایک دوسری روایت میں ہے_

عائشہ کہتی ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا، نہیں... ہرگز خدا وند عالم نے مجھے اسکے بدلے اس سے اچھی عورت نہیں دی، کیونکہ جسوقت تمام لوگ میرا انکار کررہے تھے، وہ مجھ پر ایمان لائیں، لوگ جب مجھے جھوٹا سمجھ رہے تھے، خدیجہ نے میری تصدیق کی، جب لوگوں نے مجھے مالی پریشانیوں میں ڈالا تو انھوں نے اپنی بے حساب دولت میں مجھے شریک کیا، خدا نے دوسری عورتوں سے مجھے اولاد نہیں دی، خدیجہ سے مجھے اولاد عطا فرمائی[12]

رسول ﷺ خدا ہمیشہ اپنی اس پہلی رفیقہ حیات کی اچھائیوں کو یاد کرتے، انکی یادوں اور یادگاروں کی تجدید فرماتے، ان کے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک فرماتے، انھیں دوسروں پر مقدم کرتے انکی یادیں تمام زندگی پر محیط رہیں، یہی وجہ تھی کہ ام المومنین کا سینہ ان کی نفرت و حسد و جلن سے بھر گیا تھا، اسی وجہ سے جب بھی خدیجہ کا نام اتا، اپ انھیں یاد کرتے تو یہ اعتراض کی زبان کھول دیتیں سب سے بدتر یہ کہ وہ خدیجہ کی تعریف سنکر اندوہ سے پاگل ہو جاتیں اپنے کو سرزنش و مذمت کا سزاوار پاتیں، انھیں باتوں کی وجہ سے خدیجہ کی بیٹی حضرت فاطمہ اور ان کے بچوں سے روابط خراب تھے، کیونکہ رسول خدا ان سے والہانہ پیار کرتے_

اسی دشمنی اور اندرونی نفرت کے اثرات کا اندازہ مسند احمد بن حنبل کی روایت سے ہوتا ہے جسے نعمان بن بشیر نے بیان کیا ہے_

ایک دن ابو بکر نے رسول خدا ﷺ سے ملاقات کی اجازت چاہی اسی وقت انھوں نے کمرے سے عائشہ کی اواز سنی جو چلا رہی تھیں_

خدا کی قسم، میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ اپ علی کو میرے باپ سے زیادہ چاہتے ہیں

۱۱_ مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۰، ۱۵۴

۱۲_ مسند احمد ج ۶ ص ۱۱۷، وسنن ترمذی ص ۲۴۷

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے بارے میں نفرت و عناد کا ایک گوشہ ایک تقریر میں بیان فرمایا، لیکن وہ...عائشہ، اس نے عورتوں کے مزاج کے مطابق عقل کو طاق پر رکھ دیا ہے، کینہ و عناد کے شرارت اپنے دل میں اسطرح بھڑکا لئے ہیں جیسے لوہاروں کی بھٹی دھونکی جاتی ہے، اگر اس سے کہا جائے کہ جو سلوک، میرے ساتھ کرتی ہے دوسرے کے ساتھ بھی کرے تو ہر گز پسند نہ کریگی نہ مانے گی اخر امیر المومنین نے بات اس پر ختم کی۔

اسکے باوجود اسکے سابقہ احترامات محفوظ ہیں، اسکے کرتوتوں کا بدلہ خدا دیگا، وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے۔

ابن ابی الحدید کی عبارت

و کانت تکثر الشکوی من عائشه، و یغشا ها نساء المدینه فینقلن الیها کلمات عن عائشه۔

فاطمہ کا دل عائشہ کے طعنوں سے بھرا ہوا تھا کیونکہ مدینے کی عورتیں اپ کے پاس اتیں اور طعنوں بھری باتیں عائشہ کی پہونچاتی رہتی تھیں ابن ابی الحدید:

حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کے بیان کینہ ء عائشہ کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ابن ابی الحدید معتزلی کے بیان و شرح کو بھی بیان کیا جائے کیونکہ یہ بیان غور طلب ہے، وہ لکھتے ہیں:

میں جس وقت علم کلام کی تحصیل میں مشغول تھا، میں نے امام کے اس خطبے کو اپنے استاد شیخ ابو یعقوب یوسف بن اسماعیل لمعانی کے سامنے پڑھا، اور ان سے خواہش ظاہر کی کہ اس کے راز سے مطلع فرمایئے، شیخ نے میری خواہش قبول کی، انھوں نے جو اس خطبے کی تشریح فرمائی اسکو بطور خلاصہ یہاں نقل کر رہا ہوں، کیونکہ انکی پوری بات اس وقت میرے حافظے میں نہیں، پوری تفصیل کو اختصار کے ساتھ پیش کر رہا ہوں۔

شیخ ابو یعقوب نے اس طرح کہا :

فاطمہ کی سوتیلی ماں

پہلی بار عائشہ و فاطمہ کے درمیان کینہ و دشمنی اسطرح شروع ہوئي کہ رسول خدا نے خدیجہ کے انتقال کے بعد عائشہ سے عقد فرمایا ، خدیجہ کی جگہ عائشہ کو ملی حالانکہ فاطمہ حضرت خدیجہ کی بیٹی تھیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ جس بیٹی کی ماں مرجائے اور اسکا باپ دوسری شادی کرلے تو اس بیٹی سے باپ کی دوسری زوجہ سے تعلقات ٹھیک نہیں رہتے ، اور یہ بات فطری اور مسلم ہے ، کیونکہ ہر عورت اپنے شوہر کی پہلی زوجہ کی اولاد سے دشمنی کا برتائو کرتی ہے ، خاص طور سے ایسی حالت میں کہ جب شوہر کی پہلی زوجہ سے شدید وابستگی کا مظاہرہ ہو

اسی طرح اگر بیٹی باپ کو دوسری عورت کی طرف توجہ کرے اسکی سوتیلی ماں ہو تو غمگین اور نگراں رہتی ہے ، باوجودیکہ خدیجہ دنیا سے گذرچکی تھیں لیکن بہر حال عائشہ حضرت فاطمہ کی سوتیلی ماں تھیں ، اگر خدیجہ زندہ ہوتیں اور عائشہ کے قدم پیغمبر کے گھر میں ائے ہوتے تو دشمنی اور لڑائي سخت اور شدید ہوتی ، لیکن جبکہ ماں کا انتقال ہو چکا تھا تو یہ دشمنی وراثت میں فاطمہ کو ملی تھی ـ

دوسری طرف دیکھئے کہ کہا جاتا ہے کہ رسول ﷺ خدا عائشہ سے بہت محبت فرماتے تھے[۱۳] انکی بہت مراعات فرماتے ، یہ بنیادی چیز کہ رسول جس قدر عائشہ سے زیادہ محبت فرماتے اسی قدر حضرت فاطمہ کا رنج و اندوہ بڑھتا جاتا ، احساسات مجروح ہوتے رہتے ـ

فاطمہ علیہا السلام پیغمبر ﷺ کی پیاري

رسول ﷺ خدا اپنی بیٹی فاطمہ کو لوگوں کی توقع سے زیادہ پیار کرتے اور تعظیم فرماتے ، اور عام ادمی جسقدر اپنی بیٹی سے اظہار محبت کرتا ہے اسی سے کہیں زیادہ محبت فرماتے ، یہ پدرانہ شفقت و محبت حد سے زیادہ اور کہیں زیادہ نظر اتی ہے ـ

۱۳ـ عائشہ سے رسول خدا ﷺ کی محبت کے سارے افسانے تنہا عائشہ سے مروی ہیں اور میں انشاء اللہ اگلے صفحات میں ان پر تبصرہ کروں گا ـ

پیغمبر ﷺ خدا چاہے وہ عام نشست ہو یا خاص، مختلف موقعوں پر بارہا فرما چکے تھے، فاطمہ تمام عالمین کی عورتوں کی سردار ہے، وہ مریم بنت عمران کی مانند ہے (۱۴)

جب فاطمہ عرصہ محشر سے گذرینگی تو عرش کی جانب سے منادی پکارے گا اپنی انکھیں بند کر لو کہ فاطمہ تمھارے درمیان سے گذرنے والی ہیں (۱۵)

اس قسم کی تمام احادیث میں ذرا بھی شک و شبہ نہیں کیا جا سکتا فاطمہ اور علی سے شادی بھی خدا وند عالم نے مقرب فرشتوں کو گواہ بنا کر اسمان پر فرمائی تھی (۱۶)

رسول ﷺ خدا نے اکثر فرمایا کہ جو چیز فاطمہ کو رنج پہونچاتی ہے وہ مجھے رنج پہونچاتی ہے، جو کچھ اسے غضبناک کرتی ہے مجھے غضبناک کرتی ہے (۱۷)

وہ میری پارہ جگر ہے اسکی نگرانی سے میں رنجیدہ و ملول ہوتا ہوں (۱۸)

اس قسم کی احادیث سے رسول کی زوجہ عائشہ کیلئے اس بات کا سبب بنا کہ وہ فاطمہ سے حسد کریں، جس قدر رسول ﷺ خدا اپنی بیٹی فاطمہ کا احترام فرماتے ان کا کینہ و عناد تیز سے تیز تر ہوتا، حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ اس سے بھی کمتر حسن سلوک بھی سوتیلی ماں کے کینہ و عناد کو بڑھا دیتا ہے۔

لیکن رسول کے اعزاز و اکرام فاطمہ سے جس قدر عائشہ کے دل میں کینہ و عناد تیز ہوتا، حضرت علی کے دل میں خوشی بڑھتی اور فاطمہ کا احترام ان کے دل میں زیادہ ہوتا اکثر ایسا ہوتا ہے کہ عورتیں اپنے شوہروں کے دل میں عداوت و دشمنی پیدا کر دیتی ہیں کیو نکہ مثل مشہور ہے راتوں کی ہمدم (محدثات اللیل)

۱۴_ کنزل العمال ج ۶ ص ۲۱۹ حدیث شمارہ ۳۸۵۳_۳۸۵۴_۳۸۵۵

۱۵_ مستدرک ج ۳ ص ۱۵۳_۱۵۶

۱۶_ مستدرک ج ۳ ص ۱۵۸_۱۵۹ وکنز ج ۶ ص ۲۱۸ حدیث ۳۸۳۴

۱۷_ مصدر سابق

۱۸_ کنزالعمال_ اسد الغابہ_ استیعاب_ حلیہ ابو نعیم و خلاصہ تہذیب الکمال

حضرت فاطمہ علیہا السلام عائشہ کی بہت شکایت کرتیں اور مدینے کی ہمسایہ عورتیں کبھی کبھی اپ کے پاس اکر عائشہ کی باتیں ان سے بیان کرتیں، پھر حضرت فاطمہ علیہا السلام کا رد عمل عائشہ سے بیان کرتیں جس طرح فاطمہ اپنا درد دل اپنے شوہر علی علیہ السلام سے کہتی تھیں اسی طرح عائشہ اپنے باپ سے اسکی شکایت کرتی تھیں کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ شوہر سے شکایت کرنے سے ان کے شوہر نہیں مانیں گے۔

عناد کے کئي رخ

یہ معاملہ بجائے خود ابوبکر کے دل میں نا پسندیدہ اثرات مرتب کرتا تھا، وہ اس سے رنجیدہ ہوتے تھے، اور جب وہ دیکھتے تھے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا علی کی تعریف و ستائشے کا کوئي موقع فروگذاشت نہیں کرتے انھیں اپنے سے مخصوص قرار دیا ہے، مقرب بنا لیا ہے تو ان کے دل میں کینہ و عناد کی اگ بھڑک اٹھتی، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک علی کا مرتبہ و مقام دیکھ کر انھیں رشک اتا، جبکہ وہ اپنے کو سسر ہونے کی حیثیت سے علی سے زیادہ اسکا مستحق سمجھتے۔
یہ حسد اور نفسیاتی کسک عائشہ کے چچیرے بھائي طلحہ کے دل میں بھی تھی عائشہ اپنے باپ ابو بکر اور بھائي طلحہ کے پاس جاکر انکی توقعات کو سنتی تھیں ان کے دلی درد پر توجہ کرتیں، وہ دونوں بھی اظہار ہمدردی کرتے، اسطرح علی و فاطمہ سے کینہ وعداوت کا تبادلہ ہوتا، ان لوگوں کے دل میں جس قدر بھی علی سے عداوت سخت تر ہونے کی بات ہو میں اسکی صفائي نہیں دے سکتا، ادھر علی علیہ السلام و عائشہ کے درمیان حیات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایسے واقعے پیش ائے، گفتگو کے

تبادلے ہوئے جو ان کے پوسیدہ احساسات اور فتنے ابھارنے کیلئے کافی تھے ـ

جیسے کہ روایت ہے ، ایک دن رسول خدا ﷺ نے علی سے رازدارانہ بات کی اور یہ رازداری کافی طویل ہوئي(۱۹) عائشہ اس بات کی فکر میں لگی ہوئي تھیں اپنے کو اچانک ان دونوں کے درمیان پہونچا دیا اور کہا کہ اخر کون سی اہم بات ہے کہ اپ دونوں اتنی دیر سے گفتگو کر رہے ہیں ، کافی دیر لگا دی ؟

.بیان کیا جاتا ہے کہ رسول ﷺ خدا اس ناگہانی امد سے سخت غضبناک ہوئے اسی کے ساتھ یہ بھی روایت کی جاتی ہے کہ رسول ﷺ خدا کیلئے کھانا بھیجا گیا تھا انھوں نے اپنے نوکر کو حکم دیا کہ انتظار میں رہے ، جیسے ہی کھانا ائے اسے پھینک دے اس قسم کے معاملات عام طور سے عورت اور شوہر کے گھر والوں کے درمیان پیش اتے ہیں ـ

فرزندان فاطمہ سے رسول کا والہانہ پیار :

فاطمہ کو کئي لڑکے اور لڑکیاں ہوئیں ، حالانکہ عائشہ اولاد سے محروم رہیں اور عائشہ کے بے اولاد ہونے کا بدترین اور دردناک ترین پہلو یہ تھا کہ رسول خدا نے فرزندان فاطمہ کو اپنی اولاد کہا ،ہمیشہ انھیں اپنا فرزند کہکے خطاب فرماتے مثلافرماتے ، میرے فرزند کو لائو ...میرے فرزند کو مت روکو ...اوریا میرے فرزند کے ساتھ کیا کر رہا ہے؟

ان حالات میں جب اپنے شوہر کو ایک بے اولاد عورت دیکھتی ہے کہ اپنے بیٹی کے فرزندوں کو اپنا فرزند کہہ رہا ہے اور ان کے ساتھ ایک شفیق اور مہربان باپ کی طرح برتائو کمر رہا ہے ، اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہے انکی قدر و منزلت بڑھا رہا ہے تو کیا سوچے گی ؟

کیا وہ ان بچوں اور انکی ماں سے محبت کریگی یا ان سے نفرت کریگی ؟کیا یہ مسلسل سلگنے والی بھٹی مہربانی اور صفائي چاہے گی یا زوال کی ارزو کریگی ، اس سے بھی زیادہ دردناک تربات یہ تھی کہ رسول نے حکم دیا ـ

۱۹ـ اس راز و نیاز کو مورخوں نے جنگ طائف کے موقع پر بتایا ہے ـ کہتے ہیں کہ جب راز و نیاز کافی دیر ہوا تو لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ رسول نے اپنے چچیرے بھائي سے دیر تک راز و نیاز کیا ایک روایت ہے کہ یہ بات ابوبکر نے کہی تھی ـ رسول خدا ﷺ نے جواب دیا کہ میں نے راز و نیاز نہیں کیا بلکہ یہ خدا کی جانب سے راز و نیاز تھا ـ صحیح ترمذی ج۲ ص ۲۰۰ ـ تاریخ خطیب ج۷ ص ۴۰۲ ـ کنزالعمال ـ اسد الغابہ

مسجد کی طرف کھلنے والے تمام دروازے بند کئے جائیں ، اسی وقت حکم دیا کہ ان کے داماد علی کا دروازہ مسجد کی طرف کھلا رہے ؟[۲۰]

اور یہ کہ پہلے ابو بکر کو سورہء برائۃ کی تبلیغ کے لئے دیا کہ مکہ جا کر مشرکین کو سنائیں پھر انھیں اس عہدے سے بر طرف کر کے اپنے داماد علی کو دیدیا[۲۱] یہ بات بھی عائشہ کیلئے بڑی ناگوار تھی جب خدا نے ماریہ کو ابراہیم جیسا فرزند عطا فرمایا ، علی اپنی مسرت روک نہیں سکے ، جس طرح اپ دوسری ازواج رسول کے ساتھ تعاون فرماتے تھے ، ماریہ کے ساتھ بھی تمام توجہ کے ساتھ کمک اور تعاون فرمایا ۔

جب ماریہ پر الزام لگایا گیا تو یہ علی تھے جنھوں نے دل و جان سے انکی صفائی کی کوشش کی ، اس الزام کو بے بنیاد ثابت کرنے کا عملی اقدام فرمایا یا اس سے بہتر لفظوں میں کہا جائے کہ خدا نے علی کے ہاتھوں حق ظاہر کیا اور الزام کا بطلان یوں ظاہر کیا کہ انکھوں سے دیکھا جا سکے ، اور اس بارے میں ذرا بھی چون و چرا کی گنجائشے نہ رہ جائے ۔

ان تمام باتوں نے عائشہ کے دل میں کینہ و نفرت بھر دیا ، ان کے خلاف تمام کینہ توزیوں کے لئے راسخ کر دیا ۔

جب ابراہیم کا انتقال ہوا تو ماریہ کے غم و اندوہ میں طعنوں اور زبان کے زخموں نے بھی سر ابھارے یہ علی و فاطمہ کو بھی جھیلنا پڑا کیونکہ یہ دونوں ماریہ کو اہمیت دیتے تھے ، اور چاہتے تھے کہ ماریہ کو صاحب اولاد ہونے کی وجہ سے دوسری ازواج خاص کر عائشہ پر برتری حاصل ہو جائے ، لیکن تقدیر نہ تو ان لوگوں کی ارزو کے مطابق تھی نہ ماریہ کی خواہش کے مطابق ۔

علی اور مسئلہ خلافت

علی کو ذرا بھی شک نہ تھا کہ بعد رسول خلافت انھیں کو ملے گی ، دوسرا کوئی بھی ان کا رقیب نہیں[۲۲] یہی اطمینان قلب تھا کہ جس وقت ان کے چچا عباس نے غسل پیغمبر ﷺ کے وقت کہا :

---

۲۰ ۔ مسند احمد کنز ج ۶ ص ۱۵۲ حدیث ۲۴۹۵ و منتخب کنز ج ۵ ص ۲۹ ۔ مستدرک ج ۳ ص ۱۲۵ ۔ صحیح ترمذی ج ۱۳ ص ۱۷۶

۲۱ ۔ مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۱ و مستدرک ج ۳ ص ۵۱ ۔ ۵۲ ۔ مسند احمد ج ۱ ص ۲ بطریق ابو بکر و علی خصائص نسائی

۲۲ ۔ یہ ابن ابی الحدید کے استاد کی بات صحیح نہیں ۔ کتاب عبد اللہ بن سباج ۱ ص ۱۰۶ ۔ فصل خلافت ملاحظہ ہو

ہاتھ بڑھائو تاکہ تمھاری بیعت کر لوں تاکہ لوگ کہیں کہ رسول ﷺ کے چچا نے اپنے بھتیجے کی بیعت کر لی ، یہ تمہارے حق میں مفید ہو گا پھر کسی کو تمھاری مخالفت کا یارا نہ ہو گا _

علی نے جواب دیا :

اے چچا کیا میرے علاوہ بھی کوئی ہے جسے خلافت کی طمع ہو ؟

تم جلد ہی دیکھ لو گے

مجھے پسند نہیں کہ مسئلہ خلافت پچھلے دروازے سے ظاہر ہو ، بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تمام لوگ اشکار طریقے سے شریک ہوں اور خلافت کے بارے میں رائے دیں ، یہ کہا اور خاموش ہو گئے _

اور جب رسول کی بیماری نے شدت پکڑی تو رسول نے جیش اسامہ کو حرکت کا حکم دیا [۲۳] اور ابو بکر اور دوسرے اکابر قریش مہاجر و انصار کو حکم دیا کہ جیش اسامہ کے ساتھ اسامہ کی ماتحتی میں چلے جائیں ، اگر یہ بات مان لی جاتی اور پیغمبر کی وفات ہوئی تو علی کی خلافت مسلّم اور قطعی تھي_

خود علی کا خیال تھا کہ اگر پیغمبر ﷺ کی وفات ہو جائے تو مدینے میں خلافت کا جھگڑا نہ ہو گا ، اس صورتحال میں لوگ اسانی سے انکی بیعت کر لیں گے اور اس بیعت کا فسخ یا ان کا حریف ہونا ممکن ہی نہ تھا ، لا محالہ تمام لوگ انکی بیعت کریں گے _

لیکن ابو بکر نے عائشہ کے اس پیغام کی بنیاد پر کہ رسول خدا ﷺ کی وفات کا ہنگام اگیا ہے، لشکر اسامہ سے علحدہ ہو کر مدینے پلٹ ائے _

لیکن جہاں تک لوگوں کو نماز پڑھانے والی ابو بکر کی بات ہے تو میری دانست میں حضرت علی نے اس کا ماحول تیار کرنے کیلیئے عائشہ کو متعارف کرایا ہے _

۲۳_ طبقات بن سعد میں ہے کہ تمام مہاجرین و انصار کے سربراوردہ حضرات حکم رسول سے مامور تھے کہ لشکر اسامہ میں شریک ہوں ان میں ابو بکر عمر ابو عبیدہ جراح سعد بن ابی وقاص وغیرہ تھے ، بعض نے اس حکم پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ بڑے بڑے مہاجرین و انصار پر اس چھوکرے کو سردار بنا دیا ہے ، جب یہ خبر رسول کو ہوئي تو غصے میں منبر پر گئے اور حمد و ثنائے الہی کے بعد فرمایا ، یہ کیسی باتیں ہیں جو لشکر اسامہ کے بارے میں سن رہا ہوں ، روز شنبہ انحضرت نے اس اعتراض کا جواب دیا اور تیسرے دن دو شنبہ کو انتقال فرمایا ، طبقات بن سعد ، تہذیب بن عساکر ، کنز العمال ملاحظہ فرمایئے

جیسا کہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول خد ﷺ انے فرمایا کہ کوئی جا کر لوگوں کو نماز پڑھا دے اور کسی معین شخص کا نام نہیں لیا، وہ صبح کی نماز کا وقت تھا، لیکن یہ حکم دینے کے بعد رسول ﷺ خدا ذاتی طور سے اخری لمحے میں علی اور فضل بن عباس کے کاندھوں کا سہارا لئے ہوئے باہر ائے اور محراب میں بیٹھ گئے پھر اپ نے خود ہی نماز پڑھائی اور گھر واپس اگئے، سورج نکل ایا تھا کہ دنیا سے تشریف لے گئے۔

عمر نے اسی امادگی اور ابو بکر کا لوگوں کو نماز پڑھانا ان کے استحقاق خلافت کی دلیل بنایا ہے، وہ کہتے ہیں کہ:

تم میں کون اپنے لئے جائز سمجھتا ہے کہ جسے رسول ﷺ خدا نے نماز پڑھانے کیلئے مقدم قرار دیا اس سے مقدم سمجھے؟

اور یہ بات کہ رسول ﷺ خدا گھر سے باہر ائے اور خود ہی نماز پڑھائی اس پر حمل نہیں کیا ہے کہ اس سے ابو بکر کی امامت روکنا تھا، بلکہ کہتے ہیں کہ انحضرت ﷺ اس بات پر مائل تھے کہ جہاں تک ممکن ہو خود ہی یہ کام انجام دیں اس واقع اور اس مسئلے کا سہارا لیتے ہوئے لوگوں نے ابو بکر کی بیعت کر لی حالانکہ اس سازش کا الزام علی نے عائشہ پر لگایا ہے کہ یہ پورا ماحول انھوں ہی نے تیار کیا تھا، اپ نے بارہا اس بات کو اپنے اصحاب سے جو اپ کے اردگرد تھے فرمایا:

انحضرت ﷺ نے عائشہ و حفصہ سے اس معاملے میں فرمایا، تم دونوں یوسف والی عورتیں ہو، اپ اس کاروائی سے اپنی نفرت اور ناپسندیدگی فرما رہے تھے۔

خاص طور سے اپ نے عائشہ سے اپنی برہمی ظاہر فرمائی، کیونکہ یہ عائشہ اور حفصہ ہی تھیں جنھوں نے حکم رسول سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے اپنے باپ کو نماز پڑھانے کی پیش دستی کی اور رسول ﷺ خدا کو جب اس نیابت کی اگاہی ہوئی تو رنجیدہ ہو کر بذات خود باہر ائے اور ابو بکر کو اس امامت سے روک کر زندگی کے اخری لمحے میں عملی طور سے عائشہ کے اقدام کو ناکام بنایا۔

اس صورتحال میں رسول خدا ﷺ وسیع تر ماحول تیار کئے ہوئے حالات میں اس سے زیادہ کر بھی نہیں سکتے تھے کیونکہ عمر و ابو بکر نے ماحول پر پورے طور سے قبضہ کر کے لوگوں کو اسکے لئے تیار کر لیا تھا، اس سلسلے میں مہاجرین و انصار کے سربراوردہ افراد ان کے شریک تھے، گردش زمانہ اور تقدیر اسمانی نے بھی ان لوگوں کی مدد کی تھی۔

یہ حادثے علی کے لئے تمام دردوں سے اذیتناک تھے، عظیم مصیبت اور بڑی افت تھی جو اپ کی روح کو تکلیف پہونچاتی تھی، اسکا ذمہ دار وہ صرف عائشہ کو قرار دیتے تھے، اس بات کو بارہا اپ نے اصحاب سے کہہ کر خدا سے انصاف کا مطالبہ کیا۔

اس سے بڑھکر یہ کہ علی علیہ السلام نے بیعت ابو بکر سے اس وقت تک رکے رہے جب تک اپ کو مجبور نہیں کیا گیا[۲۴] اپ نے کیا کیا مصائب جھیلے یہ ساری باتیں مشھور ہیں۔

جس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال فرمایا، اور جب تک طویل بیماری کے بعد فاطمہ علیہا السلام نے انتقال فرمایا، برابر عائشہ کی طرف جناب فاطمہ کو طعنوں بھری باتوں کا سامنا کرنا پڑا جس سے اپ کی روح لرزاٹھی تھی، جناب فاطمہ اور حضرت علی علیہ السلام کے لئے سوائے صبر کے چارہ نہ تھا، وہ اپنے غم و اندوہ کی شکایت خدا ہی سے کر سکتے تھے۔

عائشہ اپنے باپ کی حمایت اور خلافت کی چکی پھرانے والوں میں سر فہرست تھیں مرتبہ و مقام روز بروز بڑھتا رہا، جبکہ حضرت فاطمہ علیہا السلام اور حضرت علی علیہ السلام شکست خوردہ کی طرح طاقت و اقتدار سے الگ رکھے گئے، فدک فاطمہ سے چھین لیا گیا، اپ نے بارہا اسے واپس لینے کی کوشش کی لیکن تمام کوششوں کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔[۲۵]

اس درمیان جو اپ کے پاس امد و رفت کرتیں عائشہ کی طعنوں سے بھرپور باتیں اپ سے بیان کرتیں، اس طرح اپ کے دل کو سخت تکلیف پہونچتی اور انکی اور انکے شوہر کی باتیں عائشہ سے بیان کر کے اتش کینہ و عداوت کو ان دونوں کے درمیان بھڑکاتی تھیں۔

لیکن ان دونوں گروہوں کے درمیان انتہائی بدتر اختلاف موجود تھا، ایک گروہ کامیاب تھا اور دوسرا گروہ شکست خوردہ، ایک حکمراں تھا دوسرا محکوم، یہی وہ حالت ہے کہ غالب گروہ کی باتیں شکست خوردہ کو بڑی تکلیف پہونچاتی ہیں، اور یہ بات طئے ہے کہ دشمن کی ملامت سے ادمی کو جو روحانی اذیت ہوتی ہے وہ تمام مصیبتوں سے دردناک ہوتی ہے۔

یہاں تک میرے استاد کی بات پہونچی تھی کہ میں نے عرض کی کیا اپ بھی کہتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا نے کسی معین شخص کو نماز پڑھانے کا حکم نہیں دیا تھا، یہ صرف عائشہ تھیں جنھوں نے خودسرانہ طریقے سے اپنے باپ کو اس کام پر مامور کیا تھا۔

۲۴۔ تفصیلات کیلئے کتاب عبد اللہ بن سبا فصل سقیفہ ملاحظہ فرمائیں

۲۵۔ طبقات بن سعد ج ۲۔ صحیح بخاری۔ المغازی باب غزوئہ خیبر ج ۳ ص ۳۸۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۷۲۔ ج ۳ ص ۱۵۳۔ طبری۔ ابن کثیر۔ مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۴۔ ج ۶ ص ۹

استاد نے جواب دیا ، میں یہ نہیں کہتا ، یہ بات علی نے کہی ہے ، اور ظاہر ہے کہ انکی ذمہ داری الگ ہے اور میری ذمہ داری الگ ہے ، وہ خود جائے واقعہ پر موجود تھے اور تمام باتوں کو اپنی انکھوں سے دیکھا تھا ، لیکن مجھے جو حدیثیں ملی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول خدا نے ابوبکر کو نماز پڑھانے پر مامور کیا تھا ، جبکہ علی کا مدرک علم و اطلاع ہے ، انھوں نے تمام سرگرمیوں کو خود دیکھا تھا ، یا کم سے کم اپ اس پر ظن قوی رکھتے تھے _

اسکے بعد استاد اپنی بات اگے بیان کرنے لگے _

بالاخر فاطمہ علیہا السلام نے انتقال فرمایا ، اپ کے انتقال میں تمام خواتین نے شرکت کی سوائے عائشہ کے جنھوں نے نہ صرف یہ کہ سستی دکھائی اور بنت نبی کی ماتم پرسی میں نہیں گئیں بلکہ اس کے برعکس اپنی خوشی اور شادمانی کا اظہار کیا جو علی تک پہونچائی گئی _

علی نے فاطمہ کے انتقال کے بعد ابوبکر کی بیعت کرلی ، اور جیسا کہ کہتے ہیں عائشہ نے بیعت علی کے بعد چونکہ کوئی انکے باپ کا حریف خلافت نہیں تھا نہ خلافت کا دعویدار تھا بہت زیادہ خوشی کا اظہار کیا ، یہی صورتحال خلافت عثمان کے زمانے تک رہی ، جبکہ پرانے کینے سینوں میں موجیں مار رہے تھے ، اور خون بھڑک رہے تھے ، زمانہ جیسے جیسے گذرتا علی پر مصائب بڑھتے ہی جاتے ، اپ کی روحانی اذیت میں اضافہ ہی ہوتا ، دل کا درد بڑھتا جاتا یہاں تک کہ عثمان قتل کردئے گئے ، عثمان کو قتل کرانے میں عائشہ نے خود ہی موثر کردار ادا کیا ، لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکایا ، وہ عثمان کی سب سے بڑی مخالف تھیں ، قتل عثمان کے سلسلے میں لوگوں سے کہتیں ، خدا عثمان کو قتل کرے _

عائشہ نے اسلئے عثمان کو خون بہانے کی بات کہی کہ وہ چاہتی تھیں کہ عثمان خاندان بنی امیہ سے ہیں ، ان سے چھین کر ان کے خاندان تیم میں پھر واپس اجائے ، اور اس سلسلے میں انھوں نے اپنے چچیرے بھائی طلحہ کو اگے اگے کر کے خلافت کا امیدوار بھی بنا دیا تھا ، لیکن جب عثمان قتل کردئے گئے تو لوگوں نے عائشہ کی توقع کے خلاف علی بن ابی طالب کو خلافت کے لئے چن لیا ، _ انکی بیعت کرلی ، جب یہ خبر عائشہ کو ملی تو بے اختیار انہ فریاد کرنے لگیں ، ہائے افسوس عثمان پر ، عثمان مظلوم قتل کئے گئے _

اس طرح عائشہ نے دوسری بار فرزند ابو طالب سے اپنی پرانی دشمنی ظاہر کی ، اور اس راہ میں اتنی کوشش کی کہ لوگوں کو علی علیہ السلام کی خلاف اس قدر بھڑکایا کہ جنگ جمل ہوگئی ، اور پھر بعد میں وہی راہ اپنائی جسے میں نے شروع میں بیان کیا ، یہ شیخ ابو یعقوب کے بیان کا خلاصہ تھا جو نہ تو مذہب اہلبیت پر تھے نہ شیعہ کی طرح جانبداری برتنے والے تھے _

ہم نے خطبہء امیر المومنین کا بڑا حصہ پاشالی طریقے سے بیان کیا جسے بن ابی الحدید نے نقل کیا ہے ، اس سے ام

المومنین عائشہ کی علی سے کینہء دیرینہ کی وضاحت ہوتی ہے، بن ابی الحدید کے استاد نے اپنے بیان میں عائشہ کی زندگی کے پیچیدہ اور مبہم گوشوں کی اچھی طرح تشریح کی ہے، اسمیں انھوں نے ازدواج کے دوران اہلبیت سے روابط کے حالات، بعد وفات رسول ﷺ اہلبیت علیہ السلام کے خلاف کا روائیوں کی مکمل تشریح کی ہے، ہم نے بھی جہاں تک ان کی زندگی کے رخوں کے اشارے کئے ہیں اسی پر اکتفا کرتے ہیں، کیونکہ اگر انکی زندگی کے ادوار کا اس سے زیادہ تحقیقی تجزیہ کریں جس نے اسلامی معاشرے کو متاثر کیا ....جو بجائے خود ایک مستقل کتاب کی متقاضی ہے، تو خوف ہے کہ ہم اپنے مقصد اصلی سے ہٹ جائیں گے، ہمارا تو صرف یہ مقصد ہے کہ ام المومنین کی احادیث کا تجزیہ کریں۔

خلاصہ

جو کچھ ہم نے قارئین تک پہونچایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ، ام المومنین سخت متعصب خاتون تھیں، طبیعت میں حسد بھرا ہوا تھا جسے حیات رسول ﷺ کے زمانے میں دوسری ازواج رسول سے ان کے برتاؤ اور اہلبیت کے ساتھ سلوک کو دیکھ کر معلوم کیا جاسکتا ہے۔

اس کے علاوہ جب کہ ہم نے تھوڑا حصہ نقل کیا اور ائندہ تفصیل سے بیان کریں گے، ام المومنین اپنی گرمئي مزاج خاندان والوں کے مفادات کے تحفظ، اپنی پارٹی کی مصلحتوں[۲۶] کے بارے بڑی غیرت مند اور متعصب تھیں، اپنی طبیعی سختی کی صفت ہی کی وجہ سے انھوں نے سخت اور اہم کارستانیاں اور سنگین افعال کے لئے اپنی تلخ و تند اور انقلابی باتوں کا جال بچھایا۔

۲۶۔ ام المومنین عائشہ نے رسول خدا کے گھر میں اپنی پارٹی بنا لی تھی، جیسا کہ خود اس بارے میں کہتی ہیں، ازواج رسول دو گروہوں میں بٹ گئیں، ایک پارٹی میں عائشہ حفصہ اور سودہ تھیں اور دوسری پارٹی میں ام سلمہ اور دوسری ازواج تھیں، بقیہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب فاطمہ اسی دوسری پارٹی میں تھیں جو مخالف عائشہ تھی، اس سلسلے میں صحیح بخاری ملاحظہ فرمایئے لیکن رسول خدا کے گھر کے باہر ام المومنین نے اپنے خاندان تحفظ کے مفادات اور اپنی پارٹی کی ترقی کیلئے برابر کام کرتی رہیں۔

فصل دوم

شیخین

۱_ ابو بکر کا لقب صدیق اور عتیق تھا ، نام عبد اللہ تھا ، ابو قحافہ عثمان کے فرزند تھے قبیلہ تیم کی فرد تھے جو قریش کا قبیلہ تھا ، ان کی ماں کا نام ام الخیر تھا ، جو سلمی یا لیلی کے نام سے موسوم تھیں ، عامر کی بیٹی تھیں ، یہ بھی تیم کے قرشی قبیلے کی تھیں _

ابو بکر عام الفیل کے دو یا تین سال بعد مکہ میں پیدا ہوئے ، یہ ان لوگوں میں ہیں جنھوں نے خدیجہ ، علی زید اور جعفر کے بعد اسلام قبول کرنے میں سبقت کی _

ابو بکر نے رسول ﷺ خدا کے ہمراہ مکہ سے مدینہ ہجرت کی ، جنگ بدر اور بعد کی جنگوں میں شریک ہوئے ، وفات پیغمبر کے بعد اس سے پہلے کہ جنازہ رسول دفن ہو سقیفہ بن ساعدہ میں اپنے دیرینہ ساتھی عمر کے تعاون سے ایک اسان انقلاب کے سہارے زمام امور اپنے ہاتھ میں لی _

ابو بکر نے ۲۲ جمادی الثانیہ ۱۳ کو انتقال کیا ، ان کا جنازہ رسول کے پہلو میں دفن کیا گیا ، عمر ۶۳ سال پائي ، انکی خلافت کا زمانہ دو سال تین مہینے اور چھبیس یا دس دن تک رہا _

۲_ ابو حفص ، فاروق ، عمر بن خطاب ، قریشی قبیلہ عدی کی فرد نفیلی کی نسل سے تھے ، انکی ماں کا نام حنتمہ تھا جو مغیرہ کے فرزند ھشام یا ہاشم کی بیٹی کہی جاتی ہیں _

عمر نے پچاس لوگوں کے بعد اسلام قبول کیا اور مسلمان ہوئے ، کچھ دن بعد مکہ سے مدینے ہجرت کی ، جنگ بدر اور دوسری جنگوں میں شریک رہے _

ابو بکر نے بستر مرگ پر انھیں اپنا جانشین بنایا ، ایام خلافت عمر ہی میں اسلامی فتوحات جزیرۃ العرب کے باہر شروع ہوئیں ، عمر نے ۵۵ سال یا بقولے ۶۳ سال عمر پائي ، ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ میں مغیرہ کے غلام ابو لولو کے خنجر سے زخمی ہوئے _

پہلی محرم ۲۴ ھ کو جوار ابو بکر میں دفن کئے گئے ، زمانہء خلافت دس سال چھ مہینے پانچ روز ہے ، ابو بکر و عمر صدر اسلام میں ایک دوسرے کے جگری دوست تھے ، ہمیشہ دونوں کا نام ایک ساتھ اتا ہے اسی لئے انھیں شیخین کہا جاتا ہے _

سکھ چین کا زمانہ

صدر اسلام کی اکیلی خاتون مفتي

ام المومنین عائشہ کی تمام زندگی سوائے ابو بکر اور ان کے دوست عمر کے زمانہ خلافت کے، شدید سیاسی کشمکش اور ناقابل شکست سرگرمیوں میں گذری، تاکہ یہ خلافت جو خاندان تیم سے نکل گئي ہے، پھر واپس اکر ان کے عزیزوں اور رشتہ داروں کو حکمراں بنا سکے _

لیکن جیسا کہ ہم نے بتایا خلافت شیخین (ابو بکر و عمر) کے زمانے میں اس خیال سے کہ ان کے گروہ نے دوسرے گروہوں پر بنام مدینہ پیش دستی کر کے زمام حکومت قبضے میں کر لیا تھا، بہت خوش تھیں اور ذہن ودماغ کو بڑا سکون و اطمینان نصیب ہوا تھا کیونکہ اس زمانے میں جو شخص خلیفہ ہے یا جو اس کے حوالی موالی ہیں انکے نزدیک ان کا مرتبہ و مقام ساری دنیا میں اور دنیائے اسلام میں بہت بڑھ گیا تھا، اسکی وجہ سے دنیا بھر کی اور سارے مسلمان کی توجہ انھیں کی طرف مڑگئي تھی، تمام ازواج رسول کے مقابلے میں صرف انھیں کی طرف گردن جھکتی تھی، رسول خدا کی دوسری تمام خواتین سے ان کا مرتبہ بلند تر ہو گیا تھا _

رسول خدا ﷺ نے رحلت فرمائي تو اپ کی ازواج قید حیات میں تھیں، لیکن تاریخ ہمیں یہ نہیں بتاتی کہ عمر و ابو بکر نے عائشہ کے علاوہ کسی بھی زوجہ ء رسول کو خاص مرتبہ و مقام عطا کیا ہو، کیا معاملات کے تصفیے میں یا فتوی کے سلسلے میں ان کے علاوہ کسی کی طرف رجوع کیا جاتا ہو _

ہماری اس دلیل کو طبقات بن سعد میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے جنھوں نے محمد بن ابی بکر کے فرزند قاسم کا قول نقل کیا ہے، وہ لکھتے ہیں :

عائشہ زمانہ حکومت ابو بکر، عمر اور عثمان میں اکیلی وہ خاتون تھیں جو فتوی صادر کرتیں تھیں، اور یہ صورتحال زندگی کے اخری لمحے تک رہی (۲۷)

۲۷_ طبقات بن سعد ج۸ ص ۳۷۵

دوسری جگہ محمود بن لبید کا قول لکھا ہے:

عائشہ زمانہ حکومت ابوبکر و عمر و عثمان میں فتوی صادر کرتیں اور احکام نافذ کرتی تھیں ، اور اخری عمر تک یہ سلسلہ جاری رہا_

ابو بکر اور عمر کے علاوہ تمام صحابائے کبار ان سے مراجعہ فرماتے ، رسول ﷺ خدا کی سنت اور مختلف مسائل ان سے پوچھتے اور انھیں سے حکم حاصل کرتے_

ان تمام باتوں کو جانے دیجیئے ، عمر نے جس وقت تمام ازواج رسول کا وظیفہ مقرر کیا تو عائشہ کو سب پر مقدم رکھا ان کے حقوق دوسروں سے زیادہ قرار دئے

یہ معاملہ طبقات بن سعد میں مصعب بن سعد کا قول اس طرح نقل کیا ہے_ عمر نے ازواج رسول کا ماہانہ وظیفہ دس ہزار مقرر کیا اور عائشہ کو سب پر مقدم کرکے بارہ ہزار مقرر کیا ، عمر کی دلیل یہ تھی کہ عائشہ رسول خدا کی سب سے زیادہ چہیتی بیوی تھیں[۲۸]

عائشہ حج کے لئے گئیں

اس صورتحال کے باوجود خلیفہ وقت عمر بن خطاب تمام ازواج رسول پر انھیں مقدم قرار دینے فتوی حاصل کرنے ، سنت رسول معلوم کرنے ، تمام مسلمانوں میں ان کا مرتبہ و مقام بڑھانے ، دوسروں کے مقابل ان کا زیادہ وظیفہ مقرر کرنے کے باوجود ام المومنین عائشہ کو دوسری ازواج رسول کی طرح مدینے سے باہر جانے کی اجازت نہیں دیتے تھے ،یہاں تک کہ حج و عمرہ کی بھی اجازت نہیں دیتے تھے_

عمر کی سیاست یہ تھی کہ بڑے اور مشہور صحابہ مدینے سے باہر نہ جائیں اسی بنیاد پر جب زبیر نے جنگ میں شرکت کرنے کی اجازت چاہی تو جواب دیا[۲۹] نہیں ،مجھے اتفاق نہیں ہے ،

۲۸_ طبقات بن سعد ج۸ ص۶۷ ، اجابہ ۷۱_۷۵،کنز العمال ج۷ ص۱۱۶ منتخب کنز، اصابہ ج۴ س۲۴۹ ، طبری ج۴ ص۱۶۱ ، ابن کثیر ج۲ ص۲۴۷_ مستدرک ج۴ ص۸_ شرح نہج البلاغہ ج۳ ص۱۵۴_ بلاذری ص ۴۵۴_۴۵۵ احکام السلطانیہ ماوردی ص ۲۲۲_ واضح ہو کہ یہ خلافت کا سیاسی مقتضا تھا کہ عائشہ کو رسول کی چہیتی بیوی کی حیثیت سے متعارف کرایا جائے لیکن حقیقت ایسی نہیں تھی ، بلکہ خلافت نے اپنے زمانے میں اس بات کو مشہور کیا

۲۹_ ابن ابی الحدید ج۴ ص۴۵۷ ،تاریخ خطیب بغدادی ج۷ ص۴۵۳

کیونکہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اصحاب رسول لوگوں کے درمیان پھیل جائیں گے تو گمراہی پھیلائیں گے[۳۰]

لیکن عمر نے اپنی عمر کے اخری سال ازواج رسول کو مدینے سے باہر جانے کی پالیسی بدل دی تھی، یہ بات طبقات بن سعد میں اس طرح ہے۔

عمر بن خطاب ازواج رسول کو مدینے کے باہر جانے سے روکتے تھے، یہاں تک کہ حج و عمرے کیلئے بھی جانے سے روکتے، لیکن ۲۳ ھ میں جبکہ انھوں نے اخری حج کیا تمام ازواج نے سوائے زینب اور سودہ کے ان سے اجازت چاہی کہ حج کیلئے مدینے سے باہر جائیں سودہ اور زینب نے حج کیلئے بھی گھر سے قدم باہر نہ نکالا، وہ کہتی تھیں۔

ہم وفات رسول کے بعد ہرگز اونٹ کی پشت پر سوار نہیں ہوئے، یہ اس بات کا کنایہ تھا کہ انھوں نے کبھی سفر نہیں کیا۔[۳۱]

خود سودہ کہتی ہیں، میں نے رسول ﷺ خدا کی حیات میں حج و عمرہ کیا اب حکم رسول کے مطابق گھر میں بیٹھی ہوں۔

بہر حال عمر نے ازواج رسول کی درخواست منظور کی اور حکم دیا کہ ان کے لئے ھودج تیار کئے جائیں، ان پر سبز رنگ کی مخملیں سجائی گئیں تاکہ ازواج رسول لوگوں کی انکھوں سے پوشیدہ رہیں،

پھر ان کی نگرانی میں عثمان اور عبد الرحمن بن عوف[۳۲] کو معین کر کے ضروری احکامات صادر کئے گئے اور اسطرح انھوں نے مدینے سے مکہ سفر کیا۔

۳۰_ واقعی عمر کس بات سے ڈرتے تھے اور لوگوں کے گمراہی کا اندیشہ کیوں تھا؟ کیا انھیں اسکا ڈر تھا کہ اصحاب رسول لوگوں کے درمیان جاکر حلال و حرام اور قوانین اسلام متغیر کر کے گمراہی پھیلائیں گے؟ یا اس سے ڈرتے تھے کہ بعض اکابر صحابہ کے بارے میں اصحاب رسول کی لوگوں کو جانکاری ہو جائے گی، اور لوگ خلافت کے افراد سے بد ظن ہو جائیں گے؟ یا بعض کو مدینے سے اسلئے جانے نہیں دیتے تھے کہ انکی مخالفت کا اندیشہ تھا؟ بہر حال یہ مسئلہ الگ سے علمی استدلال کے ساتھ مطالع کا مستحق ہے، عمر جیسے ھوشمند اور زیرک کی بات کو یونہی نہیں اڑایا جا سکتا، ان کے اقدام کو عوامی رنگ دینا انصاف سے بعید ہے انکی دور اندیشی اور سیاسی بصیرت پر ظلم ہے (سردار نیا)

۳۱_ زینب اور سودہ کے گھر سے نہ نکلنے کی وجہ یہ تھی کہ رسول خدا نے اخری حج میں انھیں ازواج سے فرمایا تھا، اس حج کے بعد تم سب کو گھر میں بیٹھی رہنا ہے، یہ بھی فرمایا کہ میرے بعد تم میں سے جو بھی تقوی اختیار کرے اور حکم کی مخالفت نہ کرے اور اپنے گھروں میں نچلی بیٹھی رہے گی، گھر سے قدم باہر نہ نکالے گی، وہ قیامت میں بھی میری زوجہ رہے گی طبقات بن سعد ۸/ ۲۰۸

۳۲_ ابو محمد، عبد الرحمن بن عوف قریش کے بنی زھرہ سے تھے، انکی ماں شفا بھی اسی قبیلے سے تھیں، عام الفیل کے دس سال بعد پیدا ہوئے، جاہلی زمانے میں عبد عمر یا عبد کعبہ نام تھا، رسول خدا نے ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد عبد الرحمن نام رکھا، انھوں نے حبشہ اور مدینے مین ہجرت کی، جنگ بدر میں اور تمام جنگوں میں شرکت کی، عمر نے انھیں شوری کی ایک فرد نامزد کیا تھا، عبد الرحمن نے ۳۱ھ یا ۳۲ھ مدینے میں انتقال کیا اور بقیع میں دفن کئے گئے، اصابہ ۲/ ۴۰۸_ ۴۱۰ استیعاب در حاشیہ اصابہ، اسد الغابہ ۳/ ۳۱۳_ ۳۱۷ ملاحظہ ہو

عثمان اگے اگے سواری ہانک رہے تھے ، کبھی کبھی بلند اواز سے اعلان کرتے ، خبردار ، کسی کو حق نہیں کہ محمل کے قریب ائے اور خواتین رسول کو دیکھے _

پھر وہ خود بھی کسی کو ان سے قریب انے سے روکتے ، چنانچہ راستے میں ایک شخص محمل کے قریب ایا تو اسے للکارا _

دور رہو ، دور رہو _

عبد الرحمن سواری کے پیچھے پیچھے تھے ، انھوں نے بھی ہانک لگائي ، الگ رہو _

مسوربن مخرمہ [۳۳] کا بیان ہے:

اتفاق سے اگر کوئي شخص اپنی سواری ٹھیک کرنے کیلئے راستے میں ٹھر گیا اور اونٹ بیٹھا دیا تو عثمان جو قافلے کے اگے اگے چل رہے تھے ، اسکے قریب جا کر کنارے کردیتے اور اگر راستہ وسیع ہوتا تو حکم دیتے کہ قافلہ اپنا راستہ بدل کر اس مرد سے کنارے ہو جائے ، اور داہنے یا بائیں راستے سے نکل جائے ، اگر اس کے علاوہ صورتحال ہوتی تو قافلے کو حکم دیتے کہ قافلہ ٹھر جائے تاکہ اس شخص کا کام ختم ہو جائے اور اپنی سواری پر سوار ہو کر اگے بڑھ جائے ، اسکے بعد عثمان حکم دیتے کہ قافلہ اگے چلے ، میں خود گواہ ہوں کہ انھوں نے مکے سے چلنے والے لوگوں کو جو مخالف سمت سے سامنے ائے تھے ، حکم دیا کہ راستے کے داہنے یا بائیں جانب اپنے اونٹوں کو بٹھائیں تاکہ قافلے پر نگاہ پڑنے کا فاصلہ دور رہو جائے _

عمر راستے میں جہاں بھی منزل قرار دیتے ازواج رسول وہیں اترتی تھیں ، انھیں اکثر گھاٹی کے اندر رکھا جاتا اور وہ خود گھاٹی کے دہانے پر قیام کرتے ، یا بعض روایات کی بنا پر ان ازواج رسول کو گھاٹی کے انتہائي حصے پر رکھا جاتا جہاں تک پہونچنے کا راستہ نہیں ہوتا ، یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کی منزل درختوں کے سائے میں رکھی جاتی اور کسی حال میں بھی لوگوں کو اجازت نہیں تھی کہ ان کے پاس سے گذرے _

۳۳_ ابو عبد الرحمن کنیت تھی ، مسوربن مخرمہ بن نوفل نام تھا ، قبیلہ قریش کے بنی زھرہ کی فرد تھے ، انکی ماں عاتکہ بنت عوف ، عبد الرحمن بن عوف کی بہن تھیں ، مسور ہجرت کے دوسرے سال پیدا ہوئے ، اور جس سال شامیوں نے ابن زبیر پر چڑھائي کی اور خانہ کعبہ پر منجنیق سے گولے برسائے ، یہ مسور وہاں حجر اسماعیل میں نماز پڑھ رہے تھے ایک پتھر انھیں لگا اور مر گئے ، انکی موت ربیع الاول ۶۴ ھ میں ہوئي ، اسد الغابہ ۴/ ۳۶۵ ، طبقات بن سعد ، استیعاب اور اصابہ دیکھی جائے

ام المومنین عائشہ نے صرف اسی حج میں مدینے سے قدم باہر نکالا ، پھر تمام زمانہ خلافت عمر میں کبھی مدینے سے باہر نہیں گئیں ، وہ بڑے سکھ چین سے احترام کے ساتھ اپنے ہی گھر میں زندگی گذارتی رہیں ارباب حکومت و اقتدار بعض معاملات میں انھیں فتوی کے سلسلے میں رجوع کرتے اور ان کے احکام پر عمل کرتے _

وہ بھی ان کے جواب میں مناسب حال حدیث رسول سناتی تھیں ، وظیفہ کے امتیاز کے علاوہ یہی ایک بات کہ ارباب اقتدار صرف انھیں سے فتوی اور احکام حاصل کرتے اس کا ثبوت ہے کہ وہ حکومت کی نظر میں تعظیم و احترام کی مستحق تھیں ، جس خاتون کی خود خلیفہ تعظیم کرے اسکی دوسرے افراد کس قدر تعظیم کرتے ہوں گے یہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے _

اب یہ ...

اس فصل کو ایک واقعے پر ختم کیا جاتا ہے ، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خلیفہ عمر ان کا کسقدر احترام کرتے تھے _

ازاد کردہء عائشہ ذکوان کا بیان ہے کہ مال غنیمت کی ایک ٹوکری فتح عراق کے بعد خلیفہ عمر کی خدمت میں پیش کی گئي ، اسمیں ایک موتی تھا عمر نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا ، جانتے ہو اس موتی کی قیمت کیا ہے ؟

سب نے کہا ، جی نہیں ، وہ لوگ یہ بھی نہیں سمجھ پا رہے تھے کہ اسے مسلمانوں میں کسطرح سے تقسیم کیا جائے _

عمر نے کہا ، کیا تم لوگ اجازت دیتے ہو کہ موتی عائشہ کو دیدیا جائے ، کیونکہ رسول خدا ان کو بہت پیار کرتے تھے ؟

سب نے کہا ، جی ہاں

عمر نے وہ موتی عائشہ کے پاس بھیجوا دیا

عائشہ نے کہا ، خدا نے عمر کو کتنی عظیم فتح عطا کی ہے ؟[۳۴] _

۳۴_ سیر النبلاء ج ۲ ص ۱۳۳ _ مستدرک حاکم و تلخیص ذھبي

احادیث عائشہ تقویت خلافت کے بارے میں

حدیث گڑھنے کے مواقع

قریب قریب یقین کے ساتھ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ ام المومنین عائشہ کی احادیث ان کے باپ ابوبکر کے زمانے میں اور اسی طرح عمر کے زمانے میں بہت کم گڑھی گئیں، کیونکہ ان ایام میں لوگوں کی تمام توجہ فتوحات کی طرف تھی بار بار لشکر کشی کی وجہ سے مال غنیمت حاصل ہو رہا تھا۔

دوسرے یہ کہ عام طور سے فکری ہم اہنگی اور عدم اختلاف تھا، سبھی لوگوں نے پورے طور سے ان لوگوں کی خلافت مان لی تھی، اور یہ کہ تمام مدینے کے باشندے کم و بیش صحبت رسول سے فیضیاب تھے یا اصحاب کے ہم عصر تھے، اسلئے بطور کلی حدیث کی مقدار عددی اعتبار سے بہت کم تھی، اور اس وقت زیادہ حدیثیں گڑھنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔

لیکن ان تمام حالات کے باوجود اس زمانے میں بھی عائشہ کی احادیث نقل کی گئیں ہیں، جو حکومت وقت (ابو بکر و عمر) کے اثبات میں ہیں، کیونکہ عائشہ کی شخصیت اپنے باپ اور ان کے جگری دوست عمر کی حکومت کے سخت ترین طرفداروں میں سے تھی، لوگوں کے دل میں بہتر اور گہرے انداز میں ثابت و راسخ کرنے کیلئے اس سے بہتر کیا تھا کہ ان کے مرتبہ و مقام کے بارے میں رسول خدا کے ارشادات بیان کئے جائیں، انھیں پیغمبر کی نظر میں بلند مقام اور اہم ترین بتایا جائے۔

اب یہاں بطور نمونہ اس قسم کی چند حدیثیں نقل کی جاتی ہیں جنھیں حکومت ابو بکر و عمر کے زمانے کی سمجھنا زیادہ مناسب ہے۔

یہ حدیث مسلم نے اپنی صحیح میں قول عائشہ نقل کیا ہے جو اسی قسم کی ہے توجہ فرمایئے

عائشہ کہتی ہیں کہ رسول ﷺ خدا جسوقت بستر بیماری پر تھے، مجھ سے فرمایا، اپنے باپ اور بھائی سے کہو کہ میرے پاس ائیں تاکہ میں ایک وصیت لکھ دوں، کیونکہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کوئی خام طمع امید لگائے یا کہے کہ میں خلافت کا زیادہ حقدار ہوں، حالانکہ خدا و مومنین سوائے ابوبکر کے کسی دوسرے کو اسکا حقدار نہیں سمجھتے [۳۵]

۳۵۔ صحیح مسلم باب فضائل ابوبکر ج۷ ص۱۱۰، مسند احمد ج۶ ص۴۷۔۱۴۴، و طبقات بن سعد، و کنز العمال۔ منتخب کنز

بخاری بھی ابو ملیکہ سے ایسی ہی روایت نقل کرتے ہیں :

عائشہ نے کہا کہ جب رسول ﷺ خدا کی بیماری شدت پکڑگئي تو عبد الرحمن بن ابی بکر سے فرمایا ، شانے کی ہڈی [۳۶] یا کوئي تختی میرے لئۓ فراہم کرو کہ ابو بکر کے بارے میں وصیت ان کے نام کے ساتھ لکھ دوں تاکہ کوئي انکی مخالفت نہ کرے [۳۷]

لیکن جیسے ہی عبد الرحمن اٹھے کہ حکم رسول بجالائیں ، رسول خدا ﷺ نے فرمایا اے ابو بکر خدا و مومنین ہرگز اجازت نہ دیں گے کہ تمھارے خلاف نزاع بڑھے (اورچونکہ پیغمبر کے ارشاد کے مطابق خدا و مومنین خلافت و حکومت ابوبکر کے بارے میں اج تک کسی قسم کے اختلاف کی اجازت نہیں دے رہے ہیں اسلئۓ وصیت لکھنے کی ضرورت نہیں)

یہ بھی صحیح مسلم میں ابو ملیکہ کا قول مروی ہے، کہ عائشہ سے پوچھا گیا ، اگر فرض کیا جائۓ کہ رسول خدا اپنا جانشین معین کریں تو کس کا انتخاب فرمائیں گے ؟

عائشہ نے جواب دیا ، ابو بکر کو

ابو بکر کے بعد کس کو خلافت کے لئۓ نامزد کریں گے ؟

عمر کو

ان کے بعد ؟

ابو عبیدہ جراح کو [۳۸]

اس طرح کی روایات جنھیں ام المومنین عائشہ سے فضائل شیخین یںڑوایت کی گئیں ہیں بہت زیادہ ہیں ، ہم ان روایات کو تحقیق کے باب میں انکا تجزیہ کریں گے ،یہاں اسے بطور نمونہ پیش کیا گیا ـ

۳۶ـ اس زمانے میں کاغذکی جگہ شانے کی ہڈی استعمال کی جاتی تھی

۳۷ـ صحیح مسلم ج۷ص۱۱۰ ، طبقات بن سعد ،مسند احمد ، مستدرک ، کنزل العمال منتخب ـ مستدرک میں ابو عبیدہ نام ملتا ہے

۳۸ـ ابو عبیدہ جراح کا نام عامربن عبد اللہ قرشی فہری تھا ، سابقین اسلام میں تھے ، دونوں ہجرت میں شریک ہوئے ، عمرکی طرف سے حاکم شام ہوئے ۱۸ھ میں وہیں مرض طاعون میں انتقال کیا ، اوربعد میں اردن میں دفن کئے گئے ، استیعاب ، اصابہ اسد الغابہ

ان احادیث کی پیدائشی کا زمانہ

یہ احتمال زیادہ ہے کہ اس قسم کی احادیث کی روایت اور شہرت ابو بکر اور عمر کے زمانہ ء خلافت میں ہوئي، کیونکہ ان دونوں خلفاء راشدین کا نام ایک کے بعد دوسرے کا ترتیب سے لیا گیا ہے، لیکن یہ کہ اگر رسول کسی کو خلیفہ بنانا چاہتے تو اسی ترتیب سے خلیفہ بناتے ـ

ہم اس قسم کی احادیث کو چار حصوں میں تقسیم کرتے ہیں

پہلی قسم ان احادیث کی ہے جن میں چاروں خلفاء کے نام اسی ترتیب سے علی ابن ابی طالب تک لئۓ گئۓ ہیں ـ

جس ترتیب سے خلیفہ بنے ہیں، میرے خیال میں ایسی حدیثیں حضرت علی بن ابی طالب کے بعد بنائي گئي ہیں، جبکہ چاروں خلفاء کا زمانہ ختم ہو چکا تھا ـ

محب طبری نے ریاض النضرہ میں حدیث رسول کو نقل کیا ہے وہ اسی قسم میں اتی ہیں ـ

رسول خدا ﷺ نے فرمایا: میں اور ابو بکر، عمر، عثمان اور علی حضرت ادم کی خلقت سے ہزار سال پہلے انوار کی شکل میں عرش کے داہنی جانب تھے، جب ادم خلق ہوئے تو خداوند عالم نے ہمیں انکی پشت میں قرار دیا اور اسی طرح پاکیزہ اصلاب میں منتقل ہوتے رہے، یہاں تک کہ مجھے صلب عبد اللہ میں ابو بکر کو صلب ابو قحافہ میں عمر کو صلب خطاب میں، عثمان کو صلب عفان اور علی کو صلب ابو طالب میں منتقل کیا ـ

پھر خداوند عالم نے ان سب کو میرے لئۓ چن لیا، نتیجے میں ابو بکر کو صدیق اور عمر کو فاروق، عثمان کو ذوالنورین اور علی کو میرا وصی قرار دیا، پس جو شخص بھی میرے اصحاب کی برائي کرے وہ ایسا ہے جیسے اس نے میری برائي کی، اور جو شخص بھی مجھے دشنام دے اس نے خدا کو دشنام دیا، اور جو شخص خدا کو دشنام دیگا اسے اوندھے منھ جہنم میں جھونک دیا جائے گا

اس حدیث کا وضعی زمانہ خود بخود روشن ہے

۱ـ اس قسم کی احادیث کا گڑھا جانا اور شائع ہونے کا زمانہ اس وقت کو سمجھنا چاہیۓ جب چاروں خلفاء کی خلافت ختم ہو چکی تھی، بلکہ بہت بعد میں ہونا چاہیۓ کیونکہ میری بیان کی ہوئي باتوں کے علاوہ اس حدیث میں دشنام دینا اور برا بھلا کہنے کی بات ہے، اور ہم جانتے ہیں کہ سب و شتم کی رسم حکومت معاویہ کے زمانے میں اور اسکے بعد

جاری ہوئي، اور اسکا حکم اسی نے دیا تھا، رسول خدا کے زمانے میں یہ رسم نہیں تھی کہ کوئي کسی صحابی کو دشنام دے اور اس حکم کا خدا و رسول کی جانب سے مستحق قرار پائے ـ

۲_ اگرچہ اس حدیث میں چاروں خلفاء کا نام ترتیب خلافت کے لحاظ سے ایا ہے، اس قسم کی احادیث امام کے زمانے میں نہ گڑھی جا سکتی ہے نہ مشھور کی جا سکتی ہے کیونکہ جس وقت امام نے خلافت قبول فرمائی تو تمام لوگ پورے طور سے دو گروہوں میں بٹ گئے تھے، ایک گروہ شدت سے عثمان کو برا بھلا کہہ رہا تھا، دوسرا گروہ بھی حضرت علی علیہ السلام ولی کو اچھا نہیں سمجھ رہا تھا، انھیں اچھائیوں کے ساتھ یاد نہیں کرتا تھا،، اس صورتحال میں کون شخص ایسی حدیث وضع کر سکتا ہے؟

۳_ حکومت معاویہ میں بھی اگرچہ سب و شتم کا بازار ہر جگہ گرم تھا حدیثیں گڑھنے میں لوگ ایک دوسرے سے بازی لیجانے کی کوشش کر رہے تھے، لیکن بنیادی حیثیت سے اس کو صرف علی اور انکی اولاد اور بنی ہاشم کے خلاف مخصوص رکھا گیا تھا، اور اموی سیاست اس بات کی متقاضی تھی کہ حضرت علی کو دیگر خلفاء راشدین سے الگ کر دیا جائے، ان کا نام اس ستون سے حذف کر دیا جائے، ان تینوں کو ہر حقیقت سے علی پر برتری دی جائے، اور ہم جانتے ہیں کہ یہی سیاست اخری حکومت بنی امیہ تک جاری رہی_

۴_ ان تمام باتوں کے بعد ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس حدیث کے وضع و انتشار کا زمانہ اس عہد میں متعین ہوتا ہے جب بنی امیہ کا زوال ہو رہا تھا اور بنی عباس کو اقتدار ملنے کے اثار نمایاں تھے_

اسکی دلیل یہ ہے کہ خلفاء بنی عباس بھی جنھوں نے اپنے چچا کے فرزندوں علویین کے نام پر اقتدار حاصل کیا تو اپنے سلف بنی امیہ کی طرح معمولی بہانوں سے علویوں کا بے رحمانہ خون بہایا_

ان باتوں کی بنیاد پر اس حدیث کے وضع و انتشار کا زمانہ یہی متعین ہوتا ہے کہ بنی امیہ کا دور ختم ہو رہا تھا اور اہلبیت کے نام پر لوگوں کو دعوت دی جا رہی تھی، کیونکہ یہی موقع تھا جب بنی ہاشم کے دونوں خاندان علوی اور عباسی مل کر اموی اقتدار کو اکھاڑ پھینکنے کی سعی کر رہے تھے اور بنی عباس کی سیاست اس موقع پر ایسی تھی کہ اموی سیاست کو ذکر دینے کیلئے نام علی کو خلفاء ثلثہ کے نام کے ساتھ شائع کیا جائے درانحالیکہ ہم جانتے ہیں کہ خلفاء بنی امیہ ان تینوں خلفاء کو ہٹا کر صرف علی ہی پر سب و شتم کرتے تھے، حضرت علی علیہ السلام کے نام کو خلفاء راشدین کی فہرست سے حذف کر دیا تھا_

ایسا گمان ہوتا ہے کہ بنی عباس اتنے ہی پر مطمئن نہیں ہوئے انھوں نے قدم اگے بڑھایا اور بنی امیہ کی

سیاست اور ان کے دعوے کو باطل کرنے کیلئے خاص طور سے عثمان کا نام خلفاء کی فہرست سے حذف کر دیا، درج ذیل حدیث میرے اس دعوے کی واضح دلیل ہے کہ اسی عہد میں بنائی گئی ہو گی۔

جابر بن عبد اللہ انصاری روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول خدا کے ساتھ مدینے کے ایک باغ میں تھے، اچانک اپ نے میری طرف رخ کر کے فرمایا، ابھی تمھارے پاس ایک شخص ائے گا جو جنتی ہو گا۔

ہم نے گردن اٹھائی کہ اس جنتی شخص کو دیکھیں اتنے میں ابوبکر اگئے، ہم نے انھیں اس بشارت کی مبارکباد دی۔

ذرا دیر نہ گذری تھی کہ رسول ﷺ خدا نے دوسری بار فرمایا:

ایک جنتی شخص ابھی تمھارے پاس ائے گا۔

ہم نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ عمر پہونچے، ہم نے انھیں اس بشارت کی تہنیت پیش کی ذرا دیر بعد تیسری بار رسول ﷺ خدا نے فرمایا، ایک جنتی شخص تمھارے پاس ائے گا اور پھر رسول ﷺ خدا نے درخت خرما کی شاخ کے نیچے اپنے ہاتھ اسمان کی طرف بلند کر کے فرمایا:

خدا وند کیا اچھا ہو کہ تو ارادہ فرمادے کہ وہ شخص علی ہو اتنے میں علی پہونچے، ہم نے اس عظیم موہبت پر انھیں تہنیت پیش کی۔

ہم جو اس حدیث کے صحیح نہ ہونے کی بات کہہ رہے یہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ ہم رسول خدا اور ان ذریت طاہرہ اور تقوی شعار صحابہ کے فضائل کا انکار کر رہے ہیں، نہیں، ہر گز ایسا نہیں، ہم ہرگز ان کے فضائل کے منکر نہیں، لیکن یقین نہیں اتا کہ خدا نے صرف انھیں گروہ صحابہ کو جو مسند خلافت پر براجمان ہوئے، اور جو لوگ اس مرتبے پر فائز نہیں ہوئے ان کے درمیان اس حد تک فرق کے قائل ہو جائیں کہ انکی طینت کو نور سے اور انکی طینت کو مٹی سے خلق کیا جائے۔

ان باتوں کے علاوہ اور دوسرے دلائل جو ائندہ بیان کئے جائیں گے خود ہی حق دیتے ہیں کہ اس قسم کی احادیث کو صحیح و درست ماننے میں جو خلفاء راشدین کا انکی خلافت کی ترتیب سے پئے در پئے ایا ہے شک اور تردید کی نظر ڈالیں۔

دوسرے قسم کی احادیث میں وہ حدیثیں اتی ہیں جن میں تینوں خلفاء کا نام اول سے عثمان تک یکے بعد دیگری ایا ہے۔

ہمارے عقیدے کے مطابق اورپہلے قسم کی احادیث کے بارے میں جو کچھ عرض کیا گیا اس کی روشنی میں اس قسم کی احادیث بھی عثمان کی حکومت کے زمانے میں گڑھی گئي ہیں ان سے پہلے نہیں گڑھی گئي ہیں، چنانچہ ان میں سے کچھ احادیث میں عثمان کے قتل ہونے کا بھی بیان ہے، اس سے یہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عثمان کے قتل کے بعد یہ
حدیثیں گڑھی گئي ہیں، تاریخ قتل سے پہلے نہیں۔

تیسرے قسم کی احادیث وہ ہیں جن میں فقط شیخین کا نام ہے، ایک کے بعد دوسرے کا نام ایا ہے، ہمارا تو اس بارے میں عقیدہ یہ ہے کہ اس قسم کی احادیث عمر کے بر سر اقتدار انے کے بعد گڑھی گئي ہیں، انکی خلافت سے پہلے نہیں۔

چوتھے قسم کی احادیث وہ ہیں جن میں صرف خلافت ابوبکر کا نام ہے اور چونکہ ان میں صرف ابوبکر کا نام ہے عمر کا نام درمیان میں نہیں ہے اسلئے گمان قوی ہے کہ عمر کی حکومت سے پہلے ان کو گڑھا گیا ہے، اس بناء پر احتمال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ابو بکر کے نام سے وصیت لکھنے کی حدیث ان کے خلیفہ ہو جانے کے بعد روایت کی گئي ہے کیونکہ ان میں عمر کا نام نہیں ہے۔

لیکن یہ حدیث کہ (اگر یہ بات طئے کی جاتی کہ رسول خدا ﷺ کسی کو اپنا جانشین بنائیں تو پہلے ابو بکر کو معین کرتے، ان کے بعد عمر کو اور ان کے بعد ابو عبیدہ جراح کو) گمان قوی ہے کہ یہ حدیث عمر کی حکومت کے زمانے میں عثمان سے پہلے گڑھی گئي ہے، کیونکہ عمر خود ابو عبیدہ کے بارے میں کہتے تھے کہ اگر ابو عبیدہ زندہ ہوتے تو انھیں کو خلیفہ بناتا۔

ہم نے بعض ان احادیث عائشہ کو یہاں بیان کیا جنکی اشاعت خلافت شیخین کے زمانے میں ہوئي حالانکہ اس قسم کی ڈھیر ساری احادیث موجود ہیں، جنھیں ہم خلافت شیخین کا زمانہ ختم ہونے کے وقت سمجھنے پر مجبور ہیں انہیں میں یہ حدیث ہے کہ جناتوں نے عمر کی نوحہ سرائي کی اس حدیث کی اشاعت قتل عمر کے بعد یا شاید بہت بعد میں شائع ہوئي ہوگي۔

عمر کے لئے جناتوں کا نوحہ

ہم نے اس سے پہلے کی فصل میں بیان کیا کہ عائشہ نے اپنے باپ ابو بکر اور ان کے پرانے ساتھی عمر کی حکومت کی تائید اور استحکام کے لئے احادیث رسول بیان کیں ان میں بعض کا تجزیہ کر کے کہا ہے کہ ان احادیث کی پیدائشی اور اشاعت کسی طرح بھی ابو بکر و عمر کے زمانے سے میل نہیں کھاتیں، بلکہ کئي سال بعد ان دونوں کی حکومتیں ختم ہونے کے بعد زبانوں پر اتی ہیں، انھیں میں ایک حدیث ہے جناتوں کی نوحہ خوانی عمر کے سوگ میں، جس کے بارے میں احتمال قوی ہے کہ عمر کے موت کے کافی دنوں بعد یہ گڑھی گئي ہے، متذکرہ حدیث اس طرح ہے۔

ام المومنین عائشہ سے روایت کی گئی ہے کہ عمر کے قتل ہونے کے تین دن پہلے جناتوںنے مجلس عزا منعقد کی اور نوحہ خوانی کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے ۔

ابعد قتیل بالمدینہ اظلمت لہ الارض ، تھتز العضاہ یا سوق جزی اللہ خیراً من امام و بارکت ید اللہ ، فی ذاک الادیم الممزق فمن یسع او یرکب، جناحی نعامۃ لیدرک ما قدمت بالامس، لیسبق قضیت اموراً ، ثم غادرت بعدھا بوائق فی اکمامھا لم تفتق فما کنت اخشی ان یکون وفاتہ بکفی سبتی ازرق العین مطرق

استیعاب ج۲ص ۲۴۱ _کتاب الاغانی ج۸ص ۱۹۲

کیا اس مقتول کے بعد جو مدینہ میں اپنے خون میں نہایا اور دنیا تیرہ و تار ہو گئی ، روئے زمین پر دوبارہ بھی سبزہ اگے گا ؟

خدا وند عالم ہم سب کی طرف سے تمہارے جیسے امام کو جزائے خیر دے ، اور تیرے شکم دریدہ کو اپنی رحمت اور کرم کا مورد قرار دے ۔

کوئي شخص بھی ہو لاکھ فکر کرے کہ تیری طرح کارنامے انجام دے جو تو کر گیا اسے انجام دے ڈالے ہرگز عہدہ برا نہ ہو سکے گا ، اپنی حکمرانی کے زمانے میں کاموں کو بڑے اچھے ڈھنگ سے انجام دیا لیکن تیرے بعد کتنے ہی فتنوں نے سر ابھارا ہے ۔

کبھی خواب و خیال میں بھی نہ سوچا گیا تھا ، وہ یہ دیکھنے کو ملا کہ ایسے امام کی موت ایسے بد خصلت دشمن نیلی انکھ والے بھڑیئے کے ہاتھوں انجام پائے گی ہمارے خیال میں یہ اشعار عمر کی موت کے بہت بعد کی پیدا وار ہیں ۔

کیونکہ ...

۱ _ متذکرہ اشعار میں اٹھے ہوئے فتنوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو عثمان کی خلافت کے نصف اخر میں پیش ائے ، نہ کہ عمر کے اخری زمانے میں یا عثمان کے اوائل حکومت میں ذرا اس مصرعے پر توجہ فرمایئے ... لیکن تمہارے بعد کیسے کیسے سوئے ہوئے فتنے ظاہر ہوئے ۔

۲ _ اگر ہم مان بھی لیں کہ فتنہ ظاہر ہونا غیر واضح کنایہ ہے ، پھر قاتل عمر کا تعارف اسقدر واضح کیسے ، وہ بھی جرم کے تین دن یا کچھ پہلے یہ ایسا معاملہ ہے کہ حادثہ واقع ہو جانے کے بعد ہونا چاہیئے نہ کہ اس سے پہلے ۔

۳_ ام المومنین عائشہ کے قول کی بناء پر جناتوں نے پاپ بھرے واقعے کے تین روز قبل اور وہ بھی نیلی انکھ والا بھیڑیا صفت کے ہاتھوں ، یہ ایسا معاملہ ہے جو قران کے واضح نص کے خلاف ہے کیونکہ کلام خدا کے بموجب ان جناتوں کو داستان سلیمان پیغمبر میں دو قدم بعد کی خبر نہ تھی ، تین روز پہلے کی بات تو دور کی ہے ، وہ سلیمان پیغمبر کی موت کو نہ سمجھ سکے یہی جنات پورے ایک سال رنج و عذاب جھیلتے رہے ، حضرت سلیمان کی موت ان کے چند قدم کے فاصلے پر ہوئی تھی لیکن وہ بے خبر رہے ، سلیمان مرنے کے بعد ایک سال اپنے عصا کے سہارے ٹکے رہے وہ سلیمان کو چند قدم کے فاصلے

سے دیکھتے رہے ، رات دن قصر بنانے میں اپنی جان کھپاتے رہے ، اخر ایک سال بعد جب دیمک نے عصا کھا لیا تو عصا ٹوٹ گیا ، اور سلیمان کا جسد بے جان زمین پر گرا ، اسوقت جناتوں کو معلوم ہوا کہ ہم نے ایک سال تک بلا وجہ جان کھپائي ، اس حساب سے اپ ہی بتایئے اس وحشتناک رازیعنی موت عمر کی تین دن پہلے سے انھیں اطلاع ہوگئي ، اور حصباء کی سرزمین پر ام المومنین کے سامنے انھوں نے خلیفہ کے سوگ میں مجلس عزا منعقد کی ؟ بہر حال یہ حدیث عمر کی وفات کے بعد روایت ہوئي ہوگی اس سے پہلے نہیں ، پھر یہ کہ اسے ام المومنین عائشہ کے ابیات سمجھیں تب تو یہ صورتحال بنتی ہے _

جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ابو الفرج نے اغانی [۳۹] میں شماخ شاعر کے حالات لکھتے ہوئے بتایا ہے کہ اس کے دو بھائي تھے دونوں ہی شاعر تھے ، ایک کا نام مزرد تھا اور دوسرے کا جزء ، اسی نے عمر کا مرثیہ کہا ہے ،

علیک سلام من امیر و بارکت ...ید اللہ فی ذاک الادیم المزق _

اسکے بعد وہ تمام اشعار ہیں جنھیں شروع میں نقل کیا گیا _

اور اشتقاق میں کہتا ہے [۴۰] کہ ضرار کے تین فرزند تھے جنھوں نے اسلام کا زمانہ پایا ، ان میں ایک کا نام جزء تھا ، اسی نے عمر کا مرثیہ کہا _

علیك سلام اللہ ... اخر تک تمام اشعار

بہر حال ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان اشعار کو شماخ یا اسکے بھائي جزء سے اسی زمانے میں منسوب کیا گیا _

۳۹_ اغانی ج ۸ ص ۱۹۴ شماخ اور اسکے بھائیوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانہ پایا ، ان میں سب سے مشہور شاعر شماخ ہے ، جسکا شعری دیوان بھی مرتب کیا گیا ہے ، اس نے عثمان کے زمانے کی بعض جنگوں میں شرکت کی ہے ، اصابہ ۲/ ۱۵۲ ، اسد الغابہ ۴/ ۳۵۱

۴۰_ اشتقاق ص ۲۸۶ _ اسد الغابہ حالات عمر ، دیوان حماسہ ص ۱۰۹ دیکھی جائے

ایک دوسری روایت کی بنیاد پر ام المومنین نے اپنی بہن ام کلثوم بنت ابی بکر کیلئے جو واقعہ گذرا اسے یوں بیان کیا ہے _ عمر نے جو اخری حج کیا اسمیں ازواج رسول کو اجازت دی کہ وہ بھی حج کریں ، اس سفر میں عمر نے جب حصباء سے کوچ کیا تو میں نے ایک شتر سوار کو دیکھا جو اپنا پورا چہرہ چھپائے ہوئے تھا صرف اسکی انکھیں نظر اتی تھیں ، اس نے پوچھا ، کیا وہ (عمر) یہاں ٹھرے تھے ؟

ایک شخص نے جواب دیا ، ہاں اس جگہ وہ ٹھہرے تھے _

یہ سنکر شتر سوار نے اپنا اونٹ بٹھایا اور بلند اواز سے عمر کے ماتم میں یہ اشعار پڑھنے لگا ،(ابعد قتیل ...اخر اشعار تک)

میں نے اپنے ایک ساتھی کو حکم دیا کہ نوحہ پڑھنے والے کو پہچان کر مجھے بتائے ، وہ گیا لیکن ناکام واپس ایا کیونکہ اس نے منھ چھپائے ہوئے شتر سوار کو وہاں نہیں پایا ، حالانکہ وہ میرے سامنے عمر پر نوحہ پڑھ رہا تھا ، خدا کی قسم میں سمجھتی ہوں کہ وہ جناتوں میں سے تھا _

اسکے بعد حدیث میں یہ ہے کہ :

جب عمر قتل کردیئے تو لوگوں نے ان اشعار کو فرزند ضرار کی طرف منسوب کردیا _

اس روایت کو ابو الفرج نے اغانی میں شماخ کے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے ، ابن عبد البر نے استیعاب میں حالات عمر کے ذیل میں لکھا ہے ، لیکن طبقات بن سعد میں ذرا سی لفظی تبدیلی کے ساتھ دونوں روایتیں ہیں ، لیکن تینوں روایتوں کا مفہوم ایک ہی ہے _

ابن حجر نے اصابہ میں صحت سند پر زور دیتے ہوئے اس روایت کو عائشہ کی بہن ام کلثوم کے واسطے سے نقل کیا ہے _

جس حدیث کی سند کو ابن حجر صحیح سمجھتے ہیں وہ اس طرح مروی ہے کہ ان شعروں کی شہرت شماخ یا اسکے بھائیوں کی طرف سمجھی جا سکتی ہے _

وجہ یہ ہے کہ اس حدیث میں وضاحت ہے کہ ام المومنین خود ہی عمر کے ساتھ اخری حج بجالاتے ہوئے مشعر الحرام میں خود دیکھا کہ جناتوں نے عمر کے سوگ میں نوحہ خوانی کی ، اسمیں ذرا بھی شک اور تردید کی گنجائشے نہیں ، اور جب ام المومنین عائشہ نے ایسا فرمایا ہے تو یقینی طور سے جناتوں نے عمر کے قتل سے تین روز قبل عمر کے سوگ میں نوحہ خوانی کی ، خلیفہ اسی سفر سے واپسی کے بعد مدینے میں قتل کئے گئے ، اس واقعے کے بعد لوگوں نے اپنی زبانوں پر دہرایا ، اور نا دانستہ طور پر ضرار کے فرزندوں کی طرف منسوب کر دیا ۔

ام المومنین نے خود دیکھا کہ شتر سوار منہ چھپائے قیام گاہ عمر سے اسی وقت جبکہ انھوں نے کوچ کیا تھا تلاش کرنے لگا ، ایک دوسرے مجھول الحال نے انکی قیام گاہ بتائی پھر نقاب دار شخص نے اپنا اونٹ بیٹھایا اور عمر کی موت کا مرثیہ پڑھنے لگا ، ٹھیک اسی وقت ام المومنین نے اپنے قافلے کے ساتھی کو وہاں بھیجا کہ نقاب پوش کا پتہ لگائے لیکن وہ

ادمی غائب ہو چکا تھا ، اس بناء پر ذرا بھی شک نہیں رہ جاتا کہ وہ نقاب پوش جنات تھا ، ورنہ وہ کیسے انکھوں سے پنہاں ہو جاتا ، اور کسی نے اسکو نہیں دیکھا ؟ اسی وجہ سے ام المومنین نے قسم کھائی (فواللہ انی لا حسبہ من الجن) خدا کی قسم میرا تو یہی گمان ہے کہ وہ جنات تھا ، اب جبکہ ام المومنین نے اپنی انکھوں سے دیکھا اور قسم کے ذریعے بات میں مزید تاکید پیدا کی تو کیا کسی کے لئے شک اور تردید کی گنجائشے رہ جاتی ہے کہ ان اشعار کو جنات کے سوا کسی نے عمر کے قتل سے تین دن پہلے پڑھا ہو ؟

اس قسم کے بعد جو بھی دعوی کرے کہ یہ اشعار ضرار نے موت عمر کے بعد کہے ہیں اسے نہ مانیئے ، کیونکہ اسکا دعوی باطل ہو جائے گا ، وجہ یہ ہے کہ یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ ان اشعار کو جناتوں نے موت عمر سے پہلے پڑھا ہے ، منی میں پڑھا ہے اور عمر کے مدینہ پہونچنے سے پہلے پڑھا ہے ۔

اوپر جو کچھ کہا گیا اس کے علاوہ جو چیز مجھے اس حدیث کی صحت کے بارے میں مشکوک بناتی ہے یہ ہے کہ بالفرض اگر ہم مان لیں کہ جنات کو دیکھنا اور نوحہ پڑھنا صرف ام المومنین نے دیکھا تو ہمیں ماننا پڑے گا کہ ہزاروں حاجیوں نے جو منی میں موجود تھے اس جنات کو دیکھنے سے محروم رہے، وہاں اکیلی ام المومنین ہی تو موجود نہیں تھیں، بلکہ دوسری ازواج رسول بھی تھیں، زینب اور سودہ ہر منزل پر ان کے ساتھ ساتھ رہیں، جہاں ٹھہرتیں یہ بھی ٹھہر جاتیں، جہاں سے کوچ کرتیں یہ بھی کوچ کرتیں، پھر ان ازواج رسول نے واقعہ کا مشاہدہ کیوں نہ کیا کہ سوگ عمر میں جناتوں کے نوحے کی روایت صرف ام المومنین عائشہ نے کی ہے، اس مرثیے کو ادمی سے منسوب ہونے کی تردید میں اور بقول ام المومنین عائشہ جناتوں کے ہونے کی تاکید میں طبقات بن سعد میں ہے جو بطریق موسی بن عقبہ روایت کی گئي ہے (عائشہ نے پوچھا کہ یہ شعر پڑھنے والا کون ہے ؟)

جزی الله خیر ا من امام و بارکت

لوگوں نے جواب دیا ضرار کا فرزند

عائشہ کا بیان ہے کہ یہ سننے کے بعد میں نے ضرار کے بیٹے سے ملاقات کی اور یہ بات اس سے پوچھی، اس نے قسم کھا کر کہا کہ میں اس موقع پر منی میں تھا ہی نہیں۔

میرے لئے فرق نہیں کہ اس روایت کی سند گذشتہ حدیث ام المومنین کے مانند صحیح ہے یا ابن حجر کے بقول ضعیف ہے [۴۱]، یہاں بات صرف اتنی ہے کہ مجھے اس حدیث سے یہی سمجھ میں اتا ہے کہ ان اشعار کے بارے میں کہ وہ ادمی تھا یا جنات تھا، اس وقت کے حاضرین کو بھی شک اور تردید تھا۔

اسی بنیاد پر اخری حدیث کا شبہ ختم کرنے کیلئے اسی کے گرد اگرد دو حدیث صحیح سند کے ساتھ ام المومنین سے روایت کی گئي۔

۴۱_ اابہ ج۳ ص ۳۸۵ _ ۳۸۶

احترامات متقابل

ام المومنین خلافت شیخین کے تمام زمانے میں خلافت کی طرف سے خاص توجہ و احترام کی مستحق سمجھی جاتی تھیں ، وہ بھی اسکے مقابلے میں خلافت کے خصوصی احترام کو ملحوظ رکھتیں خلیفہ کی عظمت نمایاں کرتیں ، ان کا مرتبہ لوگوں کی نظر میں بڑھاتی تھیں ، مرتبہ خلافت کے حضور اپنی فروتنی سے تمام مسلمانوں کی خود سپردگی کا ماحول تیار کرتیں ۔

خلافت بھی عائشہ کی شخصیت کا احترام ، انکی رضا جوئي اور بزرگی دو بالا کرنے اور دوسری ازواج انھیں ترجیح دینے سے غفلت نہیں برتتی تھیں۔

اس متقابل احترامات کی تمام زمانہ خلافت شیخین میں رعایت کی گئي خاص طور سے عمر کی موت کے وقت تک قائم رہا ، احترام و الفت نیز دونوں طرف سے جھک کر ملنے کا نمونہ عمر اور عائشہ کے مکالمہ سے ظاہر ہے۔

بخاری نے فضائل اصحاب نبی کے باب میں ، اور ابن سعد نے طبقات میں عمرو بن میمون کے طویل بیان کے ضمن میں لکھا ہے کہ :

عمر نے اپنے بیٹے عبد اللہ کو حکم دیا کہ ام المومنین عائشہ کی خدمت میں جائو ، اور میری طرف سے یہ پیغام پہونچائو کہ عمر سلام عرض کرتا ہے اور استدعا کرتا ہے کہ مجھے مرنے کے بعد رسول اور ابو بکر کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت مرحمت فرمائیں ۔

عبد اللہ اسی وقت ام المومنین کی خدمت میں پہونچے تو دیکھا کہ وہ بیٹھی ہوئي رو رہی ہیں ، عبد اللہ نے باپ کا پیغام دیا تو عائشہ نے جواب میں کہا ، میں نے وہ جگہ خود اپنے لئۓ مخصوص رکھی تھی ، لیکن خلیفہ کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں ۔

عبد اللہ اثبات میں جواب پاکر خدمت خلیفہ میں پہونچے ، عمر نے پوچھا کیا خبر ہے ؟

نتیجہ اپ کی توقع کے مطابق ہے ، ام المومنین نے اجازت دیدی ۔

خدا کا شکر ، میں اس مسئلے میں بہت فکر مند تھا ۔

عائشہ کا گھر دار الشوري

ابن عبد ربہ عقد الفرید میں لکھتے ہیں کہ :

عمر نے اپنی باتوں کے درمیان چھ ادمیوں کو خلافت کا نمائندہ بناتے ہوئے کہا ، عائشہ کی اجازت اور رائے سے ان کے گھر میں انا اور باہم ایک دوسرے سے مشورہ کر کے ایک شخص کو خلیفہ مقرر کر لینا ـ

جب عمر مر گئے تو انھیں دفن کر دیا گیا ، مقداد بن اسود جو اس شوری کمیٹی کے ممبر تھے انھوں نے سب کو عائشہ کے گھر میں انکی اجازت لیکر جمع کیا ، اسی وقت عمرو بن عاص اور مغیرہ بن شعبہ ائے اور عائشہ کے دروازے پر بیٹھ گئے ،سعد بن وقاص نے ان دونوں کو سنگریزے مار کر وہاں سے بھگا دیا اور کہا :

تم ہم سے یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہم بھی خلیفہ مقرر کرنے کیلئے شوری کمیٹی کے ایک ممبر تھے اور عائشہ کے گھر میں موجود تھے ، اسطرح تم دونوں اپنے کو ہم لوگوں کے ہم پلہ قرار دینا چاہتے ہو ؟

اب جبکہ بات ان چار کی ہوتی ہے ، ان کا تعارف فائدے سے خالی نہیں ـ

مقداد

مقداد بن اسود کندی ـ عمر بن ثعلبہ کے فرزند تھے ، لیکن انھوں نے جاہلی زمانے میں کسی خاندان کی فرد کو قتل کر دیا تھا اسلئے حضر موت کی طرف بھاگ گئے تھے ، وہیں قبیلہ کندہ کے ہم پیمان بن گئے ، پھر وہاں ابو شمر سے جھگڑا ہوا ، اسکی پنڈلی کو تلوار سے زخمی کر دیا جسکی وجہ سے مکہ بھاگنا پڑا وہیں اسود بن عبد یغوث کے ہم پیمان ہو گئے ، انھیں کے فرزند کہے جانے لگے اس تاریخ سے انھیں مقداد بن اسود کہا جانے لگا ، جب خدا نے آیت نازل کر کے حکم دیا کہ ادعوھم لابائھم (لوگوں کو ان کے باپ کے نام سے پکارو)تو انھیں مقداد بن عمرو کہکے پکارا جانے لگا ، مقداد کا انتقال ۳۳ھ میں ہوا ـ

عمرو عاص

انکی کنیت ابو عبد اللہ یا ابو محمد تھی ، عمروعاص قریش کے قبیلہ بنی سہم سے تھے ان کی ماں کا نام نابغہ بنت حرملہ تھا ، جو ایک جنگ میں غنیمت کی شکل میں بازار عکاظ میں بکنے ائی ، اسے مغیرہ کے بیٹے وفا نے خرید کر پہلے عبد اللہ بن جدعان اور بعد میں عاص بن وائل کو دیدیا ، اخر نابغہ سے عمرو عاص پیدا ہوئے ،(عمرو عاص کی ماں نابغہ دور جاہلیت کی مشہور ترین رنڈی تھی)

قریش نے عمرو عاص کو حبشہ بھیجا تاکہ نجاشی کی رائے جعفر بن ابی طالب اور دوسرے ان مسلمانوں کے بارے میں بدل سکے جنھوں نے حبشہ ہجرت کی تھی ، اور ان سب کو مکہ واپس لا سکے ،نتیجے میں نجاشی نے عمرو کو اپنی بارگاہ سے دھتکار دیا ۔

عمرو عاص ٦ھ میں فتح مکہ سے چھ مہینے قبل اسلام لائے ، اور خلیفہ عمر کے زمانے میں مصر ان کے ہاتھوں فتح ہوا تو عمر کے حکم سے وہاں کے گورنر بن گئے ، خلافت عثمان کے چوتھے سال تک وہ وہاں کے گورنر رہے ، پھر عثمان نے انھیں معزول کر دیا ، اسی وجہ سے عمرو عاص اس گروہ میں شامل تھے جنھوں نے عثمان کی شدید مخالفت کی ، ان کے خلاف پرچار کر کے لوگوں کو ابھارتے ،یہاں تک کہ عثمان قتل کردئے گئے ۔

اسکے بعد عمروعاص معاویہ سے مل گئے اور انتقام خون عثمان کا نعرہ لگا کر علی سے جنگ کی، انھیں کی عیاری سے جنگ صفین میں قران نیزوں پر بلند کیا گیا ، جنگ اپنے اخری مرحلے میں تھی اور معاویہ کا کام تمام ہونا ہی چاہتا تھا کہ جنگ کا نقشہ پلٹ گیا ۔

جب حضرت علی علیہ السلام کے سپاہیوں نے اپنی جانب سے ابو موسی اشعری کو حکم بنایا تو معاویہ نے اپنی طرف سے عمرو عاص کو حکم بنایا ، اخر کار عمرو عاص نے ابو موسی کو دھوکا دیا کہ علی کو خلافت سے معزول کر دیا جائے ، اور ذرا موقع دئے بغیر انھوں نے معاویہ کو خلیفہ نامزد کر دیا ، اس حسن خدمت کے بدلے اور پہلے سے طئے شدہ معاہدے کے مطابق انھیں مصر کی حکومت مل گئي ، محمد بن ابی بکر کے قتل ہونے کے بعد ۴۳ھ تک یا کچھ بعد تک مصر کے حکمراں رہے ، وہیں ان کا انتقال ہوا اور وہیں دفن کئے گئے

استیعاب ، اسد الغابہ ، اور طبقات دیکھی جائے ۔

مغیرہ بن شعبہ

مغیرہ بن شعبہ بن ابو عامر بن مسعود ثقفی، جنگ خندق کے زمانے میں اسلام لائے اسکے بعد مدینہ ہجرت کی، جنگ حدیبیہ میں شریک تھے، رسول خدا نے ان کو ابو سفیان کے ساتھ بنی ثقیف کے بتوں کو توڑنے کیلئے بھیجا، مغیرہ کی انکھ جنگ یر موک میں چلی گئی، وہ عمر کی طرف سے بصرہ کے گورنر مقرر کئے گئے اور جب ان پر زنا کا الزام لگایا گیا اور لوگوں نے گواہی دی تو انھیں معزول کر دیا، لیکن کچھ دن بعد کوفے کی گورنری دیدی، اخر کار جب وہ معاویہ کی طرف سے کوفے کے گورنر تھے انتقال کیا، کہتے ہیں کہ انکی تین سو بیویاں تھیں اور بعض روایات میں ہے کہ ایک ہزار عورتوں سے مسلمان ہونے کے بعد شادی کی [۱]

سعد بن ابی وقاص

ابو اسحق کنیت تھی، سعد نام تھا جو ابی وقاص کے بیٹے تھے، ابی وقاص کا نام مالک بن اھیب تھا جو قریش کے قبیلہ زھرہ سے تھے۔

سبقت اسلامی میں ان کا ساتواں نمبر ہے، وہ مسلمانوں میں پہلے تیر انداز تھے جنگ بدر اور تمام غزوات میں شرکت کی، فتح عراق کے موقع پر وہ سپہ سالار اسلام تھے، انھوں ہی نے وہاں شہر کھولا اور شہر کوفہ کی بنیاد ڈالی، پھر عمر کی طرف سے وہاں کے گورنر ہوئے، عمر نے انھیں مجلس شوری کا ایک رکن مقرر کیا تھا سعد نے قتل عثمان کے بعد گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی، اخر کار ۵۰ھ میں اس زھر سے جسے معاویہ نے عیاری سے انھیں کھلا دیا تھا انتقال کیا انھیں بقیع میں دفن کیا گیا [۲]

۱۔ استیعاب درحاشیہ اصابہ ج ۲ ص ۱۸۔ ۲۵، اصابہ ج ۲ ص ۳۰۔ ۳۲

۲۔ عمر نے بستر مرگ سے چھ بزرگ نامور صحابہ کو خلافت کے لئے نامزد کیا، اور طئے کیا کہ یہ لوگ تین روز کے اندر کسی ایک کو خلیفہ منتخب کر لیں، اگر ان میں اکثریت کسی کو منتخب کر لے اور دوسرے مخالفت کریں تو انکی گردن مار دی جائے، اور اگر تین تین دونوں طرف ہوں تو جدھر عبد الرحمن ہوں اسی کو خلیفہ بنایا جائے، عبد الرحمن نے موت عمر کے بعد خود کو خلافت سے دستبردار کر لیا اس شرط سے کہ جسکی وہ بیعت کریں سب لوگ اسے مان لیں، عبد الرحمن اچھی طرح حضرت علی کو پہچانتے تھے کہ وہ جاہ طلب سیرت شیخین کو ہرگز قبول نہ کریں گے، چند روز حکومت کیلئے تیئس (۲۳) سالہ رسول کی محنت برباد نہ کریں گے، بلکہ عمر بھی اس بات کو جانتے تھے، کیسے معلوم ہوا کہ انھوں نے عبد الرحمن کو اسکا حکم نہیں دیا ہوگا

انھیں باتوں کے پیش نظر عبد الرحمن نے علی سے کہا میں کتاب اللہ و سنت رسول اور سیرت شیخین کی شرط پر اپ کی بیعت کرتا ہوں لیکن علی نے دین کے بدلے دنیا نہیں بیچی، وہ جانتے تھے کہ اگر قبول نہ کیا تو حکومت نہ ملے گی، اپ نے فرمایا کہ خدا و رسول کی روش پر بیعت قبول کرتا ہو لیکن سیرت شیخین پر عمل قبول نہیں، میں خود اپنی سیرت پر چلوں گا، اگر عبد الرحمن نے یہ شرط علی کے علاوہ کسی سے کی ہوتی تو وہ مان لیتا، لیکن انھوں نے صرف اپنے داماد عثمان کے سامنے پیش کی، اور عثمان نے بغیر کے اسے قبول کر لیا، واقعی سوچنے کی بات ہے کہ اخر سیرت شیخین کیا تھی کہ جسے عبد الرحمن نے پیش کیا اور علی نے اسے مسترد کر دیا

اب ہم پھر اپنے مطلب پر واپس اتے ہوئے خلیفہ عمر اور ام المومنین عائشہ کے احترامات متقابل کا تجزیہ کرتے ہیں

جس نے قیصر و کسری کو زیر نگین کیا، انکی حکومت قبضے سے نکال کر اینٹ سے اینٹ بجادی، جس نے اصحاب رسول پر کوڑے برسا کر اپنی مطلق العنانی کا مظاہرہ کیا، جس شخص کا نام سنتے ہی طاقتور سلاطین اور فرماں روا کانپ جاتے، ہم دیکھتے ہیں کہ اپنے کو ام المومنین عائشہ جیسی خاتون کے سامنے کسقدر حقیر سمجھتا ہے، عاجزی و انکساری کا مظاہرہ کرتا ہے۔

اپنی اخری ارامگاہ کو انکی اجازت پر منحصر سمجھتا ہے

اسکا گھر شوری کا محل و مقام قرار دیتا ہے تاکہ وہیں عائشہ کے گھر میں مقتدر اسلامی حکومت و خلافت طئے پائے اور مسلمانوں کا حکمراں معین ہو، اور اس ذریعے سے مسلمانوں کی نظر میں ان کا مرتبہ و مقام زیادہ سے زیادہ بڑھے انھوں نے اپنے اس اقدام سے تمام دنیائے اسلام کی توجہ ان کے اور انکے گھر کی طرف موڑدی اور خاص موقع شناسی کے ماتحت ان کا مرتبہ و مقام اسقدر بلند کیا کہ زندگی کی اخری گھڑیوں میں کوشش یہی رہی کہ مسلمانوں اور اسلامی معاشرے کی نظر میں ان کا مرتبہ بلند تر رہے، اس اقدام اور ان جیسے اقدامات سے عمر نے اپنی خلافت کے زمانے میں ام المومنین کو اپنے ہمعصروں اور تمام مسلمانوں کے اسقدر ممتاز اور برتر قرار دیا کہ انکی عظمت کے سامنے اسلامی معاشرہ حقیر بن گیا، اسکی وجہ سے وہ اسقدر طاقتور بن گئیں کہ ان کے بعد دو خلفاء سے انھوں نے شدید اختلاف کیا اور جنگ کرنے کیلئے نکل ائیں۔

جی ہاں۔ انھوں نے رسول کے دو داماد عثمان اور علی سے اسقدر شدید اختلاف کیا کہ مسلمانوں کو ان کا خون بہانے کا حکم دیدیا، حالانکہ یہ دونوں اصحاب رسول اور مسلمانوں کے خلیفہ تھے، رسول خدا کے جانشین سمجھے جاتے تھے، انھوں نے اپنے اثرات اور طاقت سے ایسے حوصلہ مندانہ اقدامات کئے، اس بار بھی انھوں نے تاریخ اسلام کی رفتار پر اپنی ذہانت کی مدد سے حساس نقوش قائم کئے۔

بکھری نکھری باتیں یہاں تک کہ جو کچھ بیان کیا گیا اسکا خلاصہ یہ ہے کہ جب حکومت وقت، خاص طور سے خلافت شیخین کے زمانے میں ام المومنین عائشہ سے فتوی اور احکام حاصل کرتی، انکی اہمیت کو تمام ازواج رسول سے بڑھا چڑھا کر پیش کرتی، ان کا نام سب سے اوپر لیا جاتا، ان کے نام کے درمیان کسی دوسری خاتون کا نام نہیں تھا، اسکی تہ میں یہ علت کارفرما تھی کہ خلافت اپنے تمام مرتبہ و مقام کے ساتھ ان کی طرف اپنی عنایات مرکوز رکھتی تھی، اور اسی راستے سے حکومت وقت اپنے مقاصد حاصل کرتی، انکی ذاتی بلند پروازی کا ماحول تیار کرتی اور اج تک مسلمانوں اور اسلامی معاشرے میں ان کا اسی وجہ سے رتبہ بلند ہے۔

تمام ازواج رسول کے مقابل صرف انھیں کا مدینے سے نکلنا روکا گیا، ان کے ساتھ دوسرے اصحاب کا ملنا جلنا بند کیا گیا، اس زمانے میں احادیث رسول کی روایت کم ہونے کی بنیادی وجہ یہی ہے، کیونکہ زیادہ تر ان کے ہم عصر، خاص طور سے مدینے کے باشندوں کو صحبت رسول کا شرف حاصل تھا، اسی وجہ سے انکی احادیث، دوسروں کی حدیثوں کے مقابل حکومت شیخین کے زمانے میں تعداد کے لحاظ سے بہت کم اور احتمال قوی ہے کہ سیکڑوں تک بھی نہیں پہونچتی، یہ بھی احتمال ہے کہ اس مقدار کی حدیثیں جو اس دور میں روایت کی گئیں وہی احادیث ہیں جن سے ان کے باپ ابو بکر اور عمر کی خلافت کی تائید ہوتی ہے، ان میں عثمان کا نام نہیں ہے جبکہ وہ خلافت شیخین کے زبردست حمایتی تھے، اسی طرح فضائل ابوبکر و عمر کی حدیثیں ان کے زمانہ حکومت میں بطور نص کہی گئیں، اسی عہد کی ہیں بلکہ ان لوگوں کے مرنے کے بعد انھوں نے تمام عمر ان کے فضائل و مناقب میں حدیثیں بیان کیں۔

اور بالاخر ہم نے دیکھا کہ اس عہد کے ختم ہونے کے بعد عمر جو صحابی رسول تھے سلاطین زمان ان کے سامنے جھکتے تھے، مختلف قوموں نے گردن جھکا دی تھی، وہی عمر نے عائشہ کی اسقدر جلالت قدر ظاہر کرتے ہیں کہ انکی اجازت سے اپنی اخری ارامگاہ قرار دیتے ہیں اور ان کے گھر کو دار الشوری بنادیا، اسی لئے ان کا وظیفہ تمام ازواج رسول سے زیادہ تھا، مختلف موقعوں پر صرف انھیں سے سنت رسول دریافت کر کے شرعی ذمہ داری حاصل کی گئی، اکیلی انھیں کی شخصیت کو عالم اسلام میں برتری دی گئی اور اپنے بعد عالم اسلام کے حاکم کی حیثیت سے متعارف کرایا گیا۔

انھیں اتنی طاقت عطا کردی گئی کہ ان کے بعد دونوں خلیفہ سے مخالفت پر کمر بستہ ہو گئیں اور لوگوں کو ان کے قتل پر ابھارا اور اسطرح انھوں نے تاریخ اسلام کی رفتار متعین کرنے میںحساس اور اہم ترین رول نبھایا۔

فصل سوم

عائشہ ... حکومت عثمان کے زمانے میں

عثمان کون تھے ؟

ابو عبد اللہ اور ابو عمرو کنیت تھی ، عثمان بن عفان نام تھا ، قریش کے اموی خاندان میں ابو العاص کی نسل سے تھے ـ

انکی ماں کا نام اروی تھا جو کریزبن ربیعہ بن عبد شمس کی بیٹی تھیں اروی کی ماں کا نام بیضاء بنت عبد المطلب تھا جو رسول کی پھوپھی تھیں ، عثمان ان لوگوں میں ہیں جنھوں نے بہت پہلے اسلام قبول کیا ـ

انکی شادی رسول ﷺ خدا کی بیٹی رقیہ سے ہوئي ، ان کے ساتھ حبشہ ہجرت کی وہاں سے واپسی کے بعد مدینہ ہجرت کی ـ

عثمان نے اپنی بیوی رقیہ کی عیادت کے بہانے جنگ بدر میں شرکت نہیں کی ،

جب رقیہ مرگئیں تو رسول کی دوسری بیٹی ام کلثوم سے شادی کی ، ام کلثوم نے بھی باپ کی زندگی ہی میں انتقال کیا ،

رسول ﷺ خدا کی ان دونوں بیٹیوں سے عثمان کی کوئي اولاد نہیں ہوئي ; غلام مغیرہ ابو لولو کے ہاتھوں جب عمر زخمی ہوئے تو انھوں نے شوری کمیٹی میں عثمان کا نام بھی شامل کیا ،

لیکن اخری مرحلے میں شوری کمیٹی کی ایک فرد عبد الرحمن کے انتخاب پر معاملہ منحصر ہوگیا ، اس میں عبد الرحمن نے اعلان کیا کہ میں خود خلافت سے دستبردار ہوتا ہوں اس شرط سے کہ میں جسکی خلافت مان لوں تم لوگ بھی اسکو تسلیم کر لو ،

جب انکی پیشکش مان لی گئي تو انھوں نے اعلان کیا کہ میں اسی کی بیعت کروں گا جو کتاب اللہ اور سنت رسول اور سیرت شیخین کی پیروی کرنے کا عہد کرے ،

پہلے یہ پیشکش علی کے سامنے رکھی گئي ، علی نے اخری شرط (سیرت شیخین پر عمل) قبول نہیں کی [۲] نتیجے میں عبد الرحمن عثمان کے ہاتھ پر بیعت کرلی کیونکہ انھوں نے عبد الرحمن کی تینوں شرطیں مان لی تھیں ، ان کے بعد عثمان کی بیعت بروز شنبہ پہلی محرم ۲۴ھ سب نے کرلی ـ

عثمان خلیفہ ہو گئے ، انھوں نے بارہ سال حکومت کی ، ہم انکی حکومت کا زمانہ دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں ، ایک تائید و حمایت کا دوسرا غصہ و بغاوت کا اخر کار وہی غصہ اور بغاوت یا ملک کی لا چاریوں کے خلاف عوامی قیام اور عثمان کے خاندان والوں کے کرتوت تھے ، جس نے عثمان کو تخت حکومت سے تختہ ء تابوت تک پھونچا دیا ، خلیفہ بڑی اسانی سے قتل کر دئے گئے ۔
جیسا کہ ہم نے حالات ام المومنین کے ذیل میں بیان کیا کہ عثمان کے قتل میں عائشہ نے بڑا اہم رول نبھایا ، عثمان کی تاریخ قتل میں اختلاف ہے ، بارہ سے اٹھائیس ماہ ذی الحجہ ۳۵ھ تک کے اقوال ہیں اسی طرح انکی عمر بھی ۸۲ سے ۹۲ سال تک لکھی گئي ہے ۔
عثمان کا جنازہ تین روز بعد جنت البقیع کے باہر یہودیوں کے قبرستان جس کا نام حش کوکب تھا ، اور بقیع اور اسکے درمیان دیوار حائل تھی ، دفن کیا گیا ، جب معاویہ خلیفہ ہوئے تو حش کوکب کی دیوار منہدم کر کے جنت البقیع میں شامل کر دیا ۔

عائشہ اور عثمان

تائید و حمایت کا زمانہ

خلافت عثمان کا ابتدائي زمانہ ابو بکر و عمر کی حکومت کی طرح گذرا ، اور عائشہ ایسا سمجھ رہی تھیں کہ پہلے کی طرح خلیفہ عثمان بھی میرا احترام کریں گے ، اور دوسری ازواج رسول پر ان کا امتیاز محفوظ ہے ، ان کا اقتدار جیسا پہلے تھا اج بھی ہے ،یہی وجہ تھی کہ عائشہ بھی قریش کے دوسرے سربر اوردہ افراد کی طرح عثمان کی تائید و حمایت میں امادہ تھیں ، انھوں نے عثمان کے بارے میں بے دریغ احادیث بیان کیں ، انکی شخصیت و خلافت کی حمایت کا اعلان کیا ۔
جو احادیث عثمان کی مدح و ستائشے میں مروی ہیں ان میں عثمان کے قتل ہونے کی بات نہیں ہے ، زیادہ احتمال یہ ہے کہ یہ احادیث اسی مختصر زمانے میں روایت کی گئیں ہیں جس زمانے میں وہ تائید و حمایت کرتی تھیں ، اس قسم کی احادیث کے نمونے مسند احمد بن حنبل سے نقل کئے جاتے ہیں ۔

عائشہ کا بیان ہے کہ میں اور پیغمبر خدا ﷺ ایک لحاف میں لیٹے ہوئے تھے، اتنے میں ابو بکر نے اندر انے کی اجازت مانگی، پیغمبر ﷺ نے اسی حالت میں کہ وہ میری اغوش میں زیر لحاف تھے، اجازت دیدی کہ اندر اجائیں، ابو بکر اندر ائے اور اپنی باتیں کہنے کے بعد باہر چلے گئے، ابو بکر کے بعد عمر نے انے کی اجازت مانگی، اس بار بھی پیغمبر ﷺ نے اسی حالت میں بلالیا اور باتیں پوری کر کے روانہ کر دیا، جب عمر باہر گئے تو عثمان نے پیغمبر ﷺ سے ملاقات کی اجازت مانگی، رسول خدا ﷺ نے اس بار اٹھکر اپنے کپڑے درست کئے، پھر اندر انے کی اجازت دی، عثمان اپنے کام کے بعد واپس گئے، اس موقع پر میں نے رسول خدا ﷺ سے کہا، ابوبکر و عمر کو اپ سے ملنا تھا اپ نے اسی حالت میں ان سے ملاقات کی، نہ اٹھکر بیٹھے نہ کپڑے ٹھیک ٹھاک کئے، لیکن جس وقت عثمان ائے تو اپ نے خود کو اس طرح ٹھیک ٹھاک کیا جیسے اپ ان سے شرم کرتے ہیں؟

رسول خدا ﷺ نے فرمایا: عثمان بہت زیادہ شرمیلے اور حیادار ہیں، میں ڈرا کہ اگر اسی حالت میں میرے پاس ائے تو شرم و حیا کی وجہ سے اپنے مطالبات نہ بیان کریں گے۔

ایک دوسری روایت کی بناء پر[۳] عائشہ کا بیان ہے کہ رسول ﷺ خدا بستر پر سوئے ہوئے میری چادر تانے ہوئے تھے، یہاں تک کہ جب عثمان نے ملاقات کیلئے اجازت مانگی تو پیغمبر ﷺ نے مجھے حکم دیا، اپنے کپڑے پہن لو۔

عائشہ نے کہا، اے رسول ﷺ خدا، ابوبکر و عمر کی امد پر اپ اتنے بے حواس نہیں ہوئے اب اپ عثمان کے انے پر اتنی تیاری کر رہے ہیں کہ اپنے کپڑے پہن رہے ہیں؟

ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

اے عائشہ میں ایسا کیوں نہ کروں اور اسکا احترام نہ کروں حالانکہ خدا کی قسم فرشتے بھی عثمان سے شرم وحیا کرتے ہیں[۴]

۳۔ صحیح مسلم ج۷ ص۱۱۷، باب فضائل عثمان۔ مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۵

۴۔ صحیح مسلم ج۷ ص ۱۱۶، کنز العمال ج ۶ ص ۳۷۶۔ تاریخ بن عساکر۔ النساب الاشراف بلاذري

میرے خیال میں اس حدیث کو خلافت عثمان کے زمانے میں بیان کیا گیا ہے، کیونکہ جیسا کہ ہم اس حدیث میں دیکھ رہے ہیں، اس حدیث میں بھی خلفاء ثلثہ کے نام اسی ترتیب سے لئے گئے ہیں جس ترتیب سے وہ ہوئے ہیں، یہ چیز بجائے خود ہمیں سمجھاتی ہے کہ شیخین کے بعد جب عثمان مسند خلافت پر بیٹھے ہیں تو اسے بیان کیا گیا ہے۔

نیز یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ حدیث بالا اس وقت بیان کی گئي ہے جب ابھی عائشہ کو عثمان سے اختلاف نہیں ہوا تھا، نہ رنجش ہوئي تھی، بلکہ قتل عثمان سے بہت پہلے بیان ہوئي ہے، بلکہ اس سے بھی بہت پہلے جب عائشہ انتقام خون عثمان کیلئے کھڑی ہوئي تھیں، روایت ہوئي ہے

کیونکہ اگر اس کے علاوہ بات ہو تو اسمیں دوسری احادیث کے مانند ان کے قتل ہونے کا بھی تذکرہ ہوتا، ان تمام باتوں کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو یہ بات بہت واضح ہے کہ رسول ﷺ خدا خود ادب و اخلاق کا سمندر تھے، اخلاق کے مربی تھے، بنا بریں یہ حدیث رسول کو اپنی زوجہ کے ساتھ لحاف میں بتا رہی ہے، بغیر کسی شرم و حیا کے ایک کے بعد دوسرے صاحب کرے میں اتے ہیں، اور انحضرت ﷺ پر کوئي اثر نہیں ہوتا، لیکن عثمان کے اتے ہی کپڑے درست ہوئے، اپنی زوجہ عائشہ کو بھی کپڑے درست کرنے کا حکم دیا، پھر یہ کہ رسول ﷺ خدا نے ان تینوں صحابہ میں فرق مراتب کیوں قرار دیا؟ اور کیا بات ہے کہ صرف عثمان ہی سے فرشتے شرم کرتے ہیں؟

برہمی و بغاوت کا زمانہ

عثمان کی خلافت کے نصف اول میں عائشہ نے انکی حمایت کی، خود بھی فرماں بردار تھیں اور ذرا بھی مخالفت و نافرمانی کی ہوا نہیں بنائي۔

یہاں تک کہ اس موقع پر بھی کہ جب تمام ازواج رسول نے حج کا ارادہ کیا تو پہلے انھیں سے اجازت مانگی، عائشہ کا اس مرتبہ بیان ہے۔

جب عمر مر گئے اور عثمان حکمراں ہوئے تو میں نے ام سلمہ اور میمونہ و ام حبیبہ سے ایک شخص کو عثمان کے پاس بھیج کر حج کی اجازت طلب کی۔

عثمان نے جواب دیا ، سیرت عمر کا لحاظ کرتے ہوئے میں بھی انھیں کی طرح حج کیلئے بھیجوں گا ، اسلئے تمام ازواج رسول میں جو بھی ادائے حج کی خواہشمند ہے ، میں تیار ہوں ۔

عثمان نے اپنا وعدہ پورا کیا ، اورہمارے ساتھ سب ازواج کو بڑے اہتمام و حجاب کے ساتھ حج کے لئے روانہ کیا ، صرف زینب نہیں تھیںکیونکہ وہ زمانہ ء عمر ہی میں مر چکی تھیں اور سودہ بنت زمعہ جنھوں نے وفات رسول کے بعد کبھی گھر سے قدم باہر نہیں نکالا [۵]

اس سال عثمان نے ازواج رسول کے ساتھ حج کیا ، اور تحفظ و نگرانی کی تمام ذمہ داری عبد الرحمن بن عوف اور سعد بن زید کے حوالے کی ۔

یہ صفائي اور خلوص زیادہ دیر نہ ٹک سکا ، گذرتے زمانے کے ساتھ عائشہ اور عثمان کے درمیان اختلاف ظاہر ہو گئے ، اخر کار عثمان نے عائشہ کے وظیفہ کا دو ہزار اضافی حصہ کاٹ لیا

تاریخ یعقوبی میں ہے [۶]عائشہ و عثمان کے درمیان رنجش ہوگئي اور عثمان نے وہ دو ہزار دینار جو عمر نے تمام ازواج کے مقابلے عائشہ کو امتیازی اضافہ کیا تھا کاٹ لیا ، اور دوسری ازواج کی طرح ان کا بھی وظیفہ معین کیا ۔

عائشہ و عثمان کے درمیان اختلاف کی صحیح تاریخ ہمیں معلوم نہیں ، بس ہم اتنا ہی جانتے ہیں کہ ان دونوں کا اختلاف نصف اخر میں ظاہر ہوا ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ اختلاف کسی ایک واقعہ کے تحت نہیں ہوا بلکہ رفتہ رفتہ سلگتا ہوا شدت پکڑ گیا ، سنگین سے سنگین تر ہوتا گیا ، پھر عائشہ اور عثمان کے درمیان دراڑ عمیق تر ہو گیا ۔

اسی طرح ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ عائشہ پہلی شخص ہیں جنھوں نے پرچم بغاوت بلند کیا ، اور ناراض لوگوں کو اپنے گرد جمع کیا ، انکی قیادت کی یہاں تک کہ خلیفہ قتل کر ڈالے گئے [۷]

۵ـ طبقات بن سعد ج ۸ ص ۲۰۹

۶ـ تاریخ بن اعثم کوفی ص ۱۵۵ ـ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۳۲

۷ـ طبری ج ۵ ص ۱۷۲

اور یہ بھی طئے ہے کہ جس وقت عثمان کے خلاف کشمکش و مخالفت کی اگ اور لوگوں کی شورش بھڑک رہی تھی ، اسوقت مسلمانوں کا کوئي بھی خاندان یا قبیلہ ابو بکر کے خاندان تیم سے زیادہ مخالفت میں اگے نہ تھا [۸] منجملہ ان امور کے جن سے عائشہ اور عثمان کے درمیان اختلاف زیادہ سے زیادہ بڑھتا گیا ، انجام کار دشمنی و نفاق ان دونوں میں اشکار تر ہوا ان میں ولید بن عقبہ کا مسئلہ ، ابن مسعود صحابی کے مسئلے پر عام طور سے لوگوں کو توجہ ہوئي ، ہم یہاں ہر ایک کے بارے میں الگ الگ تجزیہ کریں گے ـ

ولید بن عقبہ اور کوفے کی گورنري

ہم نے بتایا کہ عثمان کی فرماں روائي کے ابتدائي زمانے میں ام المومنین عائشہ کی زبردست حمایت حاصل تھی ، وہ چھ سال تک خاتون صدر اسلام کی حمایت سے سرفراز رہے عثمان بھی عائشہ کے احترام میں کمی نہیں کرتے تھے ، لیکن گذرتے زمانے کے ساتھ رفتہ رفتہ ان دونوں کے درمیان اختلاف ابھرتا گیا ، گروہ بندی اور محاذ ارائي شروع ہو گئي ـ

ام المومنین لوگوں میں اپنے اثرات عثمان کو دکھانے کیلئے ہر حادثے سے بیش از بیش استفادہ کرتی تھیں ، عثمان کے خلاف لوگوں کے جذبات ابھارنے میں ہر مسئلے سے فائدہ اٹھاتیں ، یہ عناد اور اختلاف اسقدر بڑھ گیا کہ دونوں ایک دوسرے کی جان کے دشمن ہو گئے

عثمان نے اپنے رضاعی بھائي ولید بن عقبہ کو حکومت کوفہ حوالے کر دی جو بدکار ، شرابخوار و کمینہ تھا ، کوفے کے باشندے ایسے حکمراں کی شکایت لیکر مجبور اًائے ، یہ ام المومنین کو بڑا اچھا بہانہ ہاتھ لگا کہ عثمان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے ـ

اب میں بھی تاریخ کے دریچے سے اس زمانے میں ولید کے کرتوتوں پر لوگوں کے رد عمل اور عائشہ کے احکامات پر ایک نظر ڈال رہا ہوں ـ

ولید بن عقبہ ، یہ شخص خاندان ابی معیط بن ابی عمرو کی فرد تھا جسکا نام ذکوان تھا ، ذکوان کو امیہ بن عبد الشمس نے خرید اتھا بعد میں اپنا بیٹا بنا لیا ولید کی ماں کانام اروی بنت کریز بن ربیعہ تھا ، جو عثمان کی ماں تھی ، اس بناء پر ولید عثمان کا مادری بھائي تھا ولید باپ عقبہ مکے میں رسول خدا کا پڑوسی تھا ، بعثت کے ابتدائي زمانے میں انحضرت ﷺ کی مجلس میں اکثر اتا جاتا رہتا تھا ـ

۸ـ انساب الاشراف بلاذری ج ۵ ص ۶۸

ایک دن عقبہ کے یہاں کچھ مہمان ائے اور انحضرت سے خواہش کی کہ اس نشست میں اپ بھی تشریف لائیں ، رسول خدا نے اسکی خواہش قبول فرمائي اسکے مہمان ہوگئے ، لیکن اپ نے اسکا کھانا نہیں کھایا اور شرط لگادی کہ اگر تم خدا کی وحدانیت اور میری رسالت پر ایمان لے ائو تو میں تمھارا کھانا کھائوں گا ، عقبہ نے اپ کی بات مان کر ایمان کا اقرار کر لیا ، اسطرح وہ مسلمان سمجھا جانے لگا ، جب قریش کو یہ بات معلوم ہوئي تو کہنے لگے عقبہ بھی اپنے باپ دادا کے دین سے پھر گیا ۔

عقبہ کا ایک دوست تھا ، وہ اس واقعے کے وقت ملکے میں نہیں تھا شام کی طرف سفر میں گیا تھا ، جس رات وہ شام سے واپس ایا تو اپنی بیوی سے بات چیت کے درمیان پوچھا ۔

۔محمد اور ان کے ماننے والوں کا کیا حال ہے ؟

۔وہ لوگ سخت جد وجہد کی وجہ سے روز بروز ترقی کر رہے ہیں ۔

۔میرا دوست عقبہ کیا کر رہا ہے ؟

۔وہ بھی باپ دادا کے دین سے پھر گیا ہے اور محمد کا دین قبول کر لیا ہے ۔

۔عقبہ کا دوست جسکا نام بعض روایات میں ابی بن خلف اور بعض میں امیہ بن خلف ہے یہ ماجرا سنکر سخت پریشان اور بے چین ہوا اس نے رات بے چینی میں گذاری ، صبح کو جب عقبہ اس سے ملنے ایا اور سلام کیا تو اس نے سر نہیں اٹھایا ، نہ اسکی طرف دیکھا ، اسے کوئي جواب نہیں دیا ، عقبہ نے پوچھا :

۔کیا بات ہے کہ میرے سلام کا جواب بھی نہیں دیتے ۔

۔کیسے سلام کا جواب دوں ، تم تو باپ دادا کے دین سے پھر گئے ہو ؟

۔قریش بھی میرے بارے میں یہی کہتے ہیں ؟

۔ہاں

۔میں کیا کام کروں کہ ان کے دلوں کی صفائي ہو جائے ؟

۔بہت اسان ہے ، محمد کی بزم میں جاکر منھ میں پانی بھر کے ان کے اوپر کلّی کرو اور جتنی گندی گالی ہو سکتی ہے انھیں دے ڈالو ۔

عقبہ نے اپنے ساتھی دوست کے حکم پر عمل کیا اور جو بات کسی طرح مناسب نہیں تھی اسے کرڈالا_

رسول خدا ﷺ نے اس کی اس ذلیل حرکت پر کوئي رد عمل ظاہر نہیں کیا صرف اپنا چہرہ صاف کیا پھر عقبہ کی طرف رخ کر کے فرمایا:

اگر مکہ کے باہر میں نے تجھے پالیا تو تیری گردن ماردوں گا_

ایک دوسری روایت میں ہے، عقبہ کے دوست نے اسکی سرزنش کرتے ہوئے کہا:

_اے عقبہ، تم اپنے باپ دادا کے دین سے پھر گئے ہو؟

نہیں، ایسا نہیں ہے، ایک دن محمد میرے مہمان ہوئے اور قسم کھائي کہ اگر میں مسلمان نہیں ہو جائونگا تو کھانا نہیں کھائونگا مجھے بڑی شرمندگی ہوئي انھیں خوش کرنے کے لئے زبان سے کلمہ پڑھ لیا سچ بتاتا ہوں کہ دل سے ایسا نہیں کیا ہے

اب میں کبھی تمھاری صورت نہیں دیکھوں گا، جب تک تم ان کے اوپر کلّی نہ کرو، پھر انھیں طمانچے لگائو، لاتوں اور گھونسوں سے انکی ضیافت کرو، اسطرح ان سے اپنی بیزاری کا اظہار کرو

عقبہ نے اپنے دوست کے اس حکم پر اسوقت عمل کیا جب انحضرت دار الندوہ میں حالت سجدہ میں تھے_

رسول خدا ﷺ نے اس سے فرمایا:

اگر میں تجھے مکہ سے باہر دیکھوں گا تو سر کاٹ لوں گا_ ****

عقبہ اس واقعہ کے بعد رسول خدا کا سخت ترین دشمن ہو گیا، پھر تو اس نے بکری کی اوجھڑی لی اور اسکی ساری غلاظت اپ کے دروازے پر پھنیک ایا (۹)

جنگ بدر ہوئي تو عقبہ کے ساتھی مشرکوں کے ہمراہ رسول خدا سے جنگ کے لئے نکلے، عقبہ سے بھی کہا کہ اس جنگ میں شریک ہو، لیکن اس نے عذر کرتے ہوئے کہا کہ، میں اس شخص سے ڈرتا ہوں، کیونکہ مجھ سے اس نے ایک دن کہا تھا اگر تجھے مکہ سے باہر دیکھوں گا تو گردن ماردوں گا_

۹_ طبقات بن سعد ج ۱ ص ۸۶ مطبوعہ مصر

دوستوں نے جواب میں کہا :

تمہاری ران کے نیچے سرخ بالوں والا اونٹ ہے ، اگر ہم لوگ شکست کھا گئے تو اسانی سے میدان بدر سے بھاگ جائو گے _

عقبہ کو اسکے دوستوں نے اتنا سمجھایا بجھایا کہ وہ راضی ہوگیا ، وہ سب اسے میدان تک گھسیٹ لائے _

جنگ شروع ہوئي ، اور اسکی بھٹی گرم ہوتی گئي ، اخر کار خداوند عالم نے مسلمانوں کو فتح عطا کی ، اس ہنگامے میں عقبہ کا شتر بھاگا اور اسے ایک ہموار میدان میں پہونچا دیا ، مسلمان اسکے سر پر پہونچ گئے اور دیگر ستر قیدیوں کی طرح اسے بھی گرفتار کر لیا _

جب عقبہ کو خدمت پیغمبر میں لائے تو اپ اسے گھورنے لگے پھر اپ نے اسکے قتل کا حکم دیدیا

عقبہ نے قتل کا فرمان سنا تو چلانے اور فریاد کرنے لگا _

ہائے اپ ان تمام قیدیوں میں صرف مجھے ہی کیوں قتل کر رہے ہیں _

رسول خدا ﷺ نے فرمایا ، تیرا گناہ بہت سنگین ہے ، تجھے اسلئے قتل کیا جارہا ہے کہ تو نے خدا ورسول سے کفر کیا اور ظلم کیا ، پھر اپ نے حضرت علی کو حکم دیا کہ اسکا سر بدن سے جدا کر دو _

قران کی یہ آیت اسی واقعے کی طرف اشارہ ہے _

اور جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو اپنے دانتوں سے کاٹتا ہوگا ، کہے گا کاش میں پیغمبر سے رسم و راہ رکھتا ، کاش میں فلاں شخص کی بات نہ مانتا اس نے مجھے نصیحت قبول کرنے سے بہکا دیا ، جبکہ وہ میرے پاس پہونچی تھی ، اور شیطان تو انسان کو بے سہارا چھوڑ نے والا ہے [۱۰]

۱۰_ سورہ فرقان آیت ۲۷ و۲۹ ، سیرہ بن ھشام ج ۱ ص۳۸۵ وج ۲ ص ۲۵، تفسیر طبری ، قرطبی ، زمخشری ، ابن کثیر ، در منثور نیشاپوری امتاع الاسماع ص۶۱و۹۰

قرآن نے ولید کا تعارف کرایا

ولید اسی عقبہ کا بیٹا ہے جس دن مسلمانوں کے ہاتھوں مکہ فتح ہوا اور پیغمبر اسلام کے قبضے میں ایا ، مشرکوں اور گمراہوں کو بھاگنے کی راہ نہ رہی یہ ولید اسی دن مسلمان ہوا ، کچھ دن بعد رسول خدا نے اسکو قبیلہ بنی المصطلق کی زکواۃ وصول کرنے کیلئے بھیجا ۔

ولید تھوڑے ہی دن بعد واپس اگیا اور رپورٹ دی کہ قبیلے کے افراد مرتد ہو گئے ہیں ، زکات دینے سے انکار کر رہے ہیں ۔

ولید کے اس رپورٹ دینے کی وجہ یہ تھی کہ قبیلہ بنی المصطلق کے کچھ لوگ ولید کے انے کی خبر سنکر اسکے استقبال کیلئے ابادی سے باہر اگے تھے تاکہ فرستادہ ء رسول کو خوش امدید کہیں ، لیکن ولید نے انکی بھیڑ دیکھ کر اپنی دانست میں یہ سمجھا کہ یہ لوگ بری نیت سے ائے ہیں ، بغیر ان سے بات کئے تیزی سے مدینہ واپس لوٹ گیا اور یہ جھوٹی رپورٹ دے ڈالی ۔

رسول خدا ﷺ نے خالد بن ولید کو مامور فرمایا کہ جا کر مذکورہ قبیلے کی حقیقت حال دریافت کرے اور رپورٹ دے ، خاص طور سے خالد کو انحضرت ﷺ نے تاکید فرمائي کہ خالد کسی معاملے میں جلدی نہ کریں اور گہرائي کے ساتھ مسئلے کا تجزیہ کریں ۔

خالد نے واپس اکر رپورٹ دی کہ قبیلے کے افراد اسلام سے وابستہ ہیں ، ذرا بھی مرتد نہیں ہوئے ہیں ، ان حالات میں یہ آیت نازل ہوئي جسمیں خالد کو فاسق اور بد کردار کی حیثیت سے متعارف کرایا گیا ۔

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اگر کوئي فاسق اور بد کردار تمھارے پاس کوئي خبر لیکر ائے تو تحقیق کر لیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہونچا بیٹھو اور پھر اپنے کئے پر پشیمان ہو [۱۱]

---

۱۱ ۔ سورہ ء حجرات آیت ۶ ----"ان جاء کم فاسق..."

یہ ہیں مسلمانوں کے خلیفہ عثمان جو اپنے کو رسول خدا کا جانشین سمجھتے ہیں ، ایسے فاسق مشہور بد کردار کو صرف رشتہ داری کی وجہ سے کوفے کی گورنری سپرد کرتے ہیں ، اور سعد بن وقاص کو وہاں سے ہٹا دیتے ہیں جو کوفہ کے مطلق العنان حکمراں اور پیش رو خلیفہ حضرت عمر کے زمانے سے گورنر چلے ارہے تھے ، حالانکہ سعد نے حکومت عمر کے زمانے میں ان کے حکم سے کوفہ کی بنیاد رکھی تھی جو دلالوں کی سر حد تھی ، اور وہ فوجی جو ایران کی جنگ میں شامل تھے ، وہیں سکونت پذیر ہو گئے تھے ، کوفہ والے سعد کا بہت احترام کرتے تھے ۔

بد کردار کو حکمراں کا عہدہ

جب ولید کوفے پہونچا اور سعد کو اسکی ماموریت کی خبر ہوئي تو ولید کی طرف رخ کر کے تعجب سے پوچھا ۔

ہم لوگ ایک دوسرے سے دور تھے ، ہم نہیں جانتے تھے کہ تمھاری پچھلی مکاری و حماقت میرے بعد ہو شیاری و سمجھداری میںتبدل گئي نتیجہ میں تم نے لیاقت بہم پہونچالی ۔

یا حقیقت میں یہ ہم ہیں کہ احمق و نادان ہو گئے ہیں ؟ ولید نے جواب دیا اے سعد خفا نہ ہو ، یہ حکومت و سلطنت ہے جو گیند کی طرح ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں پہونچتی رہتی ہے ، سعد نے اطمینان سے جواب دیا ہاں ، میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ بہت جلد اسے ملوکیت میں بدل دو گے [۱۲] کوفے کے باشندوں نے بھی اس تبدیلی اور حکومت کے تغیر پر اپنی خفگی ظاہر کرتے ہو کہا :

عثمان نے سعد بن وقاص کے بہت برے جانشین کو مقرر کیا ہے ، حکومت ولید بن عقبہ کے مسئلے پر ابو الفرج نے اغانی میں خالد بن سعید اموی سے یوں روایت کی ہے ۔

عباس بن عبد المطلب ، ابو سفیان ، حکم بن ابی العاص ، ولید بن عقبہ ہی وہ مخصوص افراد تھے جو مسند حکومت پر عثمان کے پہلو میں بیٹھتے تھے ۔

ایک دن عادت کے مطابق ولید خلیفہ کے پاس بیٹھا تھا اتنے میں عثمان کا چچا حکم اگیا ، عثمان احترام حکم میں اپنی جگہ سے اٹھکر الگ بیٹھ گئے اور حکم کو اپنی جگہ پر بیٹھا یا

---

۱۲ ۔ حالات ولید ، استیعاب ، طبقات ، اسد الغابہ ، اصابہ ، اور کنز العمال اور آیت زیر بحث سے متعلق تمام تفاسیر دیکھی جا سکتی

حکم کیلئے عثمان کے اس برتاؤ سے ولید بہت خفا ہوا ، لیکن سامنے کچھ نہ بولا ، لیکن جب حکم چلا گیا تو عثمان سے کہنے لگا _
اے امیر المومنین جس وقت اپ نے میرے اوپر حکم کو ترجیح دی تو میرے دل میں یہ دو شعر گونجے _
عثمان نے کہا ، اخر حکم قریش کا بزرگ ہے ، اسکا احترام میرے اوپر واجب ہے ، لیکن وہ دو شعر کیا ہیں ؟ ولید نے یہ دو شعر پڑھے _
میں نے دیکھا کہ اپنے چچا کی بھائی سے زیادہ قدر کرتا ہے ، حالانکہ یہ نئی بات ہے ، قدیم زمانے سے ایسا نہ تھا _
جب میں نے ایسا دیکھا تو میں نے ارزو کی کہ (عمر و خالد) عثمان کے دونوں فرزند بڑے ہو جائیں اور قیامت کے دن مجھے چچا پکاریں
عثمان کا دل ان دو شعروں سے بھن گیا ، کیونکہ وہ مادری بھائی تھا مزید دل نہ دکھے اسلئے مملکت اسلام کا ایک گوشہ حوالے کرتے ہوئے کہا "میں نے تمھیں حکومت عراق عطا کی"
اور اسطرح ایک گمنام اور قران کی زبان میں فاسق ناموس اسلام کا مطلق العنان فرماں روا بنا دیا گیا _

خلیفہ کے چچا حکم

اب نامناسب نہیں ہو گا کہ حکم کا بھی تعارف کرا دیا جائے کہ وہ کون ہے اور اسکے کیا کرتوت ہیں کہ جسکا اتنا احترام عثمان جیسا خلیفہ کر رہا ہے _
حکم بن ابی العاص عثمان کا چچا ہے اور امیہ بن عبد الشمس کے خاندان سے ہے ، بلاذری جلد پنجم ص ۲۷ پر لکھتا ہے :

رایت لعم المرء زلفی قرابة
دوین اخیه حادثا لم یکن قدما

فاء ملت عمراً ان یشب و خالدا
لکی یدعوانی یوم مزحمة عما

حکم جاہلی زمانے میں رسول خدا کا ہمسایہ تھا، بعثت کے بعد وہ تمام پڑوسیوں سے زیادہ انحضرت کی اذیت میں کوشاں تھا، حکم فتح مکہ کے بعد اسلام لایا اور مدینے میں سکونت اختیار کرلی، لیکن مسلمانوں کی قربت کے باوجود اپنی دینی سستی اور بد اعتقادی میں مشہور تھا، کیونکہ حکم اگرچہ اسلام لے ایا تھا لیکن رسول خدا کے پیچھے پیچھے چلتا اور اپ کی نقل کرتا تھا، ہاتھ اور منھ سے اپ کو چڑھاتا تھا، نماز کے وقت مسخرہ پن میں انگلیوں کو ٹیڑی اور سیدھی کرتا، اصطلاحی حیثیت سے وہ گویا جو کر بن جاتا۔

ایک دن وہ رسول خدا کے پیٹھ پیچھے جوکروں کی حرکتیں کر رہا تھا کہ انحضرت نے دیکھ لیا، اپ نے غصہ میں حکم دیا۔

ایسا ہی ہو جا۔

انحضرت ﷺ کی نفرین کا یہ اثر ہوا کہ وہ تمام عمر اسی حالت میں رہا، سر اور منھ ہمیشہ کپکپاتا رہتا تھا، عمر بھر کی تھر تھری لگ گئی۔

مسلمانوں کو حق تھا کہ حکم کے اسلام کے بارے میں مشکوک رہیں، کیونکہ وہ اپنے مسخرہ پن کے تا عمر عذاب کے باوجود رسول خدا کی اذیت سے باز نہیں اتا، ایک دن انحضرت ﷺ اپنی ایک بیوی کے ساتھ حجرے میں تھے کہ وہ سوراخ سے جھانکنے لگا، انحضرت ڈنڈا لیکر باہر نکلے اور فرمایا کون مجھے اس کمینے چھپکلی بچے سے نجات دے گا (۱۳)

پھر اپ نے فرمایا، یہ اور اس کے بیٹوں کو حق نہیں کہ میرے ساتھ ایک شہر میں رہیں، اپ نے ان کو طائف میں جلا وطن کر دیا۔

رسول خدا کی وفات کے بعد عثمان نے ابو بکر سے سفارش کی کہ حکم اور اسکے بیٹوں کو مدینے واپس بلا لیا جائے، ابو بکر نے بات نہ مانی اور کہا:

میری یہ جراءت نہیں کہ جسے رسول ﷺ خدا نے دھتکار دیا ہے اسے مدینہ واپس انے کی اجازت دوں۔

۱۳۔ من غدیری من ھذا الوزغ اللعین

جب عمر خلیفہ ہوئے تو عثمان نے اپنے مطالبے کی تجدید کی لیکن عمر سے بھی جواب سنا ، لیکن جب خود خلیفہ ہوئے تو حکم اور اسکے بیٹوں کو مدینہ واپس بلا لیا اور کہا :

میں نے رسول خدا کی خدمت میں حکم کی سفارش کی تھی کہ حکم کو مدینہ بلا لیا جائے ، رسول ﷺ خدا نے بھی اسے قبول فرما لیا تھا ، لیکن وفات رسول کی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا ۔

مسلمان اس راندہ رسول کی مدینہ واپسی سے خوش نہ تھے ، بلاذری ص۲۲۵ پر لکھتا ہے حکم اسرار پیغمبر کو فاش کرتا ، انحضرت ﷺ نے اس پر نفرین کی اور اسکے ساتھ بیٹوں کو بھی طائف جلا وطن کر دیا ، اور فرمایا وہ میرے ساتھ ایک شہر میں نہیں رہے گا ۔

حکم نے خلافت عثمان کے زمانے تک اپنے بیٹوں کے ساتھ طائف میں گذر بسر کی ، یہاں تک کہ عثمان نے اسے مدینہ واپس بلا لیا ، صفحہ ۲۸ پر ہے کہ عثمان کی اس حرکت سے تمام مسلمان خاص طور سے انتہائی غم و غصہ میں بھر گئے کہ انھوں نے حکم کو مدینہ واپس بلا لیا ، اوریمن کے قبیلہ ء خزاعہ کی ، وصولئ زکوۃ پر ماموُر کیا ، پھر تمام حاصل شدہ رقم جو تین لاکھ تھی اسی کو بخش دی ، ص ۲۷ پر لکھا ہے کہ:

حکم خلیفہ عثمان کے زمانے میں مرا ، خود عثمان نے اس کی نماز جنازہ پڑھی ، پھر اسکے احترام میں حکم دیا کہ قبر پر خیمہ لگایا جائے ۔

جی ہاں ، حکم جسے عثمان اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے ، خود اسکے ماتحت بیٹھتے ایسی اہم اور معروف شخصیت کے بارے میں قارئین کیا فیصلہ کریں گے ؟

حکم کے حالات کیلئے استیعاب ، اسد الغابہ اور اصابہ دیکھی جائے ۔

ابن مسعود پر کیا بیتی

ابو عبد الرحمن کنیت تھی ، عبد اللہ بن مسعود ھذلی نام تھا ، ان کے باپ مسعود قبیلہ زھرہ کے ہم پیمان تھے ، ابن مسعود سابقین اسلام میں سے تھے ، اور اس وقت کہ جب کسی میں ہمت نہ تھی کہ مکہ میں بلند اواز سے قران پڑھ سکے انہوں نے اس بارے میں پہل کی اور بلند اواز سے ایات الہی کو ان مشرکین کے کانوں تک پہونچایا جو اس سے نا اشنا اور غافل تھے ، قریش نے فرزند مسعود کو سزا دئے بغیر نہیں چھوڑا ، اپ کو اسقدر مارا کہ زخمی کر کے خون میں لت پت ایک کونے میں ڈال دیا رسول خدا ﷺ انھیں اپنے پاس رکھتے ، وہ بھی رسول خدا کی دل و جان سے خدمت کرتے

یہاں تک کہ رسول خدا نے ان سے فرمایا ، جہاں تک میری اواز سن سکو تمھیں اجازت ہے ۔

ابن مسعود ہمیشہ خدمت میں رہے ، اپ سے کبھی جدا نہ ہوئے ، رسول خدا ﷺ کی جوتیاں اپنے پاس رکھتے اور پنھاتے ، اپ کے ساتھ ساتھ چلتے کبھی اپ کے اگے بھی چلتے تاکہ اپ کے محافظ رہیں ، جب رسول خدا نہاتے تو اپ پردہ کرتے تاکہ کوئی انحضرت ﷺ کا بدن نہ دیکھ سکے ، جب اپ سوتے تو اپکی حفاظت کرتے ، اپ ہی انحضرت ﷺ کو خواب سے جگاتے ابن مسعود نے حبشہ اور مدینہ دونوں ہجرت کی جنگ ۔ بدر اور دوسری جنگوں میں شریک رہے ، وفات رسول ﷺ کے بعد اپ کی زندگی کے بارے میں یہ ملتا ہے کہ (۱۴)

عمر نے انھیں عمار یاسر کے ساتھ کوفہ بھیجا وہاں کے باشندوں کو خط لکھا کہ میں عمار یاسر کو حکمراں بنا کر اور عبد اللہ بن مسعود کو انکا مشاور اور امور دین کا معلم بنا کر بھیج رہا ہوں ، یہ دونوں رسول خدا کے مخصوص اصحاب اور جنگ بدر میں شریک رہے ہیں ، انکی پیروی کرتے ہوئے انکی باتیں دل و جان سے سنو ، ان کے فرماں بردار رہو ، اور اس بات کو سمجھ لو کہ میں ابن مسعود کو بھیجکر تم لوگوں کو اپنے اوپر ترجیح دے رہا ہوں (۱۵)

ابن مسعود کوفے والوں کو قران کی تعلیم دیتے ، انھیں دینی مسائل بتاتے اسی کے ساتھ ساتھ وہ بیت المال کے خزانچی بھی تھے ۔

---

۱۴ ۔ مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۳۸۹ ، مستدرک ج ۳ ص ۳۱۵ و ۳۲۰ ، حلیہ ابو نعیم ج ۱ ص ۱۲۶ و ۱۲۷ کنز العمال ج ۷ ص ۵۵ ، بخاری کی بعض روایات خود اپ ہی سے مروی ہیں

۱۵ ۔ اسد الغابہ ۳ / ۲۵۸

خلیفہ عثمان نے اپنے رضائي بھائي ولید کو کوفے کا گورنر بنا دیا ، ولید کوفہ ایا اور حکمرانی کرنے لگا ، لیکن ابن مسعود کے ہاتھ میں تمام مالیات کے امور رہے۔

پہلے سے رسم چلی ارہی تھی کہ ہر گورنر جب چاہتا بیت المال سے قرض لے لیتا پھر معین مدت میں واپس کر دیتا ، ولید نے بھی ایسا ہی کیا قرض کی معینہ مدت ختم ہونے کے بعد ابن مسعود نے اس سے تقاضا کیا ، پھر ٹال مٹول ہوا تو اپ نے اصرار کیا ، ابن مسعود کی یہ گستاخی ولید کیلئے ناقابل برداشت تھی ، ایک خط عثمان کو لکھ کر اس مزاحمت سے چھٹکارے کے سلسلے میں مدد کی درخواست کی ، عثمان نے ابن مسعود کو فوراً خط لکھا (تمہاری حیثیت میری جانب سے صرف خزانچی کی ہے ، جو روپیہ بھی ولید خزانے سے لے تمھیں اسکے مطالبے کا حق نہیں)

جب یہ خط ابن مسعود کو ملا وہ سمجھ گئے کہ اس اہم ذمہ داری کو وہ بخوبی نبھا نہ سکیں گے ، انھوں نے خزانے کی چابی ولید کے سامنے ڈالتے ہوئے کہا :

میں اج تک سمجھتا تھا کہ مسلمانوں کے مال کا محافظ ہوں ، لیکن یہ نہیں معلوم تھا کہ تمھارا خزانچی ہوں ، مجھے اسکی ضرورت نہیں ، میں اس عہدے سے استعفا دیتا ہوں۔ [۱۶]

ابن مسعود خزانچی کے عہدے سے مستعفی ہونے کے بعد بھی کوفے ہی میں رہے اس واقعے کے بارے میں عقد الفرید میں ہے کہ :

ابن مسعود نے مسجد کوفہ میں مسلمانوں سے خطاب کیا ، اے کوفہ والو تمھیں معلوم ہونا چاہئے کہ اج رات تمہارے بیت المال سے ایک لاکھ کم ہوگیا ہے ، بغیر اسکے کہ امیر المومنین حکم دیں ، یا میری ذمہ داری ختم کریں وہ نکال لیا گیا ہے۔

ولید نے ساری کہانی اور ابن مسعود کی باتیں عثمان کو لکھ دیں عثمان نے بھی ابن مسعود کو اس عہدے سے برطرف کر دیا [۱۷]

بلاذری انساب الاشراف میں لکھتے ہیں کہ :

۱۶_ انساب الاشراف بلاذری ج۵ ص ۳۶

۱۷_ عقد الفرید ج۲ ص۲۷۲

جس وقت ابن مسعود نے ولید کے سامنے چابی پھینکی تو غصے سے کہا ، جو شخص احکام خدا کو اپنی خواہش کے مطابق پھرائے تو خدا وند عالم اسکی عاقبت خراب کردے گا ، اور جو شخص اپنی خواہش کے مطابق اسے بدل دے تو خدا اس پر غضبناک ہوتا ہے ، میں عثمان کو ایسا ہی پا رہا ہوں ، کیا یہ جائز ہے کہ سعد اور وقاص جیسی شخصیت کو ہٹا کر کوفے کی گورنری ولید کو دیدی جائے ؟

ابن مسعود اکثر فرماتے ، سب سے اچھی بات قران میں خدا کی بات ہے ، اور سب سے پسندیدہ راستہ وہی ہے جسے پیغمبر خدا نے دکھایا ، اور بدترین کام بدعت ہے ، اور ہر بدعت گمراہی ہے ، اور گمراہی کا نتیجہ اتش دوزخ ہے (۱۸) ولید نے یہ ساری باتیں اور ابن مسعود کی طنزیہ تقریریں عثمان کو لکھ ماریں اخر میں لکھا کہ ابن مسعود تمہاری برائیاں کرتے ہیں ، تمھیں گالیاں دیتے ہیں ، عثمان نے ان کو مدینے بلا بھیجا _

جس وقت کوفہ والوں کو مدینے میں ابن مسعود کے حاضر ہونے کی خبر ملی اپ کے گرد جمع ہو گئے ، ان سے کہا کہ اپ نہ جایئے _ یہیں ہم لوگوں کے پاس رہیئے ہم لوگ اپ پر اذیت نہ ہونے دیں گے ابن مسعود نے ان لوگوں کو جواب دیا _

انہوں نے میرے اوپر اطاعت کا حق ڈالا ہے ، جہاں تک میری بات ہے میں نہیں چاہتا کہ ان کے اوپر فتنے کا دروازہ کھولنے والا پہلا شخص بنوں اور ان کے حکم کی نافرمانی کروں (۱۹)

استیعاب میں ہے کہ ابن مسعود نے کوفے والوں کو یہ جواب دیا ، یہ اوضاع و احوال اپنے پیچھے فتنے لئے ہوئے ہیں ، مجھے پسند نہیں کہ فتنہ میرے ہاتھوں شروع ہو _

کوفے کے باشندے ابن مسعود کو رخصت کرنے دور تک گئے ، انھوں نے تمام لوگوں کو تقوی اور احکام خداوندی پر عمل کرنے کی نصیحت کی پھر ان لوگوں سے کہا کہ اپنے گھروں کو واپس جائیں ، اور خود مدینے کی طرف چل پڑے _

کوفے والوں نے بھی ابن مسعود کی ستایش کی ، جس وقت وہ مدینے کی طرف روانہ ہوئے تو انکی زحمتوں اور حقوق کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہنے لگے ، خدا وند عالم اپ کو جزائے خیر دے ، اپ نے ہمارے ناواقفوں کو دین سے اشنا کیا ، اور واقفکاروں کو دین کا ثبات عطا کیا ، ہمیں قران سکھایا ، دین و ائین سے اشنا کرکے بینا کیا ، واقعی اپ اچھے مسلمان ، اچھے خیر خواہ اور مہربان بھائی کی طرح رہے ، پھر الوداع کہکے سبھی لوٹ گئے (۲۰)

۱۸_ انساب الاشراف ج۵ص ۳۶

۱۹_ انساب الاشراف بلاذری ج ۵ ص ۳۶

۲۰_ استیعاب میں حالات بن مسعود دیکھئے

ابن مسعود مدینہ پہونچکر سیدھے مسجد میں گئے ، اس وقت عثمان منبر پر تقریر کر رہے تھے ، ابن مسعود کو دیکھا تو گفتگو کا رخ بدل کے بولے ۔

یہ دیکھو چوپایہ پست خصلت اور پھکڑ تمہارے درمیان آگیا ، مانند اسکے کہ جب روٹیوں کی طرف ہاتھ بڑھایا جائے تو جو کھایا ہے قئے کر دے ۔

ابن مسعود نے عثمان کے زخم زبان کا جواب دیا :

نہیں ، عثمان میں ایسا نہیں ہوں ، بلکہ میں وہ صحابی رسول ہوں جسے جنگ بدر اور بیعت رضوان میں شریک ہونے کا فخر حاصل ہے [۲۱]

عائشہ بھی حجرے سے چیخ پڑیں ، ارے عثمان تم رسول کے ہمدم اور صحابی کے لئے ایسی بات کہہ رہے ہو؟

عثمان نے عائشہ کے جواب میں چلا کر کہا ، خاموش رہو ، اور پھر حکم دیا کہ ابن مسعود کو مسجد سے نکال باہر کر دیا جائے ۔

خلیفہ کے حکم سے ابن مسعود کو بڑے توہین آمیز انداز میں مسجد سے نکالا گیا ، عبداللہ زمعہ نے انکو زمین پر پٹک دیا ، یہ بھی کہتے ہیں کہ عثمان کے غلام یحوم نے انھیں دونوں ٹانگیں پکڑ کر اٹھایا اور اتنی زور سے زمین پر پٹکا کہ پسلیاں ٹوٹ گئیں ۔

حضرت علي ﷺ جو اس سارے منظر کو دیکھ رہے تھے ۔فرمایا اے عثمان صرف ولید بن عقبہ کی رپورٹ پر صحابی رسول خد ﷺ ا کے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہو؟ عثمان نے جواب دیا نہیں ،صرف ولید کی رپورٹ ہی نہیں ،میں نے زید بن صلت کندی کو بھی تحقیقات کے لئے کوفہ بھیجا تھا ، ابن مسعود درد کی شدت سے تڑپ رہے تھے ،چلانے لگے ، خون عثمان حلال ہے حضرت علی نے عثمان کو جواب دیا ۔

تم نے زید جیسے غیر معتبر پر اعتماد کیا ہے ، یہ فرمایا اور ابن مسعود کو علاج کرانے کیلئے اپنے گھر لیکر چلے گئے ۔

ابن مسعود اس حادثے کے بعد مدینے ہی میں رہے ،عثمان نے انھیں مدینے سے باہر جانے کی اجازت نہیں دی ،یہاں تک کہ جب وہ اچھے ہو گئے تو رومیوں سے جہاد کیلئے انھوں نے اجازت مانگی لیکن عثمان نے اجازت نہیں دي ۔

۲۱۔ ابن مسعود نے اس جواب سے عثمان پر طنز کیا ، کیونکہ عثمان نہ تو جنگ بدر مین شریک تھے نہ بیعت رضوان میں

اس خاص موقع پر روایت ہے کہ جب ابوذر ان سے اجازت مانگ رہے تھے ، اور عثمان ابھی اجازت دینے نہ دینے کی کشمکش میں تھے کہ مروان بول پڑا _

اس شخص نے عراق کو تمہارے خلاف بھڑکایا ، عراقیوں کو تم سے بدگمان کیا ، اب شام کی باری ہے ، یہ چاہتا ہے کہ وہاں کے لوگوں کو تمہارے خلاف بغاوت پر ابھارے اس طرح ابن مسعود زندگی بھر مدینے سے باہر نہ جا سکے، حقیقت میں وہ نظر بند تھے ،یہاں تک کے قتل عثمان کے دو سال قبل انھوں نے انتقال فرمایا، اس درمیان ابن مسعود مدینے میں تین سال رہے بن مسعود اور عثمان کے درمیان اخری بات چیت بہت زیادہ لائق توجہ ہے _

جس وقت وہ بستر بیماری پر پڑے زندگی کے اخری لمحے گن رہے تھے ، عثمان انکی عیادت کے لئے سرھانے پہونچے اور کہا ، کیا تکلیف ہے

اپنے گناہوں کا بوجھ

کیا خواہش ہے ؟

خداوند عالم کی بخشش و رحمت

کیا علاج کیلئے ڈاکٹر بلائوں ؟

ڈاکٹر نے خود ہی مجھے بیمار کیا ہے

کیا تمہارا وظیفہ دینے کا حکم دیدوں

(دو سال سے بن مسعود کا وظیفہ بند تھا[۲۲]

جب مجھے اسکی ضرورت تھی تم نے نہیں دیا، اب جبکہ ضرورت نہیں ہے ، تم مجھے دینا چاہتے ہو،

تمہارے بیٹوں کیلئے باقی رہے گا _

انکی روزی خدا دیتا ہے،

۲۲_ تاریخ بن کثیر ج۷ ص ۱۶۳ ، یعقوبی ج۲ ص ۱۹۷ ، مستدرک ج۳ ص ۱۳

خدا سے دعا کرو کہ (جو کچھ میں نے تم پر ظلم ڈھایا ہے) معاف کردے

خدا سے دعا کرتا ہوں کہ تم سے میرا حق لے،

ابن مسعود نے وصیت کی تھی انکی نماز جنازہ عماریاسر پڑھائیں ، عثمان میرے جنازے میں شریک نہ ہوں ، ان کی وصیت کے مطابق عمل کیا گیا اور عثمان کو خبر کئے بغیر جنت البقیع میں دفن کردیا گیا [۲۳]

جب عثمان کو ابن مسعود کے مرنے کی خبر ملی تو سخت غصہ ہوئے اور کہنے لگے ،مجھے خبر دیئے بغیر تم لوگوں نے ایسا کردیا؟

عماریاسر نے جواب دیا ،انھوں نے خود وصیت کی تھی کہ تم ان کی نماز جنازہ نہ پڑھائو، عبداللہ بن زبیر نے اسی کے مناسب حال شعر کہا ہے ، میں جانتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد نوحہ وزاری کروگے حالانکہ تم نے میری روٹی روزی بند کردی تھی [۲۴]

ابن مسعود کے یہ مختصر حالات تھے، لیکن ولید بن عقبہ کی حکومت کوفہ کی صرف یہی ایک داستان نہیں بلکہ اسکی حکمرانی کے زمانے میں انتہائي بلا خیز اور فتنہ انگیز واقعات سرزد ہوئے ،چنانچہ مسیحی شاعر ابوزبید اور شعبدہ بازیہودی کے ساتھ اس کے سلوک مشہور ہیں ـ

اگ سے کھلواڑ

ابو الفرج کتاب اغانی میں ابن اعرابی کا بیان یوں روایت کرتا ہے جس وقت ولید اپنے مادری بھائي عثمان کی طرف سے کوفہ کا گورنربنا تو شرابی اور عیسائي شاعر ابو زبید سے اسکی گاڑھی چھننے لگی ، ولید نے اسکو عقیل کی ملکیت والے گھر میں ٹھہرایا ، پھر اسے بخش دیا ، یہ گھر زبید جیسے شرابی شاعر کو دینے سے پہلی بار کوفے کے باشندے ولید کی برائیاں بیان کرنے لگے ،کیونکہ ابو زبید عیسائي تھا ،جب وہ ولید کے پاس جاتا ، تو اسکا راستہ مسجد کوفہ میں ہونے کی وجہ سے وہیں سے ولید کے پاس جاتاوہ رات بھر شراب کے جام چھلکاتا، پھر صبح کو شدت مستی سے بیخود ہو کر لڑکھڑاتا ہوا مسجد ہی عبور کر کے اپنے گھرپہونچتا ـ

۲۳ـ ابن مسعود کی وفات ۳۲ھ میں ہوئي زبیر نے انھیں راتوں رات عثمان کو خبر کئے بغیر دفن کردیا ، وفات کے وقت انکی عمر ساٹھ سال سے زیادہ تھی ،

۲۴ـ لاعرفتك بعد الموت تندبني .... و فی حیاتی ما زودتني زادي

ولید کی یہ روش دین سے لاپرواہی ، اور مسلمانوں کے احساسات و معتقدات سے بے اعتنائي کا پتہ دیتی ہے کوفے والے تو یہ چاہتے تھے کہ ولید شراب پینا چھوڑ دے _

خلاف شرع کام کرنا بند کرے ، ابو زبید جیسے شرابی مصاحب سے اپنا ناتہ توڑے ، اس کے بر عکس اس نے دو وسیع زینداری شام دحیرہ میں محل کے ساتھ اسکو بخش دی ، اور صرف اسی کے چوپایوں کی چراگاہ کو مخصوص کر کے ، دوسروں کو اس کے استفادے سے محروم کردیا ، ابو زبید نے بھی اسکی خصوصی مہربانی کے بدلے مدحیہ اشعار کہے اور اسکا شکریہ ادا کیا ،(۲۵)

بلاذری لکھتا ہے _ ولید نے اپنے عیسائي شاعر و مصاحب ابو زبید کے لئے مسلمانوں کے بیت المال سے شراب اور سور کا گوشت مقرر کیا تھا ، اسکے مقربین نے مشورہ دیا کہ اس سے عوامی احساسات بھڑک اٹھیں گے ، لوگ اپ کے خلاف ہو جائیں گے _

نتیجے میں ولید نے شراب اور سور کا گوشت تو روک دیا لیکن حکم دیا کہ اسکی جتنی قیمت متعین ہوتی ہے

اسے ماہانہ دی جائے پھر اس پر اضافہ بھی کیا ، یہ کوفے کا گورنر عیسائي ابو زبید کو مسلمانون کی مسجد سے گذرنے کی اجازت دئے ہوا تھا(۲۶)

ایک دوسری نا مناسب حرکت ولید جسکی وجہ سے لوگ اسکے مربی عثمان سے بہت زیادہ بد ظن ہوئے یہ تھی کہ ولید نے حکم دیا تھا کہ ایک یہودی جو کر اپنی جادوگری کی دوکان مسجد میں لگا کر اپنے شعبدے دکھائے اور گورنر صاحب کی تفریح کا سامان فراہم کرے _

لوگوں نے ولید کو بتایا کہ زرارہ نام کا ایک یہودی کرتب میں مشہور ہے وہ شعبدہ ، جادو اور سحر کی تمام قسموں میں مہارت رکھتا ہے ، یہیں بابل کے پل کے پاس دیہات کا باشندہ ہے ، ولید نے حکم دیا ، اسے کوفہ لایا جائے تاکہ وہ اپنے ہاتھوں کے کرتب اور میٹھے شعبدوں کا تماشہ دکھائے ، ولید کے پیادوں نے اسکے حکم کی تعمیل میں سامنے لاکر حاضر کردیا ، اس نے بھی حکم دیا کہ مردیہودی مسجد کوفہ کے صحن میں اپنے جادو کے کرتب کی دوکان لگادے ، اپنے ہنر کے تماشے اعلی حکام اور مسلمان پڑوسیوں کو دکھائے _

۲۵_ اغانی ج۳ ص ۱۸۲_ ۸۳

۲۶_ انساب الاشراف بلاذری ج ۵ ص ۲۹_ ۳۰

اسکی نمائشے کا ایک تماشہ یہ تھا کہ اندھیری رات میں بڑا سا ہاتھی گھوڑے پر سوار تماشائیوں کو دکھا دیتا تھا_

ایک دوسرا کرتب یہ تھا کہ وہی شعبدہ باز اپنے کو اونٹ کی شکل میں ہو کر رسی پر چلتا ہوا لوگوں کی نگاہوں کو دکھاتا تھا پھر وہ خود ہی ایک خچر کی شکل میں ہو جاتا تھا جو اس اونٹ کے منھ میں داخل ہو کر اسکے مخرج سے نکل جاتا تھا_

سب سے اخر میں تماشہ دکھاتے ہوئے ایک تماشائي کو مجمع سے گھسیٹ لاتا تھا ،پھر بے دھڑک اسے تلوار سے قتل کر کے ،سر وبدن الگ الگ کر دیتا تھا ، پھر سارے تماشائي حیرت کے مارے پھٹی پھٹی انکھوں سے دیکھتے کہ وہ اس مقتول کے جسم پر تلوار پھیر رہا ہے اور مقتول زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوتا ہے_

جندب بن کعب ازدی اسی تماشائیوں کی جماعت میں ،موجود تھے ، انھوں نے شعبدہ بازیہودی کے سارے تماشے اپنی انکھوں سے دیکھے جو شیطان اور گمراہی کی مسلسل کاروائیونسے خدا کی پناہ طلب کرتے رہے ، جس سے انسان خدا کی یاد سے غافل ہو رہا تھا ،انھیں یقین تھا کہ یہ سب کچھ نظر بندی اور شعبدہ بازی ہے جسے اسلام نے سختی کے ساتھ منع کیا ہے ،بس پھر کیا تھا ، انھوں نے دیر کرنا جائز نہیں سمجھا اور تلوار سونت لی ، ایک ہی وار میں اس

یہودی کا سرتن سے جدا کر کے چلائے

جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان ذھوقا

حق اگیا اور باطل نیست ونابود ہو گیا باطل کو تو نیست و نابود ہونا ہی تھا_

یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ سارا واقعہ دن کا ہے ،رات کا نہیں ، جندب کے پاس تلوار نہیں تھی ، وہ بازار گئے اور تلوار بنانے والے سے تلوار خریدی اور واپس اکر اس شعبدہ بازیہودی کی گردن ماری ، پھر وہ چلائے_

اگر تو سچا ہے تو اپنے کو زندہ کر لے_

جو بھی صورت ہو ، یہ ولید تھا جس نے مسجد کو شعبدہ بازیہودی کے تماشے کا مرکز بنا لیا تھا جبکہ وہ عبادت کی جگہ ہے اور یہ جندب تھے کہ اس شعبدہ باز کو قتل کر کے عثمان کے بدکار حاکم کی تفریح کرکری کر کے اسکے عیش وعشرت میں اندھیرا کردیا ـ

اس مرتبہ تو ولید غصے میں بھڑک اٹھا ، اس نے جندب کی گستاخی دیکھ کر حکم دیا کہ یہودی زرارہ کے انتقام خون میں جندب کو قتل کردیا جائے ، لیکن ان کے رشتہ دار جو قبیلہ ازد سے تھے جندب کی حمایت میں کھڑے ہو گئے انھوں نے قتل ہونے سے بچا لیا ، ناچار ولیدنے حیلہ شروع کیا اور قتل کو نظر انداز کرکے بظاہر اسکے قتل سے درگذر کیا اور حکم دیا کہ جندب کو قید کر لیا جائے ـ

جندب کو جیل میں ڈال دیا گیا ، اور جیلر جس کا نام دینار تھا اسکے حوالے کر دیا گیا ، دینار کو جب قید ہونے کی وجہ معلوم ہوئی ، جندب کی زھدو پارسائي اس نے خود انکھوں سے دیکھی ، یہ دیکھا کہ وہ تمام رات صبح تک عبادت میں مصروف رہتا ہے ، اس نے جائز نہیں سمجھا کہ ایسے زاہد اور با ایمان شخص کے خون سے اپنا دامن الودہ کرے جیلر نے ان سے کہا :

میں دروازہ کھول رہا ہوں ، تم بھاگ جائو ، سلامتی سے اپنی جان بچالے جائو ـ

اگر میں ایسا کروں تو تمہیں نہیں چھوڑا جائے گا تمہیں قتل کردیا جائے گا ـ

میرا خون رضائے خدا کے لئے بہے گا ولی خدا کی نجات میں بہے گا ، میری جان اتنی قیمتی کہاں ؟

اخرکار دینار جیلر کے اصرار سے جندب نے قدم باہر نکالا اور جیل سے فرار کرگئے ـ

صبح سویرے ولیدنے جندب کے حمایتیوں سے دور تہیہ کئے ہوا تھا کہ جندب کو قتل کرے اس نے حکم دیا کہ جندب کو خدمت میں حاضر کیا جائے ، ولید کے پیادے جیل سے خالی ہاتھ واپس ائے ، انھوں نے خبر دی کہ جندب جیل سے فرار کر گئے ، خود سر اور بدکار حاکم کوفہ ولید کو دینار جیلر کی سہل انگاری پر بڑا غصہ ایا ، لال بھبھوکا سرخ انگارہ ہوگیا ، حکم دیا

کہ اس تساہلي ء پر دینار کو قتل کردیا جائے ،[27] اور اسکا بدن مزبلہء کوفہ میں دار پر لٹکا دیا جائے[28]

ادھر جندب قید خانے سے بھاگ کر مدینہ پہونچے ، وہیں سکونت اختیار کرلی جب عثمان کو معلوم ہوا تو انھوں نے ان کو سخت و سست کہا اس وقت حضرت علی نے انکی سفارش کی عثمان نے امام کی سفارش مان لی ، ولید کو خط لکھا کہ جندب سے کوئي مزاحمت نہ کی جائے ، اس طرح جندب پھر کوفہ واپس چلے گئے ـ

۲۷ـ مروج الذھب مسعودی ج ۱ ص ۳۷ـ ۴۳ــــ اغانی ج ۴ـ ۱۸۶

۲۸ـ مولف محترم نے واقعہ جندب اوریہودی جادوگر کے مختلف روایات کو مختلف منابع سے یکجا کیا ہے موجودہ حوالہ سب سے زیادہ کامل تر ہے اس لئے صرف اسی پر اکتفا کیا گیا ،(سردارنیا)

انقلاب کی پہلی چنگاری

جب حاکم کوفہ ولید کی بدکاریاں اور خلاف شرع حرکتیں بہت زیادہ ہو گیئں تو رد عمل بھی ہوئے ، عثمان کے ناروا سلوک کی وجہ سے لوگوں کا غم و غصہ حد سے زیادہ بڑھ گیا ، باتیں ایک منھ سے دوسرے منھ رینگنے لگیں ایسے میں عمروبن زرارہ بن قیس نخعی اور کمیل بن زیاد نخعی یہ دونوں ہی کوفے کے سربر اوردہ لوگوں میں تھے ، یہ پہلے افراد تھے جنھوں نے عثمان کی بیعت کا قلادہ گردن سے اتار پھینکا اور علی کی بیعت کا اعلان کردیا، لوگوں کو اپنے پاس جمع کر کے یہ تقریر کی ۔

اے لوگو عثمان حالانکہ حق و باطل کے درمیان تمیز رکھتے ہیںلیکن جان بوجھ کر پس پشت ڈالتے اورنظر انداز کرتے ہیں پست اور کمینے لوگوں کو نیک اور تقوی شعاروں پر مسلط کر دیا ہے انھیں اقتدار و حکومت دیدیا ۔

اس اجتماع میں خالد بن عرفطہ بھی تھا ، فورا جا کر اس نے ولید کو خبر دی عمروبن زرارہ کا واقعہ اور اسکی بھڑکانے والی تقریر سب بیان کرڈالی ۔

ولید غصے میں بھر گیا ، اس نے چاہا کہ خود سوار ہو کر جائے اور تمام لوگوں کو منتشر کردے لیکن اسکے مصاحبین اڑے اگئے ۔

اور سمجھایا کہ وہ جتنا سمجھ رہا ہے یہ معاملہ اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے ، کیونکہ تمام لوگ بھڑکے ہوئے ہیں ، ھنگامے پر امادہ ہیں اپنے حال پر رحم کرو اور فتنے کی اگ کو زیادہ ہوا نہ دو اسی درمیان مالک بن حارث نے پیشکش کی کہ اگر ولید چاہے تو ان تمام لوگوں کا جوش ٹھنڈا کردوں ولید نے اثبات میں جواب دیا

وہ اس اجتماع میں پہونچا اور ان سے گفت و شنید کرنے لگا انھیں فتنہ و اشوب سے ڈرا کر ، سب کو ٹھنڈا کر دیا ۔

ولید بھی نچلا نہیں بیٹھا ، اس نے شورش اور عمروبن زرارہ کی تقریر کا کچا چٹھا عثمان کو لکھ مارا ، پھر مدد کی درخواست کر کے اس صورتحال میں خلیفہ سے پوچھا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے ؟

عثمان نے جواب میں خط لکھا ۔

ابن زرارہ عرب بدو ہے ،بد معاش ہے اسے شام جلا وطن کردو ولید نے خلیفہ کے حکم سے ابن زرارہ کو شام جلا وطن کردیا[۲۹]
جس وقت ابن زرارہ حق گوئي کے جرم میں لا چار ہو کر کوفہ چھوڑ رہے تھے ، مالک اشتر،اسودبن یزید، علقمہ بن قیس اور قیس بن فہدان انھیں الوداع کہتے ہوئے دور تک گئے ، اس موقع پر قیس نے یہ دو شعر پڑھے ۔

خدا کی قسم ، رب کعبہ کی قسم خدا کی خشنودی کا پوشیدہ و علانیہ طلبگار ہوں ۔
ضرور بالضرور ہم ولید اور اسکے اقا عثمان کو جو گمراہی کی جائے پناہ ہے ، حکومت و خلافت سے کھرچ پھینکیں گے()

کوفے میں عثمان کی بازپرس

جب کوفے کے مختلف لوگوں کی طرف سے بے شمار شکایتیں ولید کے خلاف عثمان کے پاس پہونچیں تو مجبور ہو کر سوچا کہ ظاہری طور سے اور لوگوں کو دکھانے کیلئے اس کا سخت نوٹس لیا جائے اور اس سلسلے میں اپنے ازاد کردہ غلام حمران کو انکوائری کے لئے بھیجا تاکہ صورتحال سے جائزہ لے اور لوگوں کے ساتھ ولید کے سلوک کی رپوٹ دے لیکن ولید نے اس بلند مرتبہ حکومت کی انکوائری کو دولت سے خرید لیا ، اس کے ہاتھ رشوت سے بھر کر خالی ہاتھ مدینہ واپس کردیا ، اور عثمان کی تمنا کے مطابق ولید کی شان میں قصیدے پڑھ ڈالے ، عثمان نے راحت کی سانس لی اور خود کو اس روح فرسا غم سے فارغ کر لیا ۔

اقسم باللہ رب البیت مجتھدا
ارجوالثواب لہ سر او اعلانا
لاخلعن اباوھب و صاحبہ
کھف الضلالۃ عثمان بن عفانا

کچھ دن بعد مروان[۳۰] نے حمران سے ملاقات کرکے ولید کے بارے میں صحیح صورتحال جاننے کیلئے اس سے پوچھا :

---

۲۹ ۔ عمر بن زرارہ کے حالات کیلئے دیکھئے اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۰۱ ۔ ۲۰۲ ج ۴ ص ۱۰۴

۳۰ ۔ محترم قارئین ،مروان حکم کو ائیندہ صفحات میں اچھی طرح معلوم کرلیں گے ،اسکی نفسیاتی و اخلاقی حالت نیز اسکے معتقدات کا انداز ہو جائے گا، لیکن یہاں ایک بات کی طرف دھیان دلانا ضروری ہے کہ مروان اس خوان سے بہت بڑے حصے کا قائل تھا وہ جانتا تھا کہ عثمان نے جس اموی خاندان کی حکمرانی مستحکم کی ہے اسکا ثبات اسی حالت میں ممکن ہے کہ حکمرانوں کی سستی و غفلت کو ختم کیا جائے ، عثمان کے نور چشم ولید جیسوں کی حرکتوں سے اسکی مشام میں بوئے انقلاب پہونچنے لگی تھی ، وہ چاہتا تھا کہ انقلاب کی جڑ ختم کردی جائے اس لئے اس نے خلیفہ کے سامنے صحیح صورتحال رکھ دی ، ورنہ اس نے رسول اکرم کی زحمتوں اور دین اسلام کے تحفظ کے لئے ایسا نہیں کیا تھا ، نہ اسے اسلامی درد تھا

حمران نے جواب دیا ، وہاں کے حالات سخت بحرانی ہیں مروان نے بھی جو کچھ بیتی تھی خلیفہ کے گوش گذار کردیا ،

عثمان نے اس خیانت کے جرم میں حمران کی جھوٹی رپورٹ کا سخت نوٹس لیتے ہوئے اسے بصرہ جلا وطن کردیا ، پھر اسے وہیں بصرہ میں ایک اچھا سا گھر بھی عطا فرمایا (۳۱)

مسلمانوں کا حکمراں اور شرابخواري

کوفے پر ولید کی حکومت پانچ سال تک رہی ، اس طویل مدت کے درمیان اس نے اذربایجان کے علاقوں میں مشرکوں سے جنگ کی ، لیکن جیسی اسکی سیرت تھی اور ایمان خام تھا اس حساس موقع پر بھی اس سے ایسی لغزش ہوگئي کہ حد جاری کی جاتی ،قوم کے بزرگ جمع ہوئے کہ اس پر حد جاری کریں ، اسی درمیان حذیفہ نے قانون الھی کے نفاذ کی مخالفت کردی ، ان کی دلیل یہ تھی کہ یہ شخص اسلامیء فوج کا سپہ سالار اس وقت محاذ جنگ پر ہے ،نتیجے میں اس پر حد جاری نہیں ہوئي (۳۲)

میں نہیں جانتا کہ ولید حد کا مستوجب کیوں تھا ؟ شراب پینے کی وجہ سے یا کسی دوسرے ارتکاب حرام کی وجہ سے ، لیکن ایک بات مسلم ہے کہ وہ شراب کا رسیا تھا ، اور یہ بری لت اسمیں اتنی تھی کہ عام مورخین کے مطابق وہ حد جاری ہونے کا مستوجب قرار پایا ـ

ابو الفرج اغانی میں لکھتے ہیں ،ولید بن عقبہ زناکار اور شرابی شخص تھا ، ایک دن صبح سویرے مستی کی حالت میں نماز پڑھانے ایا ، اس نے دو رکعت کے بجائے چار رکعت پڑھا دی ـ

حالت نماز میں اس نے گنگنانا شروع کردیا ـ

دل شباب و سنگیت کا رسیا ہے ،درانحالیکہ جوان سے دونوں کا اثر ختم ہوگیا ہے (۳۳)

جب اپنی دانست میں اس نے نماز ختم کی تو ماموین کی طرف رخ کر کے بولا ، اگر کہو تو نماز کی چند رکعتیں اور بڑھا دوں ، اسی حالت میں جو کچھ پیٹ میں تھا قئے کردي (۳۴)

۳۱ـ انساب الاشراف بلاذری ج ۵ ص ۳۱

۳۲ـ بلاذری ج ۵ ص ۳۵

۳۳ـ علق القلب ربابا بعد ما شابت و شابا

۳۴ـ اغانی ج ۴ ص ۱۷۸

اس بارے میں مسعودی لکھتا ہے کہ:

ولید اپنے مصاحبوں، گویوں اور سازندوں کے ساتھ تمام رات بادہ گساری کرتا تھا، ایک دن جب موذن نے صبح کی اذان دی تو ولید نے شب خوابی کے لباس ہی میں بحالت مستی نماز پڑھانے پہونچ گیا، محراب میں لوگوں کو نماز پڑھانے کھڑا ہوا_

اس نے دو رکعت کے بجائے چار رکعت پڑھا دی، اپنا سجدہ طویل کر دیا، بجائے تسبیح کے مسلسل کہتا رہا_

پیو اور مجھے پلائو، جام چھلکائو

اور جب اپنے خیال میں نماز سے فارغ ہوا، لوگوں کی طرف رخ کر کے بولا اگر تم لوگ کہو تو چار رکعت سے زیادہ پڑھا دوں_

عتاب ثقفی پہلی صف میں تھے، بالکل ولید کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، چلانے لگے_

خدا تیرا ناس مارے، تجھے کیا ہوا ہے، خدا کی قسم، مجھے خلیفہ کے سوا کسی پر حیرت نہیں ہوتی کہ تیرے جیسے شخص کو ہم پر حکمراں بنا دیا ہے_

دوسرے لوگ بھی ولید کو کنکریاں مارنے لگے، جب عثمان کے مادری بھائی اور کوفے کے حکمراں نے اپنا قافیہ تنگ دیکھا تو ڈگمگاتے ہوئے اہستہ اہستہ چل کر اپنے کو دار الامارہ میں پہونچایا، حالانکہ وہ یہ اشعار گنگنا رہا تھا_

میں ہرگز شراب اور حسین دوشیزہ سے منہ نہ موڑوں گا، اپنے کو اس بھلائی اور لذت سے محروم نہیں رکھوں گا، بلکہ اتنی شراب پیوں گا کہ سارا بھیجا سیراب ہو جائے پھر لوگوں کے درمیان سے دامن بچا کر نکل جائوں گا_

قصہ گواہوں کا

کوفے کے عوام اخر کار ولید کی بدترین حرکتوں سے تنگ اگئے اور جب انہوں نے اپنی متعدد شکایتیں اسکے بارے میں بے اثر دیکھیں تو سب نے یہ رائے قائم کی کہ ولید کی شرابخواری اور مستی کی پکی دلیل اور دین و دنیا سے لاپرواہی کے نا قابل تردید ثبوت خلیفہ کے سامنے پیش کئے جائیں، ہو سکتا ہے کہ خلیفہ ہماری دلیل و ثبوت مان جائے اور ان کے درددل اور مصائب دور کرنے کی طرف توجہ کرے، اس رائے پر عمل کرنے کے سلسلے میں بزرگان قوم نے مناسب سمجھا کہ ولید کی وہ انگوٹھی جس پر اسکا نام نقش ہے، اور اسی سے وہ خطوں پر مہر کرتا ہے، عثمان اسے خوب پہچانتے ہیں، ولید کی مستی کے وقت اتار لیا جائے اور اسی کو خلیفہ کے سامنے قطعی ثبوت کے طور پر پیش کیا جائے ۔

اس سلسلے میں بلاذری لکھتا ہے کہ :

جس دن ولید نشے کی حالت میں نماز پڑھا رہا تھا ابوزینب نے اپنے دوست زھیر بن عوف ازدی سے مدد چاہی کہ انگوٹھی نکالنے میں اسکی مدد کرے، زھیر نے مدد کرنے پر امادگی ظاھر کی دونوں خاص طور سے اس فکر میں تھے، اتفاق سے اس دن ولید نماز عصر پڑھانے بھی نہیں ایا، ابو زینب نے دربان کے ہاتھ میں کچھ رشوت تھما دی، دربان نے رشوت دیکھی تو الگ ہٹ گیا اور راستہ دیدیا ابو زینب اور زھیر گھر میں داخل ہو گئے

وہ عجیب اور نفرت انگیز منظر تھا، ولید نشے میں دھت ہے، اسے اپنے سر اور پیر کا ہوش نہیں، ان دونوں نے اٹھا کر اسے بستر پر لٹا دیا اس نے بستر پر ہی قئے کر دی، ابو زینب نے اس سے زیادہ دیر مناسب نہیں سمجھی دونوں نے انگوٹھی اتار لی اور باہر نکل گئے ۔

عثمان کے حضور

ابو زینب اپنے تین اور معزز ساتھیوں کے ساتھ کوفے سے بصرے کے راستے مدینہ کی طرف چل پڑے،

اخر کار حاکم کوفہ ولید کی شکایت لیکر خلیفہ عثمان کی خدمت میں حاضر ہوئے

پہلے انہوں نے اپنی عرض خلیفہ کے سامنے پیش کی اگرچہ ہمیں امید نہیں کہ اپ ہماری شکایات پر توجہ دیں گے، لیکن ہم اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں کہ اپنی شکایات اپ کے گوش گذار کردیں۔

عثمان نے پوچھا، مطلب کیا ہے؟

ان لوگوں نے ولید کی ساری باتیں بیان کیں پیش امدہ تمام تفصیلات کی تشریح کر کے کوفے کی لاچاری کا نقشہ پیش کیا۔

عبدالرحمن بن عوف اس بزم میں موجود تھے، شکایت کرنے والوں سے پوچھا، مطلب کیا ہے؟کیا کہہ رہے ہو ولید کو کیا ہو گیا ہے؟ کیا وہ دیوانہ ہو گیا ہے؟

شکایت کرنے والوں نے کہا:

نہیں بلکہ وہ شراب کے نشے میں مست و بے خود ہو گیا تھا۔

اس وقت عثمان نے ابو زینب سے پوچھا؟

تم نے خود میرے بھائی کو شراب پیتے دیکھا۔

جندب نے جواب دیا

نہیں، میں نے کبھی نہیں دیکھا، لیکن میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اسے نشے کی حالت میں دیکھا ہے وہ قئے کر رہا تھا، اور ساری قئے اسکے بدن پر ارہی تھی، میں نے اسکی مستی و بے خبری کی حالت میں انگوٹھی اتارلی۔

عثمان نے پوچھا:

تم نے کیسے سمجھا کہ ولید نے شراب پی ہے؟

انہوں نے جواب دیا

ہم لوگ کیسے نہیں سمجھیں گے کہ ولید نے شراب پی، جبکہ ہم نے خود زمانئہ جاہلیت میں شراب پی ہے، انھوں نے ولید کی انگوٹھی دکھائی، اور اسے قطعی ثبوت کے طور پر پیش کیا۔

عثمان سخت بد حواس ہو رہے تھے، لگے گواہوں کو ڈرانے دھمکانے، سخت سے سخت سزا دینے کی بات کہہ کے گواہوں اور شکایت کرنے والوں کے سینے پر ہاتھ مار کے بھگا دیا۔

گواہوں پر خلیفہ کا عتاب

ابو زینب ہزاروں امید و ارزو لیکر مدینے ائے تھے، عثمان کی خدمت میں پیش ہوئے تھے ساری تفصیل بیان کی تھی، قطعی ثبوت بھی پیش کیا تھا۔

عثمان نے صرف یہی نہیں کی کہ ولید کی شرابخواری اور اسی حالت میں نماز پڑھانے کی شکایت پر توجہ نہیں دی بلکہ سب کو ڈنڈا دکھایا، گالیاں دیں اور برا بھلا کہا۔

یہ تمام شکایت کنندگان ڈنڈے اور تازیانے کھا کر حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں ائے، ان سے مسئلہ حل کرنے کی گذارش کی۔

حضرت علی علیہ السلام نے عثمان سے ملاقات کی، بات چیت کے درمیان اعتراض کیا کہ حدود الہی کو معطل کر رہے ہو، اپنے بھائی کے خلاف گواہوں پر ڈنڈے برسا رہے ہو، تم قانون خدا متغیر کر رہے ہو [۳۵]

شکایت کنندگان نے عائشہ سے بھی ملاقات کی تھی انھوں نے عثمان سے چلا کر کہا:

شرعی حدود جاری نہیں کر رہے ہو، گواہوں کی بے عزتی کر رہے ہو [۳۶]

شکایت کرنے والوں نے گواہی دی تھی کہ ولید بن عقبہ حاکم کوفہ نے شراب پی ہے وہی شراب جو جاہلیت میں پی جاتی ہے [۳۷]۔

انہوں نے گواہی دی تھی، ولید نشے میں دھت تھا، اس نے دو رکعت کے بجائے چار رکعت نماز پڑھا دی پھر نمازیوں کی طرف رخ کرکے کہا:

اج بہت زیادہ موج میں ہوں اگر چاہو تو اس سے زیادہ پڑھا دوں، اسی وقت اس نے محراب مین قئے کردی [۳۸]

انہوں نے گواہی دی کہ الفاظ نماز کے بجائے گیت و سنگیت گنگنا رہا تھا، اسکی انگلی سے انگوٹھی بھی نکال لی تھی، یہ زبردست ثبوت تھا ان تمام باتوں کے باوجود ان کا کوئی مداوانہ ہوا، انھیں تکلیف جھیلنی پڑی، توہین ہوئی گالیاں سنیں، ڈنڈے سے تواضع ہوئی، اخر انھیں جان سے مارنے کی دھمکی دی گئی۔

۳۵_ مروج الذھب مسعودی ج ۲ ص ۳۳۶

۳۶_ بلاذری ج ۵ ص ۳۳

۳۷_ مروج الذھب مسعودی ج ۲ ص ۳۳۶

۳۸_ مروج الذھب مسعودی ج ۲ ص ۳۳۶

عائشہ عثمان کے خلاف

ابو الفرج اغانی میں لکھا ہے، عثمان نے ان لوگوں کے اعتراض کے جواب میں کہا، مگر بات یہ ہے کہ ہر شخص اپنے امیر و حکمراں پر کڑھتا ہے، اس پر تہمت لگاتا ہے، اس صورتحال مین صحیح حکم صادر کروں گا کہ تم لوگوں کی اچھی طرح خبر لی جائے اور سرزنش کی جائے۔

یہ گروہ عثمان کی سزا کے ڈر سے عائشہ کے گھر مین پناہ گزیں ہو گیا، جب عثمان نے صبح سویرے عائشہ کے گھر سے تلخ و تند باتیں سنیں تو بے اختیار چلائے۔

کیا عراقی سرکشوں اور بدکاروں کو عائشہ کے گھر کے سوا دوسری کوئي پناہ گاہ نہ ملی۔

عائشہ نے جب یہ توہین امیز اور نا قابل معافی دشنام عثمان کا اپنے بارے میں سنا تو رسول خدا کی جوتیاں ہاتھ میں لیں اور اپنے سر پر رکھکر بلند اواز سے چلائیں۔

کتنی جلدی تم نے اس صاحب کفش رسول کی سنت سے منھ موڑلیا۔

عائشہ کی یہ بات بجلی کی طرح ایک منھ سے دوسرے منھ تک پہونچتی گئي، پھر سارے مدینے والوں کے کانوں تک پہونچ گئي مسجد کے پاس لوگوں کا ہجوم ہوگیا، لوگوں کی زبان پر صرف عائشہ اور عثمان کی بات تھی، لوگوں کی باتیں اس قدر ہیجان انگیز تھیں کہ اخر کار لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا، اسی وقت دو شدت پسند پارٹیاں بن گئیں۔

بعض لوگوں نے عائشہ کے اس اقدم پر تعریف و تحسین شروع کی اور کچھ منھ بنا کر سرزنش کرنے لگے۔

عورتوں کو ان باتوں سے کیا مطلب؟

دونوں پارٹیوں کے مظاہرے موافقت و مخالفت میں بڑھتے گئے نوبت یہاں تک پہونچی کہ ایک دوسرے کی جان کو اگئے، اپس میں سنگریزے، جوتیاں اور ڈنڈے برسانے لگے۔

اس موقع پر بلاذری نے اضافہ کرتے ہوئے لکھا ہے_

ام المومنین کے اعتراض کے مقابل عثمان چپ نہیں بیٹھے ، بڑے تلخ و تند انداز میں چلائے تجھے معاملات میں دخل دینے کا کیا حق ہے ، تجھے تو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے گھر میں چین سے بیٹھ_ اس اعتراض اور سرزنش کی وجہ سے لوگ دو گروہ میں بٹ گئے ، کچھ لوگوں نے عثمان کو حق بجانب ٹھہرایا ، انکی تائید و تصدیق کی ، اور کچھ لوگ عائشہ کی حمایت میں چلانے لگے_

معاملات میں دخل دینے کا ان سے زیادہ سزا وار کون ہے؟ دونوں پارٹیوں کی باتیں بڑھتی گئیں ، نوبت یہ اگئی کہ

ایک دوسرے کے سروں پر جوتے برسانے لگے اور جو رم پیزار رونما ہوئي تھی_ اس واقعے کو یعقوبی نے اپنی تاریخ میں ، ابن عبد البر نے استیعاب میں لگ بھگ اسی طرح لکھ کر ام المومنین عائشہ کے تاثیر اقدام کی نشاندہی کی ہے_ اس واقعے کے بعد طلحہ و زبیر عثمان کے پاس گئے اور سخت سرزنش کرتے ہوئے بولے

ہم ابتدا ہی میں تم سے کہا تھا کہ ولید کو مسلمان کے کسی معاملے میں مامور نہ کرو ، مگر تم نے ہماری باتوں کو اہمیت نہیں دی نہ مانا ، اب بھی دیر نہیں ہوئي ہے جبکہ ایک گروہ نے اسکی شرابخواری و مستی کی گواہی دی ہے ، تمہاری بھلائي اسی میں ہے کہ کام کاج سے الگ کردو_

حضرت علی علیہ السلام نے بھی فرمایا :

ولید کو عہدے سے سبکدوش کردو ، جیسا کہ گواہوں نے چشم دید گواہی دی ہے اس کے اوپر حد شرعی بھی جاری کرو_

ولیدکی حکومت سے معزولي

اور مسجد کوفہ کے منبر کی تطہیر

عثمان مجبور ہو گئے کہ ولید کو حکومت کوفہ سے معزول کریں مدینہ بلائیں، اور نیا گورنر کوفہ کیلئے معین کریں۔

انھوں نے سعیدبن العاص [۳۹] کو حکومت کوفہ پر مامور کیا اور حکم دیا کہ ولید کو مدینہ روانہ کردیں [۴۰]

سعید جب کوفہ پہونچا تو ولید کو پیغام دیا کہ تمھیں امیرالمومنین نے مدینہ حاضر ہونے کا حکم دیا ہے۔

لیکن ولید نے کچھ دن حکم میں ٹال مٹول کیا، گویا سنا ہی نہیں، ناچار سعید نے کہا کہ، اپنے بھائي کے پاس جلدی جاؤ کیونکہ انھوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمھیں ان کے پاس بھیجوں، پھر فرمان صادر کیا کہ دارالامارہ خالی کرکے میرے حوالے کرو۔

ولیدنے مجبور ہوکر اطاعت کرتے ہوئے حکومت اس کے حوالے کی اور خود عمارہ بن عقبہ کے مکان میں ٹھرگیا۔

اس وقت سعید نے حکم دیا کہ مسجد کوفہ کے منبر کو پاک کیا جائے، وہ کسی حال میں بھی اس حکم پر عمل کو روکنے کیلئے امادہ نہیں تھا کہ کہیں بات نہ بڑھ جائے۔

کچھ بنی امیہ کے اہم افراد جو سعید کے حمایتی اور اسی کے ساتھ کوفہ ائے تھے انھوں نے خواہش کا اظہار کیا کہ منبر پاک کرنے کا کام نہ کیا جائے، خاص طور سے انھوں نے یاددلایا کہ اگر تمھارے سوا کوئي اور یہ کام کرتا تو تمہیں روکنا چاہئےھا، کیونکہ اس عمل سے ولیدپر ہمیشہ کیلئے کلنک کا ٹیکہ لگ جائے گا (کیونکہ یہ دونون ہی بنی امیہ کے خاندان سے تھے)

لیکن سعید نے کسی کی بات نہ مانی، اخرکار اس نے طئے کردیا کہ بہرحال منبر کو دھویا جائے اور دار الامارہ کی تطہیر کی جائے [۴۱]

۳۹_سعیدبن عاص بن امیہ، اسکی ماں کا نام ام کلثوم بنت عمر عامری تھا، ہجرت کے پہلے یا دوسرے سال پیدا ہوا، اسکا باپ عاص جنگ بدر میں علی کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا، عمربیان کرتے ہیں کہ میں خودجنگ بدر میں اپنی انکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ عاص شیرکی طرح میدان میں چنگھاڑتا ہوا ایا اور علی نے ایک ہی ضربت میں خاک چٹادی، سعید ان نامی گرامی جوانوں اور خطیبوں میں تھا جس نے عثمان کے حکم سے قران لکھا، عثمان نے ولید کے بعد اس کو گورنر کوفہ بنایا اس نے اپنے ایام حکومت میں طبرستان اور دوسرے ایرانی ملکوں کو فتح کیا، جب عثمان قتل ہوئے تو سعید گوشہ نشین ہوگیا، جمل وصفین میں شریک نہیں ہوا تو اس نے سعید کو بلایا اور علی کے خلاف، اسکی مدد نہ کرنے پر سرزنش کی، اس نے عذر معذرت کی، پھر معاویہ نے مدینہ کا گورنر بنادیا معاویہ جب بھی سعید کو معزول کرتا مروان کو مدینہ کا گورنر بناتا اور مروان کو معزول کرتا تو سعید کو بناتا سعید کی موت ۵۹ء میں ہوئي، اصابہ، استیعاب اور اسدالغابہ دیکھئے

۴۰_بلاذری ۵_۳۵

۴۱_ اغانی ج۴ ص ۱۱۸۱_

اغانی میں ہے کہ عثمان نے ولید کو فرمان صادر کیا کہ مدینہ ائے اس نے جب مدینہ چلنے کیلئے کوفہ چھوڑا تو ایک گروہ جسمیں عدی بن حاتم بھی تھے، اس کے ساتھ ہوگیا کوفے سے نکلا تاکہ خلیفہ کے پاس جاکر ولید کے کرتوتوں کا عذر تراشیں، اس سفر کے درمیان ایک دن ولید نے رسم عرب کے مطابق اونٹوں کیلئے یہ حدی پڑھنے لگا [۴۲]

لا تحسنا قد نسينا الايجاف

والنشوات من عقيق اوصاف

وعرف قينات علينا عراف[۴۳]

یہ سنتے ہی عدی اس پر برس پڑے، ذرا دھیرج رہو تاکہ دیکھوں کہ اتنا سب کچھ ہونے کے بعد اب تم ہم لوگوں کو کہاں گھسیٹتے ہو_

جب ولید مدینے میں عثمان کے پاس پہونچا اور گواہوں نے اسکے روبرو گواہی دی تو عثمان اس پر حدّ جاری کرنے کیلئے مجبور ہو گئے، اسکے اوپر بردیمانی کا جبہ اوڑھایا گیا تاکہ تازیانوں کی ضربیں اثر انداز نہ ہوں، پھر حد جاری کرنے کیلئے کمرے میں لے گئے_

۴۲_ قدیم زمانے سے عرب میں رسم تھی کہ سفر کے درمیان خاص طور سے لمبے سفر میں اونٹوں کو تیز ھنکانے کیلئے ترنم کے ساتھ موزون شعر پڑھتے تھے اسطرح اونٹ وجد میں اکر اپنی تھکن بھول جائے، مسافروں کو لطف بھی اتا تھا، اس انداز شعر کو حدی کہتے ہیں، واضح بات ہے کہ حدی میں ایسے ہی اشعار پڑھے جایئں گے جو اسکی شخصیت کی عکاسی کرتے ہوں یا مسافر کے ھدف کا اظہار ہو(سردارنیا)

۴۳_ اس شعر کا مطلب یہ ہے، یہ گمان بھی نہ کرنا کہ شتران راہوار کے سواروں کو ہم نے فراموش کردیا ہے اور شراب کینہ کی یادیں بھلا دی ہیں اور دوشیزائوں کی بھڑکیلی اوازیں اورنغمے میںبھول گیا ہوں

نفاذ عدالت بدست علي عليه‌السلام

قریش کا جو شخص بھی ولید پر حد جاری کرنے کیلئے اگے بڑھتا ولید اس سے کہتا ،ذرا اپنے کو دیکھو، مجھ سے قطع رحم نہ کرو، میرے اوپر حد جاری کر کے امیرالمومنین کو غضبناک نہ کرو۔

جب وہ یہ بات سنتا تو حد جاری کرنے سے باز اجاتا، اسطرح کسی کو بھی ولید پر حد جاری کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

یہ دیکھ کر علی بن ابی طالب نے خود تازیانہ لیا اور اپنے فرزند حسن کے ساتھ ولید کے پاس پہونچے۔

ولید نے حضرت علی کو بھی بہکانے کیلئے وہی سب بات کہی۔

امام حسن عليه‌السلام نے بھی ولید کی تائید کرتے ہوئے باپ کو خبردار کیا حضرت علي عليه‌السلام نے اپنے فرزند کے جواب میں فرمایا:

اگر میں بھی ایسا کروں تو خدا پر ایمان نہیں لایا۔

یہ روایت ہے کہ، ولید بن عقبہ نے حضرت علی عليه‌السلام کو خدا کی قسم دی اور رشتہ داری کی دہائی دی،(بنی ہاشم اور بنی امیہ چچیرے بھائی تھے) حضرت علی عليه‌السلام نے فرمایا:

اے ولید خاموش ہو جا، کیونکہ بنی اسرائیل کی ہلاکت کا سبب یہ تھا کہ حدود خدا کو معطل کرتے تھے

اپ نے یہ بھی کہا، جانے بھی دے، قریش مجھے اپنا جلاد کہیں گے۔

ولید نے عبا اپنے دوش پر ڈالی پھر اسے تمام جسم پر اسطرح لپیٹ لیا کہ حضرت علی عليه‌السلام نے کافی کشمکش کے بعد اسکی دوش سے اتاری حالانکہ اس نے اپنے جبّے کو بدن سے نہیں ہٹایا تھا، اپ نے دو شاخہ تازیانے سے اس پر چالیس ضربیں لگائیں۔

مسعودی لکھتا ہے، جب حضرت علی عليه‌السلام حد جاری کرنے کیلئے ولید کے پاس پہونچے، ولید نے اپ کو گالی دی، اپ کو مدّ مکھی والا کہا:

عقیل بن ابی طالب وہیں موجود تھے، چلّا کر ولید سے کہا:

اے او معیط کے بیٹے کتنی حیرت کی بات ہے کہ تو اپنی اوقات بھول گیا ہے ، کیا تجھے معلوم نہیں کہ تو اہل صفوریہ کا غلام زادہ ہے[1] ولید نے یہ دیکھا تو لومڑی کی طرح حضرت علی کے پائوں پر گر پڑا ، ادھر ادھر بھاگنے لگا ، زمین کھودنے لگا لیکن حد شرعی کے اجراء میں تازیانہ اس پر تابر توڑ پڑتا ہی رہا عثمان نے جب اپنے بھائي کی اتنی خفّت دیکھی تو علی علیہ السلام پر اعتراض کیا _

تمہیں اسکے ساتھ ایسا سلوک کرنے کا حق نہیں ، حضرت علی علیہ السلام نے جواب دیا _

مجھے حق ہے ، جس شخص نے ایسی بدکاری کی ہے اسکے ساتھ اس سے بھی بدتر سلوک کرنا چاہیئے جبکہ وہ عدالت الہی کے نفاذ میں بھاگے _

ولید نے حد شرعی بھگتنے کے بعد یہ اشعار پڑھے _

باعد الله ما بيني و بينكم

بني امية من قربى و من نسب

ان يكثر المال لايذحم فعالكم

وان يعيش عائلا مولاكم يخب [2]

روایت ہے کہ جب ولید پر حد جاری ہو چکی تو لوگوں نے کہا کہ رسم کے مطابق اس کا سر بھی مونڈا جائے ، لیکن عثمان نے یہ بات نہیں مانی اور کہا ، عمر ایسا کرتے تھے لیکن اپنی حکومت کے اخری زمانے میں یہ رسم ترک کردی تھی ، ولید بن عقبہ کی شرابخواری کی وجہ سے حکومت کوفہ سے معزول کرنے اور حد شرعی جاری کرنے کے بعد بھی عثمان نے اپنے ہاتھ کوتاہ نہیں کئے ، ابکی انھوں نے قبیلہ کلب و بلقین کی زکوۃ وصول کرنے کیلئے مامور کردیا ، اس طرح شرابی گورنر مالیات کا افسر بن گیا _

۱_ صفدریہ اردن میں ایک دیہات ہے ، عقیل کا اشارہ سمجھنے کے لئے ولید کے بارے میں گذشتہ باتیں پڑھیئے تو اسکا نسب سمجھ میں ائے گا

۲_ اس شعر کا مطلب یہ ہے ، اے بنی امیہ خداوند عالم میرے اور تمھارے درمیان جدائي ڈال دے کیونکہ جو تم میں مال دار ہوتا ہے ، تو اس سے اچھا سلوک کرتے ہو اور اگر فقیر ہو جاتا ہے تو تم سے قطعی نا امید ہے

ہم نے ولید بن عقبہ کی زندگی کے یہ چند اوراق پیش کئے ، اسے عجیب شخص اور اسکے یار دوستوں کو اس سے بھی عجیب تر پایا ۔ ولید کو ایسا شخص پہچانا کہ زنا اور شرابخواری کی حیثیت سے لوگوں میں مشہور ہے ، قران نے بدکار اور فاسق کی حیثیت سے شناخت کرائي ، اوریہی نام معاشرے میں اسکی انفرادی پہچان بنا ہوا ہے ، وہ اپنے کمزور دل و دماغ کے بھائي عثمان پر جو تمام مملکت اسلامی کا فرماں روا ہے ، اسطرح مسلط ہے کہ جس پہلو چاہتا ہے لٹا دیتا ہے ، جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ ان پر کس بری طرح چھایا ہوا ہے کہ مسلمانوں کی جان و مال پر دست درازی کر کے حکومت ہتھیالي۔

خلیفہ کے بھائي ہونے کا فائدہ اسطرح اٹھایا کہ اپنی ہوس رانی میں ترقی کرتا رہا ، اور اس تحفظ کے سائے میں مرتبہ خلافت کی برکت اسکے شامل حال ہوئي کہ اپنی خواہشات کے گھوڑے جدہر چاہتا جولان کرتا ، ایسی جولانی دکھاتا کہ جسکا تصّور بھی نہیں کیا جاسکتا ۔

اپنے ہم پیالہ عیسائي شاعر کو لمبی چوڑی زینداری بخش دی اور اسکے لئے سور کا گوشت اور شراب کا مسلمانوں کے بیت المال سے حصئہ ماہانہ مقرر کیا ، اسے مستی میں عبادت گاہ سے گذرنے کی اجازت دی ۔

جادوگر یہودی کو مسجد میں گھسا لایا ، تاکہ وہ وہاں مسجد کے اندر ، عبادت کی جگہ پر بدکار حاکم کی تفریح کیلئے جادو اور شعبدے کی بساط لگائے اور اپنے کرتب سے جناب ولید کو خوش و مسرور کرے ۔

وہ خود سر خوش ، نشے میں چور لڑکھڑاتا ہوا اپنے انہیں کپڑوں کے ساتھ جو محفل عیش میں پہنے ہوا تھا مسجد کے اندر اتا ہے اور امام جماعت کی حیثیت سے نماز پڑھاتا ہے پھر صبح کی دو رکعت کے بجائے نشے میں چار رکعت نماز پڑھا دیتا ہے سجدے کی حالت میں بجائے تسبیح شراب وشباب کے نغمے گنگناتا ہے اور پھر قئے کر کے تمام محراب کا ناس مارتا ہے اس پہ لاابالی فاسق کی حالت یہ ہے کہ جب مدینہ حاضر ہونے کا حکم دیا گیا اور اشراف کوفہ اسکے گھناونے جرائم کی عذر تراشی کے لئے خلیفہ کے پاس ساتھ جاتے ہیں تو اس وقت بھی شراب ، بوالہوسی اور مطرب و ساز کی باتیں کرتا ہے جبکہ انھیں غلط حرکتوں پر اسے مدینہ حاضر ہونے کا حکم دیا گیا ہے حد شرعی اسکے انتظار میں ہیں ۔

عام طور سے تمام مسلمانوں حکومت وقت کی روش پر نا راضگی ظاہر کرتے ہیں علانیہ اعتراض کرتے ہیں ۔

یہ اور اس جیسے بہت سے حالات عام لوگوں کے افکار میں ہیجان پیدا کرتے ہیں ، رات دن لوگوں میں اس پر بحث ہوتی ہے ، حکومت کے بدکار گورنروں کی حرکتوں پر چرچے ہوتے ہیں اور حکومت وقت ان باتوں سے قطعی بے خبر ہے ۔

یہی چرچے اور اعتراضات اہستہ اہستہ انقلاب کی دستک دیتے ہیں کہ جلد ہی عوام حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے ۔

یہ چنگاری کبھی ابن مسعود کی پر خاش ، کبھی عمار کے اعتراض اور کبھی ابوذر اور جندب جیسے بزرگ اصحاب رسول کی شکل میں نظر اتی ہے ۔

لیکن اسی درمیان دو اہم شخصیتیں تمام لوگوں سے زیادہ عام مسلمانوں کی توجہ کا مرکز بن جاتی ہیں ۔

ان میں اولین حضرت علی بن ابی طالب کی معروف شخصیت ہے جو لوگوں کی زبان پر چڑھی ہوئی ہے تمام صحابہ کے بزرگ افراد اور عام مسلمانوں میں اپ ہی کا چرچا ہے ۔

اپ یہ کی وہ اکیلی شخصیت تھی جس نے خلیفہ کے بھائی پر شرعی حد جاری کی ، جبکہ خلیفہ کا میلان نہیں تھا ۔

اپ نے عثمان کے غصے اور نفرت کی ذرا بھی خیال نہ کیا ، نہ بنی امیہ کے انتقام خاندانی کا ہر اس دل میں لائے حد شرعی جاری کرنے میں ذرا بھی انجام کی پروا نہیں کی ۔

بڑے مزے کی بات یہ ہے کہ امام نے اس کے باپ کو بھی رسول خدا ﷺ کے حکم سے جنگ بدر میں قتل کیا تھا اور اج اس بدکار خبیث کو حدود شرعی کی رعایت نہ کرنے اور علانیہ شراب پینے کے جرم میں کوڑے لگا رہے ہیں ، اسلئے حضرت علی علیہ السلام کو حق تھا کہ وہ فرماتے ، چھوڑو بھی ، قریش مجھے اپنا جلّاد کہتے رہیں ۔

حضرت علی علیہ السلام نے اس قسم کے اقدامات سے قریش کے دلوں میں کینے جمع کردئے تھے ، یہ دشمن کی اگ اپ کی خلافت کے زمانے میں لو دیتی ہوئی اطراف و جوانب میں پھیل گئی ، اسکی مرگ بار چنگاریاں بڑھتی ہی گیئں ، اخر کار انھیں چنگاریوں نے اپکے پورے خاندان کو اپنا لقمہ بنا لیا ۔

عثمان کے خلاف عائشہ کی اشتعال انگیزیاں

دوسری اہم شخصیت ام المومنین عائشہ کی تھی، جو اس وقت عثمان پر بپھری ہوئی تھیں، اور مخالفین کی صف میں داخل ہو کر انکی قیادت کر رہی تھیں انھوں نے عثمان کے خلاف عوام کے احساسات بھڑکانے میں ایسے مسلسل اور متواتر اقدامات کئے جو بجائے خود بے نظیر تھے، یہاں تک کہ ان کے بعد بھی کسی نے ایسی کرتب بازی نہیں کی، انھوں نے رسول خدا ﷺ کی جوتیوں کو ایسی حالت میں نا قابل تردید ثبوت کے طور پر پیش کر کے عثمان کے خلاف سنت رسول کی دہائی دی جبکہ لوگ پوری طرح رسول خدا ﷺ کی یادگار کے شیفتہ تھے انکی صحبت دلوں سے فراموش نہیں ہوئی تھی، اپ کا سراپا، حرکات یہاں تک کہ لباس و پوشاک کے بارے میں لوگ باہم چرچے کرتے رہتے تھے، اس وسیلے سے عائشہ نے عوام کو عثمان کے خلاف شدید طور پر مشتعل کردیا، پھر وہ عوام کو منقلب کرنے اور بھڑکانے کیلئے خود ہی میدان میں کود پڑیں۔

انھوں نے اپنی دقیق سیاست سے مناسب وقت اور جگہ پر ایسا کارنامہ انجام دیا کہ جس سے ایک بہت بڑا گروہ خلافت عثمان سے بدظن ہو گیا، اور جیسا انھوں نے چاہا خلیفہ کے حلقہ بگوشوں کو تتر بتر کردیا، انکی یہ سیاست ایسی شاندار تھی کہ خلیفہ کے ہوا خواہ اور مخالفین ایک دوسرے کے امنے سامنے اگئے، بات یہاں تک بڑھی کہ تو تو میں میں ہوئی، جو تم پیزار ہوئی اور بعد رسول پہلی لڑائی مسجد رسول میں ہو ہی گئي جسکی وجہ سے مستبد اور مقتدر خلیفہ اپنی حکومت و طاقت کے باوجود عوام کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گیا، عوام کی خواہشات کے اگے گردن جھکاتے ہوئے اپنے شرابی اور بدکار بھائي کو معزول کردیا، اور عدالتی چارہ جوئي کے لئے دار السلطنت پر بلایا، حالانکہ اگر ام المومنین کی ذہانت و صلاحیت لوگوں کو مشتعل کرنے میں مداخلت نہ کرتی، وہ خود اسکی قیادت نہ کرتیں تو ایسا اتفاق ہرگز پیش نہ اتا۔

ادھر دیکھئے کہ ہم جانتے ہیں رسول خدا کی ﷺ صرف وہی ایک زوجہ زندہ نہیں تھیں، حفصہ، ام سلمہ اور ام حبیبہ بھی زندہ تھیں ، ہر ایک کا سیاست میں کچھ نہ کچھ اثر تھا، لیکن کوئي بھی اس مقابلے میں(عوامی احساسات کو اپنی پسند کے مطابق مشتعل کرنا) ام المومنین عائشہ کا ہم پلہ نہیں ہوسکتا تھا_

ضمنا یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ عثمان اپنے دونوں پیش رو خلفاء کی سنت کے بر خلاف چل رہے تھے، اسی مخالفت کی مسند بچھا لی تھی جس پر رسول کا سب سے بڑا مخالف اور مشرکین کا لیڈر ابو سفیان اور اسی طرح شرابی اور منحوس بھائي، اور حکم جیسا راندئہ رسول اس مسندپر بیٹھتا تھا:

اپنے چچا حکم بن العاص جسے رسول خدا نے جلا وطن کر کے اس پر لعنت کی تھی، مسلمانوں کی رائے کے خلاف دوسروں سے زیادہ اقتدار خلافت کا مقرب بنا لیا تھا اسکا اسقدر احترام کرتے تھے کہ جب وہ اتا تو تعظیم میں کھڑے ہو جاتے، اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے اور خود اسکے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھتے_

ہم نے یہ بھی دیکھا کہ مملکت کے مشرقی حصے کا نصف اکیلے اپنے منحوس دیوانے بھائي کی خوشامد اور دلجوئي میں شاھی جاگیر کے طور پر اعطا کردی اور پھر ایسے بد معاش اور بے شرم ادمی کو بیت المال میں تصرف کی اجازت بھی دیدی، اور ابن مسعود جیسے جلیل القدر صحابی کو جنکا ماضی شاندر تھا اسی منحوس اور بد کار بھائي پر اعتراض کے جرم میں سخت سزادی، ان سے سخت کلامی اور گالیوں سے نوازا، حکم دیا کہ انھیں ذلت کے ساتھ مسجد میں نکال باہر کیا جائے، جسکے نتیجے میں انکی پسلیاں چور ہو گئیں، مزید حکم دیا کہ انکا بیت المال کا وظیفہ بند کر دیا جائے انھیں شرکت جہاد کی بھی اجازت نہیں دی، زندگی کی اخری سانسوں تک انھیں مدینے سے نکلنے کی اجازت نہیں دی، یہ ساری کاروائي صرف اپنے بد کار

بھائي وليدبن عقبہ کی حمايت ميں ہوئی ۔

ہم نے يہ بھی ديکھا کہ اپنے بھائي کے خلاف گواہوں کو مستردکر ديا ، پھر ہم نے ديکھا کہ اس نے کمبل اوڑھ ليا تاکہ تازيانوں کی مار کا اثرکم ہو جائے ، حد جاری ہونے کے بعد سر مونڈنے کی بھی اجازت نہيں دی ، ان تمام باتوں کے بعد دوبارہ اسے ايک اہم علاقے کی وصولی زکوۃ پر مامور کرديا ؛

عثمان کے مادری بھائي وليدبن عقبہ کا مسئلہ اور اسکی کوفے پرپانچ سال حکومت ان کشاکشوں ميں ايک اہم ترين مسئلہ تھا جسميں ام المومنين عائشہ نے بھرپور مداخلت کی ، باقاعدہ طورپر عثمان کی مخالفت ميں سامنے اگيئں ، خلافت کے اقتدار سے لڑنے بھڑنے پر امادہ ہو گيئں ۔

ہم نے ديکھا کہ معرکے ميں ام المومنين کس طرح کامياب نکليں اور مرکزی اقتدار کو بات ماننے پر مجبور کر کے اپنی حشمت کا لوہا منوايا ۔

عمار ياسر

دوسرا مسئلہ جسميں ام المومنين نے شخصی طور سے مداخلت کی اور عوام کو خليفہ کے خلاف بھڑکايا ، عثمان اور عمار ياسر کا قصہ ہے ؛

پہلے عمار کو پہچانئے پھر اصل قصہ سنئے

ابو يقظان کنيت تھی ، عمار نام تھا ياسر کے فرزند تھے ان کے باپ ياسر قحطانی عرب کے قبيلہ مذحج سے تھے جنھوں نے يمن سے مکہ اکر ابو حذيفہ مخزومی سے پيمان دوستی باندھا ، انھوں نے ايک کنيز سے جنکا نام سميہ تھا شادی کرلی اور عمار ياسر پيدا ہوئے ، ابو حذيفہ نے عمار کو ازاد کرديا اسی وجہ سے عمار کو بنی مخزوم کے مواليوں ميں شمار کيا جاتا ہے ۔

عمار ياسر ، ان کے بھائي عبداللہ اور ان کے ماں باپ سابقين اسلام سے تھے ، جنھوں نے بغير خوف خطر اپنے اسلام کا اظہار کيا ، اسکی پاداش ميں مشرکين کی طرف سے شکنجہ و عذاب کے سوا کيا مل سکتا تھا ۔

ان لوگوں کو اہنی زرہ پنھادی جاتی تپتے سلگتے پتھروں پر عین دوپہر کی سورج کے سامنے لٹا دیا جاتا، پھر اس پر سے بھاری پتھر سینے اور پیٹ پر رکھ دیا جاتا، تاکہ جس دین کو قبول کیا ہے اس سے باز ایئں لیکن یہ اذیتیں ان کے
ایمان راسخ میں ذرہ برابر بھی خلل نہ ڈال سکیں، مشرکین مکہ کی اسلام سے بیزاری کی پیشکش بھرپور بہادری کے ساتھ ٹھکرا دیتے تھے۔

ٹھیک اسی وقت کہ جب کفار مکہ کا عذاب جھیل رہے ہوتے، ادھر سے رسول ﷺ خدا گذرتے، انکی رونگٹے کھڑے کردینے والی حالت ملاحظہ فرماتے کہ دوپہر کی دھوپ میں تپتے پتھروں پریوں تڑپ رہے ہیں جیسے سانپ کا کاٹا تڑپتا ہے اور انسانی جذبات سے دور مشرکین مکہ اپ کے کمزور جسم پر اذیتوں کی بھرمار کررہے ہیں۔

اپ بڑے اطمینان بخش لہجے ییقان سے فرماتے: اے ال یاسر صبر کرو، جنّت تمہارے انتظار میں ہے، عمار یاسر کی والدہ حضرت سمیہ، ابو جہل کے ہتھیار کی مار سے مرگیئں، اپ اسلام کی راہ میں پہلی شہید ہیں۔

سمیہ کے شوہر یاسر نے بھی مشرکین مکہ کی مسلسل اذیتوں سے جان دیدي۔

لیکن عمار نے اپنی دلی حالت کے بر خلاف مجبور ہو کر مشرکوں کی ظلم و زیادتی سے چھٹکارا پانے کیلیئے مشرکین کی بات کہہ دی اور رسول کو برا بھلا کہا، نتیجے میں کفار نے انھیں چھوڑ دیا رسول خدا کو بتایا گیا کہ عمار کافر ہوگئے، حق کے راستے سے منحرف ہوگئے۔

انحضرت ﷺ نے فرمایا، عمار کے وجود سے ایمان ہرگز ختم نہیں ہوا وہ سر سے پیر تک ایمان میں ڈوبے ہوئے ہیں، انکی رگ رگ میں ایمان بھرا ہوا ہے۔

اسی حالت میں روتے پیٹتے، انسو بہاتے رسول ﷺ کی خدمت میں ائے، رسول خدا ﷺ نے ان کی انکھوں سے انسو پونچھتے ہوئے فرمایا:

اگر پھر تم سے وہ لوگ مزاحم ہوں تو تم نے جو کچھ کہا ہے پھر کہکے اپنے کو بچا لینا۔

یہ آیت اسی موقع پر عمار یاسر کے حق میں نازل ہوئی، من کفر باللہ بعد ایمانہ الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان۔

اولین مسجد کی تعمیر اور عماریاسر

عمارنے مدینہ ہجرت کی اور جنگ بدر کے ساتھ دوسری تمام غزوات میں شرکت کی، جب رسول خدا نے مدینے ہجرت کی تو عمار مسجد قبا کی تعمیر میں شریک تھے، وہ اسلام کی پہلی مسجد بنانے والوں میں شمار کئے جاتے ہیں[(۱)] عماریاسر اس مسجد کی تعمیر میں مستقل شریک رہے، اس سلسلے میں انھوں نے دوسرے اصحاب سے زیادہ سرگرمی دکھائي، اینٹ پتھر لانے میں بہت تیزی دکھاتے تھے_

اسی درمیان ایک صحابی عثمان بن عفان بہت کم محنت کر رہے تھے کیونکہ وہ قیمتی لباس پہنے ہوئے تھے، جب دوسرے اصحاب اینٹ اور پتھر لاتے اور اسکا گرد و غبار ان کے بدن پر پڑتا تو وہ جھاڑنے لگتے، علی بن ابی طالب نے یہ منظر دیکھا تو کارکردگی اور فعالیت کے سلسلے میں یہ رجز پڑھنے لگے،

لا يستوى من يعمر المساجد

يدا ب فيها قائما وقاعدا

و من يرى عن الغبار حائدا (۳)

عمار سادہ دل شخص تھے، وہ اس رجز کا اشارہ نہیں جانتے تھے وہ بھی سادگی میں یہی رجز پڑھنے لگے، عثمان نے حضرت علی علیہ السلام کا اشارہ سمجھ لیا تھا، اسلئے گمان کیا کہ عمار جان بوجھ کر ان پر طنز کر رہے ہیں کہنے لگے، اے فرزند سمیہ میں سمجھ رہا ہوں کہ تم کیا کہہ رہے ہو خدا کی قسم، اس ڈنڈے سے تمہاری انکھ پھوڑ دوں گا_

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سارا واقعہ ملاحظہ فرما رہے تھے، عثمان کی دھمکی پر غصے میں فرمایا، عمار سے لوگ کیا چاہتے ہیں وہ انھیں بہشت کی طرف بلا رہا ہے اور وہ لوگ ہیں کہ اسے جہنم کی طرف بلا رہے ہیں

۳_ اس رجز کا مطلب یہ ہے، جو لوگ کہ مسجد بنانے میں کوشاں ہیں اور اس کام میں برابر دوڑ دھوپ کر رہے ہیں، اسکے برابر وہ لوگ نہیں ہو سکتے جو اسکے گرد و غبار سے پرہیز کر رہے ہیں اور الگ تھلگ ہیں

عمار کی منزلت میرے نزدیک میرے اس کھال کی طرح ہے جو انکھ اور ناک کے درمیان ہوتی ہے ، جس شخصیت کا یہ مرتبہ ہو اسے اذیت پہوچانے سے پرہیز کرو[۴]

اور ایک روایت میں ہے یہ قصد اس طرح ہے ، صحابہ نے جب رسول ﷺ خدا کو غضبناک دیکھا تو عمار سے کہا کہ تم ہی کوئی ایسا طریقہ اپناؤ کہ رسول ﷺ خدا کا غصہ کم ہو_

تو عمار یاسر اپنے سر پر اینٹوں کا بوجھ اٹھاے ہوئے تھے اسی حالت میں ہنستے ہوئے رسول خدا سے عرض کی_

اے رسول ﷺ خدا ، اپ کے اصحاب نے تو مجھے مار ڈالا ، کیونکہ جتنا وہ خود اٹھا نہیں سکتے اس سے زیادہ مجھ پر لاد دیتے ہیں ، یہ سن کر رسول ﷺ خدا نے اپنے دست مبارک سے عمار کے چہرے کا غبار صاف کرتے ہوئے فرمایا :

اہ ، اے سمیہ کے فرزند ، یہ تمہیں قتل نہیں کریں گے تمہیں تو ایک باغی گروہ قتل کرے گا [۵]

رسول خدا نے اکثر موقعوں پر عمار یاسر کی تعریف و ستائشے کی ہے منجملہ وہ موقع کہ خالد بن ولید نے عمار یاسر پر غصہ دکھایا بڑے تلخ و تند انداز میں ان سے باتیں کیں اسوقت رسول ﷺ خدا نے فرمایا :

جو شخص عمار یاسر سے دشمنی رکھے گا ، خدا بھی اسکا دشمن ہو گا_

عمار یاسر نے جمل و صفین میں حضرت علی علیہ السلام کی رکاب میں جنگ کی اپ اخری حملوں کے وقت جب بھی اپ حرکت فرماتے اپ کے ساتھ اصحاب رسول کا گروہ ان کے پیچھے پیچھے چلتا تھا ، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان سب کے کانوں میں صدائے رسول گونج رہی تھی_

تم بیشک باغی اور سرکش گروہ کے ہاتھوں قتل ہو گے (تقتلك الفئة الباغيه)

عمار اگے اگے چلتے تھے اور اصحاب رسول پیچھے پیچھے ، اپ جنگ صفین میں یہ رجز پڑھ رہے تھے_

اج کا دن وہ ہے کہ میں اپنے دوستوں ، محمد اور اصحاب رسول سے ملاقات کروں گا [۶]

۴_ سیرۃ بن ھشام ج۲ ص ۱۱۴ _ شرح سیرۃ بن ھشام بقلم ابوذر خشنی متوفی ۶۰۴ ھ حدیث کی عربی عبارت ہے مالھم لعمار یدعوھم الی الجنۃ و یدعونہ الی النار ان عمارا جلدۃ مابین عینی و انفی فاذا بلغ ذلک من الرجل فلم یستبق فاجتنبوہ

۵_ حدیث ہے : ویح ابن سمیہ لیسوا بالذی یقتلونک انما تقتلک الفئۃ الباغیہ

۶_ الیوم القی الاحبۃ ۲_ عمار یاسر پنجشنبہ کے دن عصر کے وقت و صفر ۳۵ ھ میں ۹۳ سال کی عمر میں شہید ہوئے اپ کے حالات استیعاب ، اسد الغابہ ، اصابہ ، بخاری کتاب جھاد میں دیکھئے

اخر کار عمار اسی جنگ میں معاویہ کے سپاہیوں کے ہاتھوں قتل کئے گئے ، ان کے قتل پر دو سپاہیوں میں برائے افتخار جھگڑا ہو گیا ، عمر و عاص نے کہا :
بخدا ، یہ دونوں جہنم میں جانے کیلئے ایک دوسرے سے جھگڑا کر رہے ہیں ، خدا کی قسم میری ارزو ہے کہ اج سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا (۷)

عثمان اور عمار

اب عمار یاسر کو پہچاننے کے بعد برا نہیں ہے کہ ہم یہ بھی سمجھ لیں کہ رسول خدا ﷺ نے عمار کے حق میں جو احادیث فرمائی ہیں ان کا عثمان نے کتنا پاس و لحاظ کیا ، اور ام المومنین نے اپنا رد عمل کس طرح ظاہر کیا ، انھوں نے عثمان کی ناک رگڑنے کے لئے عمار کے وجود سے کتنا استفادہ کیا ـ
بلاذری لکھتا ہے :
جس دن لوگوں نے عثمان کو خبر دی کہ ربذہ میں ابوذر کا انتقال ہو گیا عثمان نے کہا ، خدا ابو ذر پر رحمت نازل کرے (۸)
عمار یاسر وہیں موجود تھے ، بڑے اثر انگیز انداز میں کہا ہاں ، میں دل کی گہرائیوں سے کہتا ہوں کہ خدا ان پر رحمت نازل کرے عثمان کیلئے یہ سرزنش قطعی غیر متوقع تھی ، وہ چیخ پڑے (یلعاض ایرابیہ)() جلا وطنی کی ندامت سے ٹسوے بہار ہے ہو ؟ تم خود جا کر انکی جگہ لے لو ، پھر حکم دیا کہ اسے گدّی میں ہاتھ دیکر نکال باہر کردو ـ
عمار یاسر تیار ہو گئے کہ ربذہ چلے جائیں کیونکہ خلیفہ کا فرمان تھا ، قبیلہ بنی مخزوم کے بہت سے لوگ جو عمار کے ہم پیمان تھے حضرت علی کے پاس ائے اور ان سے گذارش کی کہ عمار یاسر کے بارے میں عثمان سے گفتگو کرکے اس حکم سے روکیں ـ

۷ـ ابوذر غفاری ، رسول خدا کے خاص صحابی انکا روحانی مرتبہ بہت بلند اور عوام کے زبان زد تھا ، انھوں نے عثمان پر پئے در پئے اعتراضات کئے اسلئے عثمان کے حکم سے ربذہ جلا وطن کردئے گئے ؟ وہیں انتقال فرمایا ، اس سلسلے میں کتاب عبد اللہ بن سبا دیکھی جائے

۸ـ یا عاض ایرابیہ ، یہ بڑی گندی گالی ہے ایسا غیر مہذب فقرہ ہے کہ اسکے ترجمے سے بھی شرم اتی ہے اس لئے میں نے اصل لفظوں ہی کو لکھ دیا ہے تاکہ اس حصے کی اخری حدیث عثمان کی حیا کا نمونہ بن جائے ، کہاں تو فرشتے بھی عثمان سے شرم کرتے ہیں (سردار نیا)

حضرت علی علیہ السلام عثمان کے پاس گئے اور کہا کہ :

اے عثمان خدا سے ڈرو ، تم نے ایک مقدس مسلمان کو اسطرح جلا وطن کیا کہ وہیں انکی موت ہو گئی ، اب تم عمار کے پیچھے پڑے ہو کہ انھیں بھی وہیں جلا وطن کر دو _

نتیجے میں حضرت علی علیہ السلام اور عثمان کے درمیان تلخ کلامی ہوئی ، یہاں تک کہ عثمان نے حضرت علی علیہ السلام سے سخت لہجے میں کہا :

تم ان سے زیادہ جلا وطن کے مستحق ہو _

حضرت علی نے جواب دیا :

اگر چاہتے ہو تو حکم دیدو _

مہاجرین نے جمع ہو کر خلیفہ سے کہا کہ ، ایسا نہیں ہو سکتا ، جو بھی تم سے گفتگو کرتا ہے تم اسے جلا وطنی کا حکم دے ڈالتے ہو عثمان نے مجبورا عمار کے بارے میں اپنا فیصلہ واپس لے لیا (۹)

ایک دن اصحاب رسول خدا کے بہت سے افراد جن میں مقداد بن عمرو عمار یاسر ، طلحہ و زبیر شامل تھے ، اپس میں مشورہ کر کے ایک خط عثمان کو لکھا جسمیں ان کی تمام غلط حرکتوں کو ایک ایک کر کے گنا یا گیا تھا کہ اگر تم نے اپنی یہ روش نہیں چھوڑی تو تمھارے خلاف شورش برپا کردی جائے گی اور بغاوت ہو جائے گی (۱۰)

عمار نے یہ خط لیا اور خود ہی خلیفہ کے سامنے پیش کیا انھیں کے سامنے لوگوں کو خط کا بعض حصہ پڑھکر سنا دیا _

عثمان نے ایک تو عمار کی گستاخی اور دوسرے خط کا مضمون ان دونوں باتوں سے سخت برھم ہوئے ، لال بھبھوکا سرخ انگارہ ہو گئے چلّا کے بولے _

اس جماعت میں ایک تم ہی یہ کام کرنے کیلئے تھے کہ خط لیکر ائے ہو؟ عمار نے جواب دیا _

کیونکہ میں دوسرونّسے زیادہ تمہارا خیر خواہ ہوں _

عثمان نے کہا ، سمیہ کے فرزند ، تم جھوٹے ہو _

۹_ بلاذری ج ۵ ص ۴۹ ، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۵۰

۱۰_ بلاذری ج ۵ ص ۴۹ عقد الفرید ج ۲ ص ۲۷۲ اس خط کی تفصیل ابن قتیبہ نے الامامۃ والسیاسۃ میں لکھی ہے

عمار نے جواب دیا:

(تم مجھے سمیہ کا بیٹا کہکے پکار رہے ہو؟) ہاں خدا کی قسم میں سمیہ اور یاسر کا فرزند ہوں

عثمان غصے میں بد حواس ہو گئے تھے، اپنے غلاموں کو حکم دیا۔

عمار کے ہاتھ اور پاؤں کو پکڑ کر ہر ایک اپنی طرف گھسیٹے، غلاموں نے حکم کی تعمیل میں چہار میخ (شکنجہ کی اذیت ناک قسم) کی شکل بنا دی، خود عثمان نے عمار یاسر پر لات اور گھونسے برسانا شروع کردئے، اتنی لاتیں ماریں کہ اس بوڑھے کمزور کو عارضۂ فتق لاحق ہو گیا، وہ بے ہوش ہو گئے۔

بیت المال نجی ملکیت

دوسرے وہ موقع جہاں عثمان نے عمار یاسر سے پر خاش دکھائی ایک موتی کا قصہ ہے جسے عثمان نے بیت المال سے لے لیا تھا۔

بلاذری نے یہ قصہ اس طرح لکھا ہے:

مدینے کے بیت المال میں ایک موتیوں کا ہار تھا جسمیں قیمتی جواہرات جڑے ہوئے تھے، عثمان نے وہ اپنی ایک بیوی کے لئے رکھ لیا، جب یہ خبر لوگوں کے کانوں میں پہونچی تو لگے عیب جوئی کرنے اور مذمت کی بھر مار کردی، ان کے منھ پر بھی تنقید ہونے لگی۔

عوام کے اعتراض میں اسقدر شدت تھی کہ عثمان بھڑک اٹھے، اسی غصے کی حالت میں منبر پر ائے اور تقریر کرتے ہوئے کہا:

ہم ان اندھوں کو جنھیں دکھائی نہیں دیتا کہنا چاہتے ہیں کہ ھم اس مال میں سے جتنا چاہیں گے لے لیں گے اور۔

حضرت علی علیہ السلام نے انھیں ٹوکتے ہوئے کہا:

تمہیں روک دیا جائے گا، ایسے نہیں چھوڑ دیا جائے گا کہ اسمیں من مانا تصرف کرو۔

عمار یاسر نے بھی چلا کر کہا:

میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں وہ پہلا انسان ہوں جس کو ایسی حرکت بہت بری لگی ہے عثمان نے غصے میں چلّا کر کہا:

(یابن المتکائ[11]) تیری اتنی ھمت ہو گئی کہ مجھ سے سخت کلامی کرے اسکے بعد حکم دیا کہ اسے پکڑ لو۔

۱۱۔ یہ بہت گندی گالی ہے جو اولین اسلام حضرت سمیہ کو دی گئی، یہ عثمان کے شرم و حیا کا دوسرا ثبوت ہے (سردار نیا)

عمار کو گرفتار کر کے خلیفہ کے گھر لے جایا گیا ، جب خلیفہ ائے تو فرمان صادر کیا کہ عمار کو حاضر کر کے میرے سامنے کھڑا کیا جائے پھر انھیں اتنا مارا کہ بیہوش ہو کر زمین پر ڈھیر ہو گئے ، پھر اسی بیہوشی کی حالت میں عثمان کے گھر سے باہر نکال دیا گیا ، دوسرے لوگوں نے انھیں اٹھا کر زوجہ رسول ام سلمہ کے گھر پہونچا دیا _

ظہر عصر اور مغرب کی نماز کا وقت نکل گیا لیکن عمار بیہوش تھے جب ہوش میں ائے تو وضو کر کے نماز پڑھی ، اس وقت کہا :

الحمدللہ ، یہ پہلا دن نہیں ہے کہ خشنودی خدا کی راہ میں مجھے شکنجہ و عذاب دیا گیا _

ہم یہ جانتے ہیں کہ عمار یاسر قبیلہ بنی مخزوم کے ہم پیمان تھے جب ھشام بن ولید مخزومی کو عمار یاسر پر ڈھائے گئے مصائب کی خبر ملی تو انھوں نے عثمان پر اعتراض کیا _

تم علی اور بنی ہاشم کو توٹالتے ہو ، انھیں چھیڑتے بھی نہیں لیکن ہمارے اوپر زیادتی کرتے ہو ، میرے بھائي کو مارتے مارتے ادھ موا کر دیا ہے خدا کی قسم اگر عمار مر گئے تو اس گندے پیٹ والے (عثمان) کو قتل کر دوں گا _

عثمان نے غصے میں انھیں گالی دیتے ہوئے کہا :

اے قسریہ کے بیٹے [۱۲] تیری اتنی ہمت بڑھ گئي ہے؟

ھشام نے جواب دیا _

اچھا تو سمجھ لو کہ میں دو مائوں سے قسریہ تک پہونچتا ہوں _

عثمان نے حکم دیا کہ ھشام کو گھر سے نکال دیا جائے ، ھشام خلیفہ کے گھر سے سیدھے ام سلمہ کے گھر گئے ، انھیں معلوم ہوا کہ ام سلمہ بھی عمار پر ڈھائے گئے ظلم و ستم سے سخت برہم ہیں _

۱۲_قسریہ عرب کا ایک قبیلہ تھا جسے قریش سے نہیں سمجھا جاتا ، اسی لئے عثمان نے انھیں ماں کی طرف سے سرزنش کی ، لیکن ھشام کے باپ قریش سے سادات بنی مخزوم کی فرد تھے ، جواب میں کہنا چاہتے تھے کہ قسریہ کی طرف نسبت باعث ننگ نہیں ، میری ماں اور نانا دونوں قسریہ ہیں اسی لئے کہا کہ میں دو مائوں سے قسریہ ہوں

عمار کی مدد میں عائشہ

جب عائشہ کو عمار کے واقعہ کی خبر ملی تو سخت برھم ہوئیں اور عثمان کی روش پر اعتراض کرتے ہوئے رسول خدا کا بال ، لباس اور جوتیاں نکالیں ، ہاتھ میں لیکر چلاّنے لگیں ۔

کتنی جلدی تم لوگوں نے اس بال ، لباس اور جوتیوں والے رسول کی سنت نظر انداز کردی ، حالانکہ رسول خدا کے یہ اثار ابھی پرانے بھی نہیں ہوئے لیکن تم لوگوں نے انکی سنت ترک کردي ۔

مسجد پرٌعوام کا موجیں مارتا سمندر امنڈپڑا ، اور سبحان اللہ کی صدائیں بلند کرنے لگا ۔

عمرو عاص ، جنھیں عثمان حکومت مصر سے معزول کرکے عبداللہ بن ابی سرح کو حکومت دیدی تھی اسوجہ سے وہ سخت برہم تھے ، دوسروں سے زیادہ سبحان اللہ کی صدائیں بلند کررہے تھے ، تعجب اور حیرت کے عجیب عجیب کرتب دکھا رہے تھے اسی درمیان عثمان غصے میں اسقدر بد حواس ہوگئے کہ سمجھ میں نہیں اتا تھا وہ کیا کہیں [۱۳]

ابن مسعود اور مقداد کی تدفین

عبداللہ بن مسعود کی تدفین کا واقعہ بھی عمار سے برہمی کا سبب بنا ابن مسعود نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ عمار ان کی نماز جنازہ پڑھائیں اور عثمان کو خبر نہ کی جائے کہ وہ نماز جنازہ میں حاضر ہو جائیں ، عمار نے وصیت پر عمل کیا جب عثمان کو اس واقعے کی خبر ملی تو عمار پر بہت غصہ ہوئے ۔

لیکن دیر نہیں گذری کہ مقداد نے بھی انتقال کیا ، انھوں نے بھی ابن مسعود کی طرح وصیت کی تھی کہ عثمان میری نماز جنازہ نہ پڑھائیں عمار نے مقداد کی نماز جنازہ پڑھائي اور دفن کردیا ، عثمان کو خبر نہیں کی ، اب تو عثمان اور بھی زیادہ عمار سے غصہ ہوئے ، حالت یہ ہوئي کہ چلاّنے لگے ، مجھ پر افسوس جو اس کنیز زادے سے جھیلا ، میں نے اسکو خوب اچھی طرح پہچان لیا [۱۴]

۱۳ـ بلاذری ج ۵ ص ۴۸

۱۴ـ بلاذری ج ۵ ص ۴۹ ـ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۷

ان تمام واقعات میں جو بات سب سے زیادہ اپنی طرف متوجہ کرتی ہے وہ یہ کہ عثمان نے عمار یاسر کو گالیاں دیں، یابن المتکاء یا عاض ایرابیہ، کتب صحاح و مسانید میں ام المومنین عائشہ کی حدیث نقل کی گئی ہے کہ عثمان بہت شرمیلے، با حیا اور مہذب ہیں، یہ بھی حدیث ہے کہ خدا کی قسم، عثمان کے سامنے فرشتے بھی شرم و حیا کا لحاظ کرتے ہیں اور رسول خدا ﷺ کی قسم، عثمان کے شرم و حیا کی وجہ سے ان سے بہت حیا فرماتے اسطرح کی اور بھی باتیں جو ان کے شرم و حیا کا ڈھنڈورا پیٹتی ہیں۔

ضمنی طور سے ہم نے ام المومنین عائشہ کو دیکھا کہ عقلمند حکمراں کی طرح مشتعل عوام کو عثمان کے خلاف بھڑکاتی ہیں وہ اچھی طرح سمجھ رہی ہیں کہ کن باتوں سے عوام کے احساسات و جذبات بھڑکیں گے۔

انھوں نے پہلی بار عثمان کے خلاف عوامی جذبات بھڑکاتے ہوئے رسول خدا ﷺ کی جوتیاں دکھا کر انھیں چونکایا، پھر جیسا وہ چاہتی تھیں لوگوں کے جذبات کو اپنے کنٹرول میں کیا وہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ وہ سادہ انداز دوسری بار لوگوں کے جذبات بھڑکانے میں اتنا کارگر نہیں ہوگا۔

لیکن اس بار انھوں نے اس سے آگے بڑھکر لباس، بال اور انحضرت ﷺ کی جوتیاں بھی نکال لیں، یہ رسول کی تین سادہ یادگاریں لوگوں کے جذبات کو مشتعل کرنے اور عثمان کی اینٹ سے اینٹ بجانے کیلئے کافی تھیں۔

یہ دوسادے انداز بڑے اہم ثابت ہوئے، ام المومنین عائشہ نے اپنی مہارت و زیرکی سے عثمان کا تیا پانچہ کردیا جبکہ وہ اہم ترین اسلامی شخصیت تھے، مسلمانوں کی نگاہ میں رسول کے جانشین کی حیثیت سے محترم تھے۔

عائشہ نے بڑا اچھا ذریعہ اپنایا جسمیں دلیل و برہان کی ضرورت نہیں تھی، انھوں نے خلیفہ کی شخصیت کو ایک جانب اور سنت رسول اور انکی یادگاروں نیز ازواج رسول کو دوسری جانب کر کے بالکل محاذ پر کھڑا کردیا، اس طرح انھوں نے معاشرے کی نظر سے خلیفہ کو اس قدر گرادیا کہ عوام کو ان کے خلاف بغاوت کرنے میں ذرا دقت نہیں ہوئی۔

خلیفہ کا ذلیل ہونا یا محترم ہونا خود خلیفہ کی ذاتی چیز نہیں تھی، بلکہ وہ خلافت کے حدود سے تجاوز کربیٹھے تھے، ان زیادتیوں کی وجہ سے ان کا احترام ختم ہوگیا، وہ بہت کمتر اور ذلیل سمجھے جانے لگے اسی وجہ سے لوگوں کی جسارت اور زیادتی عثمان کے بعد خلفاء سے زیادہ تر دیکھی گئی۔

اسی طرح ان حوادث سے واضح ہوتا ہے کہ دن بدن ام المومنین عائشہ اور عثمان کے تعلقات خراب تر ہوتے جاتے رہے تھے ـ

وہ ایک دن عثمان کی شدید حمایتی سمجھی جاتی تھیں ، اور اج مضبوط ترین دشمنوں کی صف میں نظر اتی ہیں ، جیسے جیسے وقت گذرتا گیا ، حالات بد سے بدتر ہوتے گئے ، دشمنی کی اگ دونوں کے دامن کو زیادہ بھڑکاتی گئي ـ

شاید یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان دونوں کا لفظی جھگڑا اسی وقت شروع ہو گیا تھا جب عثمان نے ان کے وظیفے میں کٹوتی کی تھی ـ

بعد میں جیسے جیسے حالات اور حوادث پیدا ہوتے گئے ، اعتراضات عائشہ اور عثمان کے جوابی الزام کا لہجہ بھی تلخ و تند ہوتا گیا ، اخر کار وہی ام المومنین جو عثمان کی دوسروں سے زیادہ دفاع کرتی تھیں انھیں اپنے کینہ و عناد کی زد پر رکھ لیا ، ان کو خلیفہ کے زبردست دشمنوں میں شمار کیا جانے لگا ـ

اس بار ام المومنین عائشہ کا عثمان سے پیکار و مخالفت کا مسئلہ صرف اپنے یہ مفادات و مصالح کے لئے نہ تھا ، بلکہ ان کی عظمت اور شخصیت زیادہ سے زیادہ ہماری نظر کو موہ لیتی ہے ـ

فصل چهارم

عائشہ نے انقلاب کی قیادت کي

یہاں تک جو کچھ بیان کیا گیا وہ اہم ترین عوامل تھے جنھیں ام المومنین عائشہ نے عثمان کی مخالفت اور لوگوں کو ان کے خلاف شورش برپا کرنے کیلئے ہتھیار کے طورپر استعمال کیا ورنہ عثمان اور ان کے حاشیہ نشینوں کے خدا سے غافل غیر شرعی حرکات اور ناپسندیدہ اعمال ان سے کہیں زیادہ ہیں جنھیں بیان کیا گیا ، ان میں سے ہر ایک روش بجائے خود اقتدار و خلافت اور شخصیت عثمان کے خلاف انقلاب اور شورش برپا کرنے کیلئے لوگوں کے دلوں میں جمی ہوئي تھی واضح بات ہے کہ یہ تمام عوامل لوگوں کو شورش سے ابھارنے اور اصحاب کو ان سے بدظن کرنے کیلئے بہت موثر تھے ۔

لیکن وہی عوام (شاید انھیں کی ساختہ پرداختہ احادیث کی وجہ سے)خود اپنے اندر اتنی جرات نہیں رکھتے تھے کہ خود کو ایسی شخصیت کے خلاف جسے جانشین رسول اور خلیفہ کیلئے پکارتے ہیں ، اعتراض کریں ، تلوار اٹھانے کی بات تو بہت دور کی ہے ۔

لیکن یہ جسارت و جرات ابن مسعود ، عمار یاسر ، ابوذر غفاری اور جندب جیسے عظیم اصحاب رسول کی شدید مخالفت اور شجاعانہ اقدامات نے پیدا کی ، بنابریں عوامی انقلاب کیلئے بارود کا ڈھیر بس ایک چنگاری کا منتظر تھا یہ اگ ام المومنین کے تاریخی فتوے نے بھڑکا دی اور اخر کار عثمان اپنے تمام اقتدار و عظمت کے ساتھ زمیں بوس ہو گئے ، خاک و خون میں غلطاں ہوگئے ۔

عائشہ کے پاس بڑی ذہانت و فراست تھی انھوں نے اپنی صلاحیتوں سے عثمان کے خلاف عوامی شورش برپا کرکے سب کچھ اپنے مفاد میں کرنے کیلئے بھرپور استفادہ کیا ، کیونکہ انھوں نے دیکھا کہ لوگ عثمان کی ناکام حکومت سے تنگ اگئے ، ان کے مطلق العنان حاشیہ نشینوں کا ظلم عوام کی ہڈیوں میں سرایت کرگیا تھا ،یہی وہ بات تھی جس پر توجہ کرتے ہوئے انھوں نے اپنی سیادت کا تحفظ کرتے ہوئے تمام لوگوں کو ہیجان میں لانے اور عثمان کے خلاف بغاوت پر امادہ کرنے کی قیادت خود انھوں نے سنبھال لی ، اور وہ بھی اسطرح کہ جیسا وہ خودچاہیں ویسا ہی نتیجہ نکلے ۔

عوام عثمان کے ظلم و ستم کی وجہ سے انقلاب کے پیاسے تھے ام المومنین عائشہ کی تقریروںاور کاروائیوں نے نشاط تازہ بخشی ۔ انہیں کامیابی کی امیدوں سے نہال کیا عثمان کے کرتوتوں کے خلاف ام المومنین عائشہ کا نام اور تقریر

ین نہ صرف مدینہ اور اسکے مضافات میں ، بلکہ حجاز کے باشندوں اور پھر تمام مملکت اسلامی کے عوام کی زبان پر تھا خاص طور سے اس لئے کہ ان کا خاندان تیم بھی ان کی حمایت میں تھا اور یہ انقلاب حساس ترین کردار نبھا رہا تھا _

بلاذری جو خود ملکیت خلفاء کا وقیع عالم ہے ، اپنی کتاب انساب الاشراف میں لکھتا ہے _

خاندان تیم کے افراد محمد بن ابی بکر اور ان کے چچیرے بھائي طلحہ کی حمایت میں عثمان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے _

عائشہ کے بھائي محمد بن ابی بکر نے تیمیوں کی استقامت کے لئے مصر سے بغاوت کا اغاز کیا اور یہ اس وجہ سے ہوا کہ محمد بن ابی بکر اور محمد بن ابی حذیفہ نے گورنر مصر عبداللہ بنابی سرح کی چند غیر شرعی باتوں کی وجہ سے بغاوت کی اخر مصریوں نے وہاں اپنا قبضہ جما لیا اب یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان تینوں تاریخی چہروں کا تعارف کرایا جائے جو اس عہد کے سیا سی حالات کے حساس کردار ہیں _

تین چہرے

۱_ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح

عبداللہ بن سعد قریش کے قبیلہ عامر کے اس خانوادے سے تعلق رکھتا تھا جو ابی سرح کا تھا اسکی ماں نے عثمان کو دودھ پلایا تھا اس بناء پر عثمان اور عبداللہ رضاعی بھائي تھے _

عبداللہ فتح مکہ سے پہلے اسلام لایا ، اور مدینہ ہجرت کی اسے رسول کے کاتبوں میں شمار کیا جاتا ہے ، لیکن کچھ دن بعد مرتد ہو کر مکہ واپس چلا گیا ، اس نے وہاں سرداران قریش سے کہا _ محمد میری خواہشات اور ارادوں کے پابند تھے میں جو کچھ کہتا وہ عمل کرتے مثلا وہ کہتے لکھو عزیز حکیم میں ان سے پوچھتا ، کیا لکھ دوں علیم حکیم ،وہ جواب دیتے _

کوئي ہرج نہیں ، دونوں ٹھیک ہے _

خدا وند عالم نے عبداللہ بن ابی سرح کے بارے میں یہ آیت نازل کی_

ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا سورۃ انعام آیت ۹۳

اور اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹا بہتان گھڑے، یا کہے کہ مجھ پر وحی ائي ہے حالانکہ اس پر کوئي وحی نازل نہیں کی گئي ہو، یا جو اللہ کی نازل کردہ چیز کے مقابلے میں کہے کہ میں بھی ایسی چیز نازل کرکے دکھا دوں گا_

کاش تم ظالموں کو اس حالت میں دیکھ سکو جبکہ وہ سکرات موت میں ڈبکیاں کھا رہے ہوتے ہیںٓاور فرشتے ہاتھ

بڑھا بڑھا کر کہہ رہے ہوتے ہیں لائونکالو اپنی جان، اج تمہیں ان باتوں کی پاداش میں ذلت کا عذاب دیا جائے گا_

جو تم اللہ پر تہمت رکھ کرنا حق بکا کرتے تھے، اور اسکی ایات کے مقابلے مین سرکشی دکھاتے تھے_ جب مکہ مسلمانو ںکے ہاتھوں فتح ہوا تو رسول خدا نے عبداللہ بن ابی سرح کے قتل کا فرمان صادر کیا، اور حکم دیا چاہے وہ لباس کعبہ ہی سے چپکا ہوا ہو اسے قتل کردو_ عبداللہ اپنی موت سے ڈرا اور عثمان کی پناہ پکڑی، عثمان نے اسے چھپا دیا، پھر اسے خدمت رسول میں لائے اور اسکے لئے امان طلب کی_ رسول خدا ﷺ تھوڑی دیر تک خاموش رہے، اپ نے اپنا سر بلند نہیں کیا اخر اپ نے عثمان کی تائید کردی جب عثمان چلے گئے تو انحضرت نے لوگوں کی طرف رخ کرکے فرمایا:

میں اس لئے خاموش تھا کہ تم میں سے کوئي اٹھکر اسکا سر تن سے جدا کر دیتا_ جواب دیا گیا، اپ نے ہمیں ذرا بھی اشارہ کیا ہوتا ،رسول خدا نے فرمایا، پیغمبر کیلئے انکھ کا اشارہ مناسب نہیں_ جب عثمان خلیفہ ہوئے تو ایسا پاپی شخص برادری کے حوالے سے ۲۵ھ میں وہاں کے گورنر عمرو عاص کو معزول کرکے مصر کی حکومت دیدی گئي_ عبداللہ نے افریقہ کے بعض علاقے فتح کئے، عثمان نے اسکے انعام میں افریقہ کی غنیمت کا تمام خمس اسی کو بخش دیا_ وہ ۳۴ھ تک حکومت مصر پر باقی تھا، محمد بن ابی بکر اور ابن ابی حذیفہ کی شورش سے عسقلان بھاگ گیا، وہ وہیں تھا کہ عثمان قتل کردئے گئے، عبداللہ کی موت ۵۷ھ میں ہوئي(۱۵)

۱۵_ استیعاب، اسد الغابہ، اصابہ، انساب الاشراف، مستدرک، تفسیر قرطبی ودیگر تفاسیر، ابن ابی الحدید

۲_ محمد بن ابی بکر

محمد خلیفہ اول ابو بکر کے فرزند تھے، انکی ماں اسماء بنت عمیس قبیلہ خثعم سے تھیں، ان کے پہلے شوہر جعفر بن ابی طالب تھے انکی شہادت کے بعد ابوبکر کے عقد میں ائیں، ان سے محمد کی پیدائشی مکّے کے راستے میں حجۃ الوداع کے موقع پر ہوئی_

جب ابوبکر نے انتقال کیا حضرت علی علیہ السلام نے اسماء سے شادی کی اسطرح محمد کی نشو ونما حضرت علی علیہ السلام کے گھر پر ہوئی ،حضرت علی علیہ السلام ہی نے انکی تربیت فرمائي ،نتیجے میں وہ حضرت علی علیہ السلام کے جاں باز اور ثابت قدم صحابی تھے، محمد نے حضرت علي علیہ السلام کے رکاب میں جنگ جمل میں اپنی بہن عائشہ کے خلاف جنگ کی، پھر امام نے حکومت مصر کیلئے ان کا انتخاب فرمایا_

محمد پندرہ رمضان ۳۵ھ میں وارد مصر ہوئے اور وہاں کے انتظامی امور سنبھالے لیکن ۳۸ھ میں معاویہ نے عمرو عاص کی سر کر دگی میں ایک بڑی فوج بھیجی، عمرو نے محمد پر غلبہ پایا اور مصر فتح کر لیا، اور معاویہ بن خدیج نے انھیں قتل کیا پھر عمرو عاص کے حکم سے گدھے کی کھال میں انکی لاش رکھ کر جلا دی گئي (۱۶)

۳_ محمد بن ابی حذیفہ

ابو القاسم کنیت تھی، محمد نام تھا، ابو حذیفہ بن عتبہ کے فرزند تھے، قریش کے قبیلہ عبد الشمس سے تھے، انکی ماں سھلہ بنت سھیل بن عمر قبیلہ عامر سے تھیں، محمد کے ماں اور باپ دونوں ہی حبشہ کے مہاجر تھے، محمد وہیں حبشہ میں پیدا ہوئے، ابو حذیفہ جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کے ہاتھوں شہید ہوئے اور عثمان نے محمد کو اپنی فرزندی میں لے کر انکی تربیت کی، وہ عثمان ہی کے سایۂ عاطفت میں پلے اور بڑھے_

۱۶_ حالات محمد بن ابی بکر کیلئے استیعاب ج۳ ص۳۲۸، اصابہ ج۳ ص ۴۵۱ اور دیگر تاریخیں دیکھی جا سکتی ہیں

جب عثمان خلیفہ ہوئے تو محمد نے عثمان سے اجازت مانگی کہ کفار سے جہاد کیلئے مصر جائیں ، عثمان نے ان کا مطالبہ مان لیا محمد مصر چلے گئے ، جس زمانے میں مسلمانوں نے عثمان کے خلاف شورش برپا کی تو وہ بھی لوگوں کو حساس ترین لہجے میں عثمان کے خلاف بھڑکانے لگے ، اخر کار ایک حملے میں عبداللہ بن سرح پر قابو پا لیا اور اسے مصر سے بھگا دیا اور وہاں کے حکمراں بن گئے _ مصریوں نے محمد کی حکومت کو جان و دل سے مان لیا ، انکی بیعت کی اسطرح مصر کی زمام امور ان کے ہاتھ اگئی _ جب حضرت علی علیہ السلام خلافت کی مسند پر بیٹھے تو انھیں مصر پر باقی رکھا وہ حضرت علی کی طرف سے بھی مصر کے انتظامی کام کاج دیکھتے رہے جب معاویہ حضرت علی علیہ السلام سے جنگ کیلئے صفین کی طرف چلا تو ان کا سامنا ہوا ، محمد معاویہ سے مقابلے کیلئے نکلے ، اور اسے شام کی طرف سے مصر کے پہلے شہر فسطاط ہی میں روکا ، لیکن انھوں نے معاویہ سے مقابلے کی تاب نہیں دیکھی اسلئے اس سے صلح کر لی _ صلح کی شرائط میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ محمد اور ان کے ساتھی مصر سے نکل جائیں اور یہ لوگ امان میں رہیں گے ، لیکن جب محمد اپنے تیس ساتھیوں کے ساتھ مصر سے نکلے تو معاویہ نے بزدلانہ طریقے سے اپنے معاہدے کے خلاف انھیں قید کر لیا اور دمشق کے زندان میں بھیج دیا اخر کار معاویہ کے غلام رشدین نے انھیں قتل کردیا _ محمد نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت بھی پائی تھی (۱۷)

۱۷_ تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۰۸

اب اس سے پہلے کہ ہم فرزند ابو بکر اور محمد بن حذیفہ کی شورش کا تذکرہ کریں یہ یاد دہانی کرانا ضروری ہے کہ عمر وعاص جو خود فاتح مصر اور عمر کے زمانے سے وہاں کے گورنر تھے وہاں انکی ذمہ داریوں میں امور مالیات اور امام جماعت دونوں باتیں شامل تھیں ، لیکن اسطرح انکی حکمرانی دیر تک باقی نہیں رہی ، عثمان نے مالیات کے امور میں ان کے ہاتھ کوتاہ کر دیئے اور یہ عہدہ عبداللہ بن ابی سرح کو دیدیا ، اور عمر وعاص کو حکم دیا کہ صرف لوگوں کو نماز پڑھائیں لیکن دیر نہیں گذری کہ یہ بھی ان سے چھین لیا ، اور یہ عہدہ بھی عبداللہ کو دیکر دونوں عہدے اپنے رضاعی بھائي کو دیدیئے ، اسطرح ایک بار انھوں نے عمروعاص کے ہاتھ سے مصر کا اقتدار چھین لیا [۱۸]

مصریوں کی شورش

بلاذری لکھتا ہے :

اسکے بعد کہ تمام مملکت اسلامیہ اور اس پاس کے علاقے عثمان کے خلاف ایک رائے ہو گئے ،چاروں طرف سے اعتراض کی اوازیں بلند ہونے لگیں ، اسی زمانے میں جبکہ عبداللہ سرح عثمان کی طرف سے مصر کا حکمراں تھا ، محمد بن ابی حذیفہ اور محمد بن ابی بکر مصر میں وارد ہوئے اور محمد بن طلحہ کے ساتھ اپنے منصوبے میں ایک رائے ہوگئے ، ان کے مصر میں انے کی پہلی صبح تھی کہ محمد بن ابی حذیفہ نماز جماعت میں تاخیر سے انے کی وجہ سے مجبور ہو کر اس نے بلند اواز سے کہا ، عبداللہ سرح وہاں موجود تھا ، جب اس نے فرزند ابو حذیفہ کی اواز نماز سنی ، فرمان صادر کیا کہ جس وقت یہ نما زپڑھ لے میرے پاس حاضر کیا جائے _

جب محمد کو عبداللہ کے سامنے بٹھا یا گیا تو اس نے فرزند ابو حذیفہ سے پوچھا ،یہاں کیوں ائے ہو ؟

_ کفار سے جنگ میں شرکت کی غرض سے تمہارے ساتھ کون کون ہے ؟

_ محمد بن ابی بکر

۱۸_ استیعاب ج۳ ص ۳۲۱ ، اسد الغابہ ج۴ ص ۳۱۵ ، اصابہ ج۳ ص ۵۴ اور تاریخ طبری ابن اثیر درذکر حوادث سال ۳۰ تا ۳۶ھ

میں قسم کھاتا ہوں کہ ایسا نہیںہے ، بلکہ تم لوگ بلوہ اور فساد کرانے ائے ہو ، پھر حکم دیا کہ دونوں کو قید خانے میں ڈال دیا جائے _ مجبور ہو کر ان دونوں نے محمد بن طلحہ کا ذریعہ پکڑا اور اس سے تقاضہ کیا کہ حاکم کے پاس سفارش کرے کہ ہمیں کفار کے خلاف جنگ سے نہ روکے _ اس ترکیب سے عبداللہ نے ان دونوں کو ازاد کر دیا _ اور خود جنگ کیلئے روانہ ہو گیا ، لیکن چونکہ یہ دونوں مشکوک تھے اسلئے حکم دیا کہ ان کے لئے الگ کشتی تیار کی جائے ، اور اسلئے بھی کہ لوگوں سے ان کا میل جول نہ بڑھے اس سے بھی روکنا تھا _ لیکن فرزند ابو بکر بیمار پڑ گئے ، اور وہ اس موقع پر حاکم مصر کے ساتھ نہیں جا سکے ، مجبورا محمد بن حذیفہ بھی انکی عیادت میں رک گئے ، جب محمد بن ابی بکر شفایاب ہو گئے تو یہ دونوں مسلمانوں کے ایک گروہ کے ساتھ جھاد کیلئے نکلے _

اس مدت میں سپاہیوں سے مسلسل میل جول کی وجہ سے ان سے بات چیت ہوئی ، سپاھیوں نے انھیں ضروری اطلاعات فراہم کردیں ، اسطرح یہ لوگ خارجی دشمنوں سے جنگ کرنے کے بعد واپس ہوں تو لوگوں کے دلوں میں عثمان کے خلاف نفرت پیدا کریں ان کے کرتوت بیان کر کے غم و غصہ بھر دیں (۱۹)

بلاذری دوسری جگہ لکھتا ہے :

جس وقت حاکم مصر نے محمد بن ابی حذیفہ اور محمد بن ابی بکر کو حراست میں لیا تھا ، محمد بن حذیفہ نے لوگوں کو مخاطب کر کے تقریر کی مصر والوں کو جان لینا چاہئے کہ ہم نے جہاد فی سبیل اللہ یعنی عثمان کے خلاف جنگ کو ملتوی کر دیا ہے _

تاریخ طبری میں ہے _

اسی سال کہ جب عبداللہ کفار سے جنگ کیلئے نکلا ، محمد بن حذیفہ اور محمد بن ابی بکر بھی اسکے ساتھ جنگ کرنے نکلے ، راستے میں انھوں نے عثمان کی خلاف شرع حرکتوں اور برے اعمال کے لوگوں سے تذکرے کرتے رہے _

کہ کس طرح انھوں نے سنت ابو بکر و عمر کو بھی پس بدل ڈالا ہے اب یہی دیکھئے کہ عبداللہ جیسا شخص جسکا خون رسول خدا ﷺ نے مباح قرار دیا تھا ، قران نے اسکے کفر کی گواہی دی ہے ، ایسے شخص کو عثمان نے مسلمانوں کے جان و مال کا حکمراں بنا دیا ہے ، پھر یہ کہ طرید رسول کو اپنی پناہ میں لے لیا ہے (جسے رسول نے دھتکار دیا تھا اسے انھوں نے پناہ دیدی ہے) رسول ﷺ خدا نے جسے جلا وطن کیا تھا اپنے پاس بلایا ہے ، انھیں بنیادوں پر عثمان کا خون حلال ہے ، اور اسی طرح کی باتیں اسلامی

۱۹_ انساب الاشراف بلاذری ج۵ ص ۵۰ و تاریخ طبری در بیان غزوہ ذات الصواری سال ۳۱

سپاہیوں سے کہہ ڈالیں تاکہ ان کے دل سے حکومت کی ہمدردی ختم ہو جائے ۔

نیز یہ بھی لکھا ہے کہ محمد ﷺ نے لوگوں سے کہا :

خدا کی قسم ،ہم نے حقیقی جھاد چھوڑ دیا ہے ،پوچھا گیا ، کس جھاد کو کہہ رہے ہو ؟ جواب دیا ، عثمان سے جنگ اور جہاد پھر ان سے بیان کیا کہ عثمان کی کارستانیاں کیا کیا ہیں ،یہاں تک کے ان کے دل خلافت سے اسقدر منحرف کر دیئےہ جب جہاد سے واپس اکر اپنے شہر و دربار میں گئے تو تمام لوگ عثمان کے کرتوتوں کی ایسی ایسی برائیاں بیان کرنے لگے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں کی تھی [۲۰]

محمد بن ابی حذیفہ اور محمد بن ابی بکر کے پر چار میںؔ اسقدر تاثیر تھی کہ لوگ عبداللہ سرح کی حکومت اور اسکے کرتوتوں کے سخت مخالف ہو گئے جو انھیں مصریوں پر حکومت کر رہا تھا ، اس نے کوئی ظلم باقی ، نہیں رکھا تھا ،یہاں تک کہ عبداللہ نے مصر کے بعض ایسے معزز حضرات جنھوں نے عبداللہ سرح کی شکایت عثمان سے کی تھی انھیں اسقدر مارا تھا کہ ہلاک ہو گئے تھے ۔

مصریوں نے عثمان سے عبداللہ سرح کی جو داد فریاد کی تھی طبری اور دیگر تاریخ نگاروں نے اسکی تمام تفصیل لکھی ہے منجملہ ان کے مصر والوں نے اپنی شکایت میں عثمان کے سامنے ابن عدیس کو بات کرنے کیلئے اگے کیا ۔

اس نے بھی عثمان کے سامنے عبداللہ کے خلاف بیان دیا ، اور یاد دلایا کہ کسطرح مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کے ساتھ یہ شخص مظالم ڈھاتا ہے ، مال غنیمت کی تقسیم میں انصاف نہیں کرتا ، خود اپنے پاس رکھ لیتا ہے ، جب اسکی نا انصافیوں پر اعتراض کیا جاتا ہے تو امیر المومنین کا خط دکھاتا ہے کہ خلیفہ نے ایسا ہی حکم دیا ہے [۲۱]

اتش فتنہ بجھانے کیلئے امام کی مساعي

ابن اعثم اپنی تاریخ ص ۳۶ میں لکھتا ہے :

مصر کے کچھ معزز افراد عبداللہ بن سعد بن سرح کی شکایت لیکر مدینہ میں ائے اور مسجد رسول خدا میں اترے

۲۰_ تاریخ طبری ج ۵ ص ۷۰ _ ۷۱

۲۱_ تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۱۸ و ابن اثیر ج ۳ ص ۷۰

وہاں انھوں نے مہاجرین و انصار کے گروہ سے ملاقات کی ، اصحاب نے جب ان کے مدینے انے کی وجہ پوچھیں تو انھوں نے کہا :

اپنے گورنر کی شکایت لیکر ائے ہیں _

حضرت علی علیہ السلام نے کہا :

اپنے کاموں اور انصاف طلب کرنے میں جلدی نہ کرو اپنی شکایت خلیفہ کے سامنے پیش کرو ، سارا واقعہ ان سے بیان کرو کیونکہ ممکن ہے کہ مصر کے حکمراں نے خلیفہ کے حکم کے بغیریہ سارے کام کئے ہوں ، تم لوگ خلیفہ کے پاس جائو ، اور اپنے مصائب ان کے سامنے دہرائو تو عثمان اسکی سختی سے بازپرس کریں گے اسے معزول کردیں گے ، اسطرح تمہارا مقصد حاصل ہو جاے گا ، اگر عثمان نے ایسا نہ کیا اور عبداللہ کے کرتوتوں کی تائید کی تو تم خود سمجھ جائو گے _

مصر والوں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور دعائے خیر کے بعد کہا صحیح یہی ہے جیسے اپ نے بیان کیا ، لیکن ہماری استدعا ہے کہ اپ خود ہم لوگوں کے ہمراہ وہاں چلیں _ حضرت علی نے جواب دیا ، وہاں میری موجودگی کی ضرورت نہیں ، تم لوگ خود جائو اور سارا واقعہ ان سے بیان کرو یہی کافی ہے مصر والوں نے کہا :

اگرچہ یہی ہے لیکن ہماری خواہش ہے کہ اپ بھی ہمراہ چلیں اور جو کچھ پیش ائے اسکے گواہ رہیں _

حضرت علی علیہ السلام نے انھیں جواب دیا :

جو ذات ہم سب سے قوی تر ہے تمام خلاق پر مسلط ہے اور بندو ں پر سب سے زیادہ مہربان ہے وہ تم سب کا گواہ اور نگراں ہو گا _

اشراف مصر عثمان کے گھر گئے اور اندر انے کی اجازت طلب کی ،جب یہ عثمان کے سامنے پہونچے تو عثمان نے ان کا بڑا احترام کیا ، انھیںاپنے پہلو میں بٹھایا ، پھر پوچھا _

کس لئے ائے ہو ؟ کون سی مصیبت اپڑی کہ تم بغیر میرے گورنریا میری اجازت کے مصر سے نکل پڑے _

ہم اسلئے ائے ہیں کہ اپ کے کاموں کی شکایت کریں اور اپ کا گورنر جو ہمارے اوپر ظلم ڈھارہا ہے اسکا مداوا چاہیں _

اسکے بعد ابن اعثم نے اس گروہ کے دلائل جو عبداللہ کے خلاف عثمان کے سامنے پیش کئے اور جو کچھ عثمان اور ان کے درمیان واقعہ پیش ایا ساری تفصیل لکھی ہے _

عثمان کے خلاف مدینے والوں کی شورش

عثمان اور ان کے کارمندوں اور حاشیہ نشینوں کی غلط حرکات بڑھتی ہی گئیں، لوگوں کی شکایات اور اعتراض کی کوئی شنوائی نہیں تھی مخالفت و اعتراض کا سیلاب تمام اسلامی مملکت میں پھیل گیا اخر اس سیلاب نے مدینے کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

بلاذری ان حوادث کی اسطرح تشریح کرتا ہے۔

جب عثمان مسند خلافت پر بیٹھے تو اکثر اصحاب رسول ﷺ خدا ان سے خوش نہیں تھے، کیونکہ عثمان میں اقربا پروری بہت زیادہ تھی، اپنی بارہ سالہ مدت خلافت میں اپنے خاندان کے اکثر ایسے لوگوں کو ولایت و حکومت دیدی تھی، جنھوں نے رسول کی صحبت بھی نہیں پائی تھی، ان سے خلاف توقع کام سرزد ہوئے، اسلئے اصحاب رسول خفا ہوتے اور اعتراض کرتے، لیکن عثمان ان تمام باتوں کو نظرانداز کرتے، کسی کارندے کی سرزنش نہیں کرتے نہ انھیں معزول کرتے تھے، خلیفہ نے اپنے اخر چھ سالہ دور حکومت میں اپنے چچیرے بھائی کو تمام مسلمانوں پر برتری دیدی تھی، انھیں حکومت دیکر لوگوں کی گردنوں پر مسلط کر دیا تھا۔

منجملہ ان کے عبداللہ بن ابی سرح کو مصر کی حکومت دیدی تھی اس نے کئی سال مصر پر حکومت کی وہاں کے باشندوں نے بار بار اسکے ظلم و ستم کی شکایت کر کے داد چاہی، یہاں تک کہ عثمان نے مجبور ہو کر عبداللہ کو خط لکھا اور ڈرایا دھمکایا، لیکن عبداللہ نے نہ صرف یہ کہ اپنی گھناؤنی حرکتیں نہیں چھوڑیں بلکہ ایک شکایت کرنے والے کو اسقدر مارا کہ وہ ہلاک ہو گیا [۲۲]

جب مصائب حد سے زیادہ بڑھ گئے کہ مسلمانوں کو عثمان اور اسکے کارندوں کی غلط حرکات برداشت سے باہر ہو گیا تو مدینے کے اصحاب رسول نے تمام شہروں کے مسلمان بھائیوں کو خطوط لکھے اور انھیں عثمان کے خلاف جہاد کرنے پر ابھارا۔

طبری نے اس خط کا متن یوں درج کیا ہے۔

تم لوگ جہاد فی سبیل اللہ اور تبلیغ دین کے لئے مدینے سے باہر ہو حالانکہ جو شخص تم پر حکومت کر رہا ہے وہی دین محمد کو تباہ کر رہا ہے۔

۲۲۔ انساب الاشراف بلاذری ج ۵ ص ۲۵۔ ۲۶

ابن اثیر کی روایت میں خط کا فقرہ یہ ہے ، تمھارا خلیفہ دین محمد کو تباہ کر چکا ہے _
شرح بن ابی الحدید میں ہے کہ خط کے اخر میں لکھا گیا تھا ، اسکو خلافت سے خلع کردو (اسکی خلافت کا جوا اتار پھینکو) اسکے بعد تو چاروں طرف سے ناراض لوگوں کا ہجوم پہونچ گیا اور اخر کار انھیں قتل کر ڈالا [۲۳] بلاذری لکھتا ہے : ۳۴ھ میں کچھ اصحاب رسول نے اپنے تمام صحابہ دوستوں کو خط لکھ کر عثمان کی روش بیان کی یہ کہ انھوں نے قوانین اور سنت رسول کو بدل ڈالا ہے اس کے کارندوں نے جو مظالم ڈھائے ہیں انکی چاروں طرف سے شکایتیں ارہی ہیں اگر تم راہ خدا میں جہاد کے خواہاں ہو تو جلد مدینے پہونچو _ اس سال اصحاب رسول میں ایک شخص بھی عثمان کی طرف سے صفائی دینے والا اور جانبداری کرنے والا نہیں تھا ، سوائے زید بن ثابت [۲۴] ابو اسید انصاری اور حسان بن ثابت [۲۵] اور کعب بن مالک کے _

---

۲۳ _ طبری ج ۵ ص ۵۱ ، ابن اثیر ج ۵ ص ۷۰ ، شرح بن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۶۵

۲۴ _ زید بن ثابت بن ضحاک انصاری ، انکی ماں کا نام نوار بنت مالک تھا ، یہ پہلے کاتب رسول تھے ، پھر یہی خدمت عمر و ابوبکر کی بھی کی ، جب عمر و عثمان مدینے سے مکہ جاتے تو انھیں کو جانشین بناتے زید عثمان کے زمانے میں بیت المال کے خزانچی تھے ، ایک دن عثمان زید سے ملنے گئے تو زید کا غلام وھیب گیت گارہا تھا ، عثمان کو اواز پسند ائي اسکا ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کردیا ، زید عثمان کے شدید حمایتی تھے ، انکی موت کی تاریخ میں اختلاف ہے ۴۲، سے ۵۵ تک لکھا گیا ہے ، مروان نے انکی نماز جنازہ پڑھائي ، ابو اسید ساعدی اور کعب بن مالک بھی ان اصحاب میں ہیں جنھوں نے بدر اولی اور دیگر غزوات میں شرکت کی ، صرف تبوک اور بدر میں شرکت نہیں کی ، ابو اسید قتل عثمان سے پہلے اندھے ہو گئے تھے ، انکی تاریخ انتقال کے بارے میں اختلاف ہے

۲۵ _ حسان بن ثابت انصاری کی کنیت ابو عبدالرحمن تھی ، مشہور شاعر قبیلہ خزرج سے تھے ، ان کی ماں کا نام فریعہ بنت خالد انصاری تھا ، حسان کے بارے میں رسول خدا نے فرمایا تھا ، خدا حسان کی اسوقت تک تائید کرے جب تک وہ رسول کی مدح کرتا رہے ، حسان نے خوبصورت اسلوب میں اشعار کہے رسول کی تعریف کی ، اور کفار کی ہجو کی ، حسان بہت بزدل تھے ، جنگ خندق کے موقع پر رسول خدا نے حسان کو بچوں اور عورتوں کا نگراں بنایا تھا تاکہ دشمنوں کی نظر سے پوشیدہ رہیں ، عورتوں میں صفیہ بھی تھیں ، اسی درمیان ایک یہودی قلعہ کی دیوار سے جاسوسی کرنے لگا ، صفیہ نے حسان سے کہا اسے موقع نہ دو کہ ہماری خبر ہو ، رسول خدا ھم سے مطمئن ہو کر جھاد کر رہے ہیں جاکر اس یہودی کو قتل کردو ، حسان نے جواب دیا ، اے دختر عبدالمطلب ، تم خوب جانتی ہو کہ میں اس میدان کا انسان نہیں ہوں ، میرے پاس حوصلہ نہیں ، صفیہ نے یہ سنکر خیمے کا ستون لیا اور قلعہ سے نکل کر یہودی کے سر پر مارا اور فاتحانہ قلعے میں داخل ہوئیں ، حسان سے کہا ، اب جاکر اسکے کپڑے اتار لو ، حسان کو جیسے ڈر لگ رہا تھا کہ یہودی مقتول کے ساتھی ہجوم کرکے اجائیں ، انھوں نے جواب دیا ، اے دختر عبدالمطلب مجھے ان کپڑوں کی ضرورت نہیں حسان اسی بزدلی کی وجہ سے کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے اور اس سعادت سے محروم رہے رسول خدا نے ماریہ کی بہن شیریں حسان کو بخش دی تھی جس سے عبدالرحمن تولد ہوئے ، یہ عبدالرحمن رسول خدا کے فرزند ابراہیم کے خالہ زاد بھائي تھے ، حسان نے اپنے باپ دادا کی طرح طویل عمر پائي ۴۰ یا ۵۰ یا۵۴ ، میں ایکسو بیس سال کی عمر میں مرے ، اسد الغابہ استیعاب اصابہ دیکھئے کعب بن مالک انصاری قبیلہ خزرج سے تھے ، کنیت ابو عبداللہ یا ابو عبد الرحمن تھی ، ماں کا نام لیلی بنت زید بن ثعلبیہ خزرجی تھا ، کعب نے عقبہ کی رات مکّے میں (بیعت عقبہ) کے موقع پر بیعت کرتے ہوئے رسول خدا کا ہاتھ دبایا تھا کعب نے تمام غزوات میں شرکت کی سوائے بدر و تبوک کے ، یہ ان تین افراد ہی تھے جنھوں نے تبوک نہ جانے میں پشیمانی جھیلی اور توبہ کی اور قبولیت توبہ کی آیت اتری ، کعب شاعروں کی بڑی عزت کرتے ، بیت المال سے بخشش زیادہ کرتے بلا سبب مسلمانوں کا مال دے ڈالتے ، اسی لئے یہ دونوں عثمان کے زبردست حمایتی تھے

تمام مہاجرین اوردوسرے لوگ حضرت علی علیہ السلام کے گرد جمع ہوئے اور ان سے مطالبہ کیا کہ عثمان سے گفتگوکریں اور وعظ و نصیحت کر کے انھیں راہ راست پر لائیں۔

حضرت علی علیہ السلام عثمان کے پاس گئے اور انھیں نصیحت کی۔

لوگ میرے پاس آکر تمھارے بارے میں باتیں کرتے ہیں، خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ تم سے کیا کہوں، کوئی بات تم سے ڈھکی چھپی نہیں، جسے میں بتائوں، تمھیں راستہ سوجھانے کی ضرورت نہیں جو کچھ میں جانتا ہوں تم بھی جانتے ہو تم سے زیادہ نہیں جانتا کہ تمھیں آگاہ کروں۔

تم نے رسول کی صحبت پائی ہے، ان سے باتیں سن کر اور دیکھ کر میری طرح بہرہ حاصل کیا ہے، ابو قحافہ اور خطاب کے بیٹے تم سے زیادہ نیک اور شائستہ تر نہیں تھے، کیونکہ تم رسول سے دامادی اور رشتہ داری کی قربت رکھتے ہو، تم رسول کے داماد ہو اسلئے اپنے آپ میں آئو اور اپنی جان سے ڈرو تم اسطرح اندھے ہو کر چل رہے ہو کہ تمھیں بینا کرنا بہت مشکل ہے، اور اسطرح جہالت و نادانی کے کنویں میں گر چکے ہو کہ تمھیں باہر نکالنا مشکل ہے۔

عثمان نے جواب دیا۔

خدا کی قسم، اگر تم میری جگہ پر ہوتے تو اپنے رشتہ داروں کو نوازنے اور صلہ رحم کرنے کی بنا پر میں تمھیں سرزنش نہیں کرتا، اگر تم اپنے پریشان حالوں کو پناہ دیتے اور جنھیں عمر نے کاموں پر لگایا تھا انھیں ہٹا کر انھیں مقرر کرتے تو میں تمھاری ملامت نہ کرتا۔

تمھیں خدا کی قسم ہے، آخر تمھیں بتائو کیا مغیرہ بن شعبہ کو جو کسی طرح بھی لائق نہ تھا، عمر نے حکومت نہیں دی تھی۔

کیوں صحیح ہے

تب آخر کیوں اب جبکہ میں نے اپنے رشتہ دار فرزند عامر کو گورنری دیدی ہے تو مجھے ملامت کر رہے ہو؟

تمھیں یہ بتانا ضروری ہے کہ جب عمر کسی کو حکومت دیتے تھے تو پورے طور سے اس پر حاوی رہتے تھے، پہلے اسے اپنے پائوں تلے روند لیتے تھے، جب اسکے خلاف شکایت ملتی تو اس پر سختی کرتے، اسے حاضر ہونے کا نوٹس دیتے، اور اس بارے میں سخت کاروائي کا مظاہرہ کرتے تھے، لیکن تم نے یہ سب کچھ نہیں کیا، بلکہ اپنے رشتہ داروں کے سامنے ضعف نفس اور نرمی کا مظاہرہ کر رہے ہو۔

کیا یہ لوگ میرے رشتہ دار تمھارے بھی رشتہ دار اور اپنے نہیں ہیں (بیان کیا جا چکا ہے کہ بنی امیہ اور بنی ہاشم چچیرے بھائي ہیں)

ہاں، اپنی جان کی قسم، یہ میرے قریبی رشتہ دار ہیں لیکن ان کے پاس فضیلت و تقوی نام کی چیز نہیں۔

ان کے مقابل دوسروں کو میرے نزدیک امتیاز حاصل ہے۔

کیا عمر نے معاویہ کو حکومت نہیں دی تھی؟

معاویہ اپنے سارے وجود سے عمر سے لرزتا تھا، ان کا مطیع و فرمان بردار تھا، وہ عمر کے غلام یرفا سے اتنا ڈرتا تھا جتنا عمر سے نہیں ڈرتا تھا لیکن وہ بھی اج کل من مانی کررہا ہے، کاموں میں بے اعتنائي برت رہا ہے جدھر چاہتا ہے خواہشات کے گھوڑے دوڑاتا ہے اور تمھاری اطلاع کے بغیر جو چاہتا ہے کرڈالتا ہے اور لوگوں سے کہتا ہے کہ یہی عثمان کا حکم ہے اس کسمپرسی کی عوام شکایت کرتے ہیں تو تم میں ذرا بھی جنبش نہیں ہوتی، اور نہ کوئي اقدام کرتے ہو [۲۶]

۲۶_قارئین کی توجہ ان دونوں سابقین اسلام کی باتوں کی طرف موڑنا چاہتا ہوں، خاص طور سے عثمان کے دلائل کی طرف جو مسلمانوں کے خلیفہ ہیں اور حضرت علی کے اعتراضات کے جواب میں کہتے ہیں کہ مغیرہ بن شعبہ نا لائق تھا لیکن اسے عمر نے حکومت دی، فرزند عامر کو خود عثمان اور دوسرے تمام لوگ نالائق سمجھ رہے ہیں، لیکن اسے حکومت دیدی، معذرت میں صلہ ء رحم کا حوالہ دے رہے ہیں، معاویہ کو حکومت دیدی جبکہ پورے طور سے جانتے ہیں کہ مسلمان کے بیت المال کو لوٹ رہا ہے، مسلمانوں پر ظلم و تعدی کر رہا ہے (سردار نیا)

حضرت علی علیہ السلام نے یہ فرمایا اور عثمان کے پاس سے اٹھکر چلے گئے، حضرت علی کے جانے کے بعد عثمان منبر پر گئے اور تقریر کے درمیان کہا، ہر چیز کے لئے افت ہے اور ہر کام کے لئے نقصان ہے، اس امّت کی افت اور نقصان ہے پارٹی بندی اور عیب جوئی کرنے والے لوگ جو ظاہر داری میں وہ کام کرتے ہیں جو تم پسند کرتے ہو اور چھپے چوری ایسی حرکتیں کرتے ہیں جسے تم پسند نہیں کرتے، شتر مرغ کی طرح ہر اواز پر دوڑ پڑتے ہیں اور بہت دور کے گھاٹ کو پسند کرتے ہیں۔

خدا کی قسم تم لوگ ایسے ہو کہ انھیں چیزوں کو عمر کے زمانے میں مان لیتے تھے میرے زمانے میں تنقید کرتے ہو، اور حکم سے سر تابی کرتے ہو، حالانکہ عمر تمھیں پیروں سے روندتے تھے، اپنے ہاتھوں سے تمھارے سر کوٹتے تھے، اپنی زبان کی تیزی سے تمھاری جڑ اکھاڑ پھینکتے تھے تم لوگ بھی جان کے خوف سے ان کے فرمانبردار رہتے۔

لیکن میں ہوں کہ تمھارے ساتھ نرمی اور ملائمت کا برتاؤ کرتا ہوں، اپنی زبان اور ہاتھ کوتاہ کر لئے ہیں، تو میرے اوپر سختی کر رہے ہو میری نا فرمانی کر رہے ہو۔

اس موقع پر مروان نے بھی کچھ کہنا چاہا لیکن عثمان نے کہا، چپ رہو [۲۷]

مروان حکم

چونکہ ان تفصیلات میں مروان کا نام کئی جگہوں پر ایا ہے اسلئے مناسب ہے کہ اس مشہور شخصیت کا تعارف کر دیا جائے کیونکہ اسکے بعد بنی امیہ کی سلطنت اسی کو ملی۔

یہ مروان اس حکم بن ابی العاص کا بیٹا ہے جسکا ہم نے (ولید کی گورنری) کے ذیل میں تعارف کرایا ہے، مروان کی کنیت ابو عبدالملک تھی، جب اسکے باپ حکم کو فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق طائف جلا وطن کیا گیا یہ بچہ ہی تھا، یہ اپنے باپ اور بھائیوں کے ساتھ عثمان کی خلافت کے زمانے تک جلا وطنی کی زندگی گذارتا رہا، لیکن جب عثمان خلیفہ ہوئے تو ان سب کو مدینہ بلا لیا، مروان کو اپنے سے قریب کر لیا اور کتابت دیوان (سکریٹری) کا عہدہ بھی دیدیا مروان کا خلیفہ کے یہاں رسوخ ہی اصل وجہ ہے عثمان کی بد بختی اور لوگوں کی رنجش کی، بالاخر لوگوں نے بغاوت کر دی۔

۲۷۔ بلاذری ج ۵ ص ۶۰، تاریخ طبری ج ۵ ص ۹۶، ابن اثیر ج ۳ ص ۶۳، ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۳۰۳، ابن کثیر ج ۷ ص ۱۶۸

جس زمانے میں بلوائیوں نے عثمان کا محاصرہ کر رکھا تھا، مروان باغیوں سے نرمی کے بجائے پیکار پر امادہ ہو گیا، اس جھڑپ میں اسکی گردن پر شدید چوٹ ائي اور گردن کی ایک رگ ٹوٹ گئي وہ اخر عمر تک اس چوٹ کی وجہ سے گردن کی کجی جھیلتا رہا، لوگ تمسخر کے طور پر خیط باطل کہتے تھے_

اسکے بھائي نے مروان کی بیوی کیلئے یہ اشعار کہے ہیں:

فوالله ما ادری وافی لسائل

حليلة مضروب القفا كيف تصنع

لجا الله قوما امر و اخيط باطل

على الناس يعطى ما يشاء و يمنع

ایک دن حضرت علی علیہ السلام نے مروان کو دیکھ کر فرمایا:

(تجھ پر افسوس ہے، او رامت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ تیرے بچوں سے جھیلے گی اس پر افسوس ہے)

مروان جنگ جمل میں، حضرت علی علیہ السلام کے خلاف لشکر عائشہ میں شامل تھا جب معاویہ کو حکومت ملی تو اسے مدینہ مکّہ اور طائف کا گورنر بنا دیا، لیکن ۴۸ھ میں اس کو ہٹا کر سعد بن ابی العاص کو گورنر بنا دیا_

جس وقت معاویہ بن یزید بن معاویہ کا شام میں انتقال ہو گیا اور اس نے کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا تو شام والوں نے مروان کی بیعت کر لي، لیکن ضحاک بن قیس فہری اور اسکے دوستوں نے عبداللہ بن زبیر کی بیعت کرلی، نتیجے میں مروان اور ضحاک کے درمیان (مرج راہط دمشق) میں گھمسان کی جنگ ہوئي ضحاک قتل کیا گیا اور شام و مصر مروان کے زیر نگین اگئے، اسکے بعد تمام مملکت اسلامی پر قبضہ کرنے کیلئے اس نے یزید کی زوجہ سے شادی کر لي

ایک دن مروان نے یزید کے بیٹے خالد کو غصہ میں (یا ابن رطبتہ الاست[۲۸]) کہکے پکارا، خالد نے جواب دیا تو امانت رکھنے والوں کے لئے خائن ہے، پھر جا کر اپنی ماں سے شکایت کر کے سارا مسئلہ بیان کیا خالد کی ماں نے اسکو خود اپنی توہین سمجھ کر بیٹے سے کہا:

یہ بات اپنے ہی تک رکھو، خاص طور سے مروان نہ سمجھے کہ تم نے مجھ سے کہا ہے اس نے گالی کے بدلے میں اپنی کنیزوں سے تنہائی میں منصوبہ بیان کر کے ان سے مدد چاہی اور انتظار کرنے لگی، جیسے مروان کمرے کے دروازے پر ایا اس نے زمین پر پٹک دیا، خالد کی ماں نے خود کمبل اسکے منھ پر ڈال دیا اور بیٹھ گئي، اتنی دیر بیٹھی رہی کہ مروان مرگیا۔

مورخوں نے لکھا ہے کہ مروان ان چند لوگوں میں ہے جو بیوی کے ہاتھوں مارا گیا[۲۹] اسکے اخلاق، معتقدات اور طرز تفکر کی ساری باتیں اگلے صفحات میں ائینگي۔

۲۸۔ انتہائي غیر مہذب اور گندی گالی ہے

۲۹۔ حالات مروان کے لئے اسد الغابہ ج۴ ص۳۸۴ اور استیعاب و اصابہ دیکھئے

داد خواہوں نے مدینے کا رخ کیا

بلاذری لکھتا ہے: قتل عثمان کے ایک سال پہلے بہت سے باشندگان کوفہ و بصرہ و مصر مسجد الحرام میں ایک اجتماع کر کے باہم مشورہ کیا۔

کوفیوں کی سرداری کعب بن عبدۃ النھدی کو، بصرہ والوں کی مثنی بن مخرمہ عبدی کو اور مصر والوں کی ریاست بشر بن عتاب کو دی گئی۔

یہ لوگ عثمان کی غلط حرکات کا پرچار کریں کہ انھوں نے تغیر و تبدل کو جس طرح جائز قرار دیا ہے، خدا سے عہد و پیمان کر کے جس طرح پائوں سے روندا ہے ان تمام باتوں کو بیان کریں، اخر میں ان لوگوں نے پکا عہد کیا کہ عثمان کی غلط حرکتوں پر خاموش نہ بیٹھیں گے، پھر یہ طئے پایا کہ ہر ایک اپنے اپنے شہر و دیار میں واپس جا کر پیغام بر کے انداز میں اس اجتماع کے مذاکرات کا خلاصہ لوگوں سے بیان کرے، پھر سال ائندہ عثمان کے گھر پر اکر انکی کارستانیوں پر ملامت و سرزنش کریں۔

اگر اس طرح عثمان متنبّہ ہوں اور اپنی غلط حرکتوں سے باز اجائیں تو ان لوگوں کا مقصد حاصل ہو جائیگا اور اگر باز نہ ائیں تو ان کے بارے میں کوئی اخری اور فیصلہ کن اقدام کیا جائے، ان تمام لوگوں نے اپنے اس منصوبے پر عمل کیا (۳۰)

چونکہ مصر کے باشندے دوسرے شہروں کے مقابل زیادہ ہی جوش و خروش کا مظاہرہ کر رہے تھے، اسلئے عثمان نے اس شورش کی گرمی اور انقلاب کی چنگاری بجھانے کیلئے تیس ہزار درھم اور لباس و کپڑوں سے بھرا ایک اونٹ محمد بن ابو حذیفہ کے پاس بھیجا تاکہ مصریوں کا رہبر انقلاب انھیں ٹھنڈا کرے۔

محمد بن ابوحذیفہ نے طئے کیا کہ ان تمام چیزوں کو مسجد میں رکھا جائے تاکہ لوگ اسکا تماشہ دیکھیں، پھر مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا:

۳۰_ انساب الاشراف بلاذری ج ۵ ص ۵۹

اے مسلمانو کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ عثمان کس طرح مجھے دھوکہ دینا چاہتے ہیں ، وہ چاہتے ہیں کہ یہ رشوت لیکر میں اپنا دین برباد کردوں ـ

عثمان کی اس حرکت اور فرزند ابو حذیفہ کے رد عمل نے مصریوں کا عناد اور بھی بڑھا دیا ، وہ عثمان کی اور زیادہ عیب جوئی کرنے لگے ، اس حرکت کی وجہ سے مصر کے باشندوں میں محمد بن ابو حذیفہ کی قیادت کا سکّہ اور بھی جم گیا وہ والہانہ انداز میں انکی بات ماننے لگے [۳۱]

عثمان نے جو رقم اس کام کیلئے دی تھی ، وہ مدینے میں واپس نہیں منگوا سکے ، جو وعدے کے مطابق مسجد الحرام میں لوگوں کو دی جاتی ، بلکہ متعینہ وعدہ اس طرح پورا کیا گیا کہ محمد بن ابی بکر کے ہمراہ مصر سے مدینہ لے جائی گئی ـ

محمد بن ابی بکر بہت سے مصریوں کے ساتھ مدینہ کی طرف چلے اور محمد بن ابو حذیفہ مصر ہی میں رہ گئے ، ادھر عبد الرحمن بن عویس بلوی [۳۲] پانچ سو ادمیوں کے ہمراہ ماہ رجب میں مدینے کے ارادے سے نکلے ، انھوں نے مشہور یہ کیا کہ عمرہ ادا کرنے جارہے ہیں ـ

گورنر مصر عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کو جب ان تمام واقعات کی خبر ہوئی تو اس نے ایک تیز رفتار سواری مدینے روانہ کی اور خلیفہ کو رپورٹ دی کہ فرزند عویس بلوی اور اسکے ساتھی اپ سے ملنے کی غرض سے مدینے جارہے ہیں ، فرزند ابو حذیفہ نے اسکو عجرود تک رخصت کیا ، اس نے مشہور کیا ہے کہ عمرہ کی غرض سے مکّہ جارہے ہیں لیکن یہاں اپنے ساتھیوں میں اعلان کیا ہے کہ ہم عثمان کا سامنا کرنے جارہے ہیں تاکہ اسے معزول کردیں یا زندگی کا خاتمہ کردیں ـ

عبد اللہ کے قاصد نے مصر سے مدینہ تک کا سفر گیارہ راتوں میں طئے کرکے حاکم کا پیغام پہونچا دیا ، ادھر مصر والے بغیر کسی ٹھہراؤ کے مدینے کی طرف بڑھ رہے تھے تاکہ اپنے کو مدینے کے قریب مقام ذو خشب تک پہونچا دیں اور وہیں قیام کریں ـ

۳۱ـ تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۱۵ ، بلاذری ج ۵ ص ۵۱

۳۲ـ عبد الرحمن بن عویس بلوی ان لوگوں میں ہیں جنھوں نے حدیبیہ کے موقع پر بیعت رضوان میں شرکت کی ، وہ فتح مصر کے وقت موجود تھے ، وہیں سے انھوںنے مصریوں کے ساتھ عثمان کے خلاف شورش میں حصہ لیا ، معاویہ نے انھیں فلسطین میں قید کردیا جب وہ قید خانے سے بھاگے تو ۳۶ھ میں قتل کا فرمان دیا ، اصابہ ۴ـ ۱۷۱ دیکھی جائے

دوسری روایت ہے کہ:

عبداللہ مصریوں کی اس سیاسی سرگرمی کے بارے میں عثمان سے تبادلہ خیال کی غرض سے اپنے صدر مقام سے چلا، ابھی وہ ایلہ ہی پہونچا تھا کہ اسے اطلاع دی گئی کہ مصریوں نے عثمان کے گھر کا محاصرہ کر لیا ہے، اور محمد بن ابو حذیفہ نے عبداللہ کی غیر موجودگی میں مصر کے اندر بغاوت کردی ہے، اس صورتحال میں عبداللہ نے مصلحت یہی سمجھی کہ واپس مصر چلا جائے تاکہ کسی طرح سے اپنی حکومت بچا سکے۔

ادھر جب محمد بن ابو حذیفہ نے مصریوں کی مدینے میں پیش رفت دیکھی کہ عثمان کے گھر کا محاصرہ کر لیا ہے تو عبداللہ کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے ساتھیوں کی مدد سے بغاوت کردی اور بڑی اسانی سے مصر اپنے قبضے میں کر لیا، مصر کے باشندوں نے بھی انکی اطاعت کرکے دل و جان سے اسکی حکومت مان لی۔

انھیں حالات کے درمیان جب عبداللہ مصر پہونچا تو محمد بن ابو حذیفہ کے مصر میں داخل ہونے سے روکا، اس نے صورتحال کو اپنے مخالف دیکھ کر چشم پوشی اختیار کی اور بگٹٹ فلسطین کی طرف چلا گیا۔

وہ وہاں عثمان کے قتل ہونے تک رہا۔

طبری نے زبیر کا قول اس طرح لکھا ہے[۳۳]

مصر والوں نے مقام سقیا یا ذو خشب سے عثمان کو خط لکھ کر اپنے ایک ادمی کے ذریعے خلیفہ کے پاس پہونچا، لیکن عثمان نے اس خط کا کوئی جواب نہیں دیا، حکم دیا کہ خط لانے والے کو ذلت کے ساتھ گھر سے نکال دیا جائے، عثمان کے پاس ائے ہوئے مصری لگ بھگ چھ سو ادمی تھے، وہ چار حصوں میں بٹے ہوئے تھے، ہر ایک کا ایک سردار عمرو بن بدیل تھے، صحابی رسول ہونے کی وجہ سے عبداللہ بن عدیس نے انھیں کو سب کا سردار بنایا تھا۔

۳۳۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ بلاذری ج ۵ ص ۶۴۔۶۵، ابن اثیر ج ۳ ص ۶۸، شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۱۶۲ تا ۱۶۴

مصر والوں کے خط کا متن یہ تھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اما بعد اس بات کو سمجھ لو کہ؛ انّ اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیر وا ما بانفسھم (خداوند عالم اس وقت تک کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اندر تبدیلی نہ پیدا کرے) اسلئے ہم خدا کو تمھارا نگراں قرار دیتے ہیں اور اسکے غیظ و غضب سے ڈراتے ہیں، خداوند نے تمہیں دنیا کی اسانیاں فراہم کیں اسلئے اخرت کو مت چھوڑو، کیونکہ اپنا اخرت کا فائدہ نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے، اخرت کسی حال میں فراموش نہیں کرنی چاہیئے۔

اس بات کو سمجھ لو کہ ہم لوگ صرف خدا کیلئے غضبناک ہوئے ہیں اور اسی کے لئے راضی ہیں، اور اب جبکہ ہم نے خدا کی راہ میں قیام کیا ہے، اپنی اپی ہوئي تلوار اس وقت تک نیام میں نہیں رکھیں گے اور چین نہیں لیں گے جب تک تم سب کے سامنے اپنے گذشتہ کرتوتوں سے توبہ نہ کرلو، اور اپنی حالت کو سامنے واضح کرو، ہم لوگ اس وسیلے سے اپنی باتیں تمھارے کان تک ڈال رہے ہیں اور تمھارے مقابل ہم لوگوں کا ناصر و مددگار خدا ہی ہے والسلام

عثمان نے باغیوں سے عہد وپیمان کیا

بلاذری لکھتاہے:

مغیرہ بن شعبہ نے عثمان سے اجازت طلب کی تاکہ مصریوں سے بات چیت کر کے ان کے مطالبات معلوم کرے، خلیفہ نے انھیں اجازت دي، مغیرہ جب ان کے پڑائو پر پہونچے تو وہ سب کے سب چلّانے لگے۔

اے کانے واپس جا، اے بے حیا واپس جا، اے منحوس واپس جا، مجبوراَ مغیرہ واپس چلے گئے، عثمان نے عمرو عاص کو بلا کر کہا:

تم اس گروہ سے ملاقات کرو، اور انھیں قران کا حوالہ دو میں ان کے تمام مطالبات پورے کروں گا۔

جب عمرو مصریوں کے پاس گئے، تو انھیں سلام کیا، لیکن سلام کے جواب میں کہا:

خدا تجھے سلامت نہ رکھے، اے دشمن خدا واپس جا، اے نابغہ کے جنے واپس جا، تو ہمارے نزدیک امین نہیں، نہ تیری ضمانت پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے_

عبداللہ بن عمر اور تمام حاضرین نے عثمان کو مشورہ دیا کہ اب صرف حضرت علی علیہ السلام ہی اس مہم کو سر کر سکتے ہیں_

جب حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے تو عثمان نے ان سے کہا -:اے ابو الحسن اس سے ملاقات کر کے انھیں کتاب خدا اور سنت رسول کی دعوت دیجئے_

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

میں یہ کام اس شرط پر انجام دے سکتا ہوں کہ مجھ سے عہد وپیمان کرو اور خدا کو اس پر گواہ قرار دو کہ جو کچھ میں ان لوگوں سے وعدہ کروں گا تم اسے پورا کرو گے_

عثمان نے کہا: مجھے قبول ہے_

حضرت علی علیہ السلام نے عہد وپیمان کو قسم اور خدا کی گواہی سے استوار کر کے جس سے قوی تر ممکن نہیں تھی، عثمان کے پاس سے چلے، اور اس گروہ کے سامنے پہونچے تو سب نے چلا کر کہا، واپس جایئے، حضرت علی علیہ السلام نے جواب دیا_

نہیں، میں تمھارے پاس ائوں گا، اور کتاب خدا پر عمل کی دعوت دوں گا، تمھارے مطالبات کے بارے میں وعدہ کروں گا_

اسکے بعد اپ نے ان لوگوں سے وہ ساری باتیں بیان کر ڈالیں جو عثمان اور اپ کے درمیان پیش ائی تھیں، اور انھیں بشارت دی کہ عثمان نے اپنا عہد پورا کرنے کا وعدہ کیا ہے

مصر والوں نے کہا، کیا اپ اسکی ضمانت لیتے ہیں؟

اپ علیہ السلام نے کہا_ہاں

انہوں نے کہا_ اگر ایسا ہے تو ہم بھی موافقت کرتے ہیں

اس وقت کچھ مشاہیر و بزرگان مصر حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ مدینہ وارد ہوئے اور عثمان کے گھر گئے، انھوں نے اپنی باتوں میں خلیفہ کے کردار پر سرزنش کی عثمان نے کسی بھی اعتراض کو رد نہیں کیا، سب کی تصدیق کی اور وعدہ کیا کہ ان تمام

خرابیوں کو دور کروں گا مصر کے نمایندوں نے کہا۔ ان باتوں کو لکھ کر ہمیں دیدو تاکہ ہمیں زیادہ اطمینان ہو۔ عثمان نے انکی بات مان لی اور اپنے ہاتھوں مندرجہ ذیل تحریر لکھی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ عہد ہے بندۂ خدا عثمان امیر المومنین کا ان مومنوں اور مسلمانوں کے لئے جو ان سے رنجیدہ ہیں، عثمان تحریراً یہ عہد کرتا ہے کہ۔

۔ اج کے کے بعد کتاب خدا اور سنت رسول کے مطابق عمل کروں گا

۔ جن کے حقوق لئے ہیں انھیں دوبارہ جاری کروں گا

۔ جو لوگ میرے غضب سے ڈرے ہوئے ہیں انہیں امان دیکر انکی ازادی کیلئے کاروائی کروں گا

۔ جلاوطن لوگوں کو ان کے وطن واپس کروں گا

۔ سپاہیوں اور فوجیوں کو زیادہ عرصے تک محاذ پر نہیں رکھوں گا

۔ جنگی غنائم کو بغیر کسی رعایت و استثناء کے سپاہیوں کے درمیان تقسیم کروں گا

عثمان کی طرف سے حضرت علی بن ابی طالب بھی مومنوں اور مسلمانوں کے ساتھ اس عہد وپیمان کے نفاذ کی ضمانت لیتے ہیں ۔

مندرجہ ذیل اشخاص نے اس عہد کی صحت پر گواہی دی۔

زبیر بن عوام، طلحہ بن عبداللہ، سعد بن مالک بن ابی وقاص، عبداللہ بن عمر، زید بن ثابت، سھیل بن حنیف، ابو ایوب خالد بن زید۔

پھر اسکے بعد ہر گروہ نے اس عہدنامہ کی ایک کاپی لی اور واپس چلے گئے۔

فرزند ابو بکر اور مصر کی گورزي

بلاذری اوردوسرے مورخین کے مطابق عثمان نے اس عہدنامے کے علاوہ ایک دوسرا عہدنامہ مصر والوں کو دیا ، اسمیں عبداللہ بن ابی سرح کو بر طرف کر کے محمد بن ابی بکر کو وہاں کا گورنر بنایا _

بلاذری لکھتا ہے: عائشہ کے چچیرے بھائي طلحہ نے اٹھکر عثمان سے تلخ کلامی کی ، عائشہ نے بھی پیغام بھیجا کہ عبداللہ کو معزول کر کے مصریوں کا حق دو ، اس موقع پر حضرت علی تشریف لائے اور مصریوں کی طرف سے کہا ، یہ لوگ تم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ عبداللہ کو حکومت سے بر طرف کر کے کسی دوسرے شخص کو وہاں کا گورنر بنائو ، اسی طرح سب لوگ اس پر الزام لگاتے ہیں کہ اسکی گردن پر بہت سے بے گناہوں کا خون ہے ، اسے کار کردگی سے بر طرف کرو اور ان کے درمیان فیصلہ کرو ، اگر یہ الزام صحیح ثابت ہو کہ عبداللہ نے ان کو قتل کیا ہے اس کے بارے میں قانون خداوندی جاری کر کے ان کے حقوق دو _

عثمان نے مصریوں سے خطاب کیا ، تم خود ہی کسی کا انتخاب کردو تاکہ اسکے حق میں فرمان جاری کردوں ، سبھی مصریوں نے محمد بن ابی بکر کا نام اپس کے مشورہ سے لیا اور کہا ، محمد کو حکومت دینے کا فرمان جاری کر دیجئے [1] عثمان نے مصریوں کی بات مان لی ، اور حکومت مصر کا فرمان محمد کے نام لکھ دیا ، اور مہاجرین و انصار کے ایک گروہ کو اسکے نفاذکا نگراں بنادیا تاکہ یہی لوگ عبدللہ کے الزام کی بھی داد خواہی کریں ، اور تحقیقاتی رپورٹ عثمان کے حوالے کریں _

اس طرح بھرپور صلح و اشتی کے ساتھ طرفین ایک دوسرے سے جدا ہوئے مصر والے خوش خوش مدینے سے مصر کی طرف جانے لگے _

۱_ گمان قوی ہے کہ اس انتخاب میں فرزند ابو بکر کا مصر کی گورنری کیلئے عائشہ اور طلحہ اوردیگر مشاہیر بنی تمیم کے اثرات کے ما تحت نام لیا گیا ہو گا

حضرت علی خلیفہ عثمان کی حمایت سے کنارہ کش ہوئے

عثمان کی سیاسی توبہ

حضرت علی ؑ کی استقامت سے عثمان اور مصریوں کے درمیان صلح صفائي ہوگئي عثمان نے تحریر بھی حوالے کردی کہ ان کے مطالبات پورے کئے جائیں گے ، وہ سبھی لوگ خوش خوش عثمان کے گھر سے چلے گئے تو حضرت علی ؑ نے عثمان سے فرمایا ، اٹھو اور لوگوں کے سامنے تقریر کرکے اپنے نظریہ و عقیدے کا اظہار کرو ، خدا کی بارگاہ میں اپنی دلی توبہ کو گواہ بنائو کیونکہ اکثر شہروں کے اوضاع و احوال میں بے چینی ہے ہر جگہ تمھارے کرتوتوں کا چرچا ہے ، اسلئے اس بار اندیشہ ہے کہ کوفے والے تم پر چڑھ دوڑیں ، پھر تم مجھ سے کہو گے ۔

اے علی جاکر ان سے بات کرو ; اس صورت میں مجھے ان سے بات کرنے کا یارانہ رہے گا ، وہ لوگ بھی میرا کوئي بہانہ یا عذر نہیں سنیں گے ۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بصرہ والے تمہارے خلاف اٹھ کھڑے ہوں ، پھر تم مجھے فرمان صادر کرو کہ علی جائو ان سے بات چیت کرو اور جب میں تمھارے فرمان کو نظر انداز کروں تو تم مجھے اپنا قاطع رحم سمجھو ادائے حق میں کوتاہی کا الزام دو ۔

عثمان اٹھکر مسجد میں ائے اور تقریر کی ، اپنے گذری باتوں پر ندامت کا اظہار کرکے توبہ کی ، تقریر کے درمیان کہا :

اے لوگو خدا کی قسم تم لوگوں نے جو کچھ میرے اوپر تنقید کی میں ان سب کو جانتا ہوں ، جو کچھ میں نے ماضی میں کیا ہے سبھی میری علم و واقفیت میں تھا ، لاعلمی میں نہیں کیا ہے لیکن اس درمیان میری خواہش نفس نے مجھے سخت دھوکہ دیا ۔

حقائق کو الٹا میرے سامنے پیش کیا ، اخر کار اس خواہش نفس نے مجھے گمراہ کردیا ، مجھے جادہء حق و حقیقت سے منحرف کردیا ۔

میں نے خود رسول خدا سے سنا ہے کہ فرماتے تھے ۔

جو شخص غلطی کا مرتکب ہو جائے تو اسے توبہ کرنا چاہیئے ۔

اور جو شخص گناہ کا مرتکب ہو تو اسے توبہ کرنی چاہیئے ۔

اور اس سے زیادہ اپنے کو گمراہی میں نہ الجھائے رکھے ۔

اگر ظلم و ستم پر اصرار کرتا رہے گا تو وہ اس گروہ میں شمار کیا جائے گا جو حق کے راستے سے پوری طرح منحرف ہیں میں خود پہلا شخص ہوں جس نے اس فرمان سے نصیحت حاصل کی، اب میں ان تمام گذشتہ باتوں سے خدا کی بارگاہ میں استغفار کرتا ہوں، میں انکی تلافی کروں گا، اور میرے جیسے کیلئے یہی مناسب ہے کہ گناہ سے استغفار اور توبہ کرے ۔

اب میں جیسے ہی منبر سے اتروں تو معزز اور اشراف حضرات میرے پاس اکر اپنے اپنے مطالبات پیش کریں ۔

قسم خدا کی، اگر خدا یہی چاہتا ہو کہ میں بندۂ زر خرید رہوں تو اچھی طرح وہی روش اپنائوں گا، اور جب لوگوں سے ذلیل و خوار ہو جائوں گا تو فروخت شدہ غلام کی طرح صبر و شکیبائی کا رویہ اپنا لوں گا، جب بیچا گیا تو صابر ہے اور اناد ہوا تو شاکر ہے، اور کوئی کام خدا ہی کی طرف منتہی ہوتا ہے، اور تمام امور کی بازگشت اسی کی طرف ہے ۔

تم میں جو لوگ شائستہ کردار ہیں، مجھ سے منھ نہ موڑیں اور سمجھ لیں کہ مثال کے طور پر اگر میرا داہنا ہاتھ ان پر فرمان کی طرح نہیں ہے تو میرا بایاں ہاتھ ان پر فرماں بردار کی طرح ہے

لوگوں کو عثمان کی اس تقریر سے رقّت طاری ہو گئی، یہاں تک کہ بہت سے لوگ رونے لگے، ان کی بیچارگی دورماندگی اور توبہ و استغفار سے بہت زیادہ متاثر ہوئے، اسی حالت میں سعید بن زید نے عثمان سے کہا :

اے امیرالمومنین کوئی شخص بھی اپکا اتنا دلسوز نہیں ہے جتنے خود اپ اپنے دلسوز ہیں، اب اپ خود اپنا محاسبہ کیجئے اور جو وعدہ کیا ہے اس پر عمل کیجئے ۔

مروان کی وعدہ خلافی

جب عثمان منبر سے نیچے ائے تو سیدھے اپنے گھر گئے، وہاں انھوں نے مروان، سعید اور دیگر بنی امیہ کو موجود پایا یہ سبھی عثمان کی تقریر کے وقت مسجد میں موجود نہیں تھے، جیسے ہی عثمان بیٹھے، مروان نے ان سے کہا :

امیر المومنین اجازت ہے کہ میں کچھ کہوں :

عثمان کی زوجہ نائلہ اس سے پہلے بول پڑیں ۔

نہیں ، بہتر یہی ہے کہ تم کچھ نہ بولو ، خاموش رہو ، اسکے بعد وہ کہنے لگیں ۔

خدا کی قسم ، حالات کی کشاکش اتنی بڑھ گئی ہے کہ لوگ بلا شبہ ان سے بغاوت کر بیٹھیں گے اور قتل ہی کر ڈالیں گے ، ان کے بچوں کو یتیم کر دیں گے ، انھوں نے اس شورش کے دن ایسی بات کہی کہ کسی طرح بھی مناسب نہیں تھی اب انھیں اس سے باز انا چاہیئے

مروان اس بے جا مزاحمت سے بہت غصہ ہوا ، وہ اپے سے باہر ہو کر نائلہ سے سخت لہجے میں بولا تمھیں ان باتوں سے کیا سروکار باپ مرتے مرگیا اور یہ بھی نہ جان سکا کہ صحیح وضو کیسے کیا جاتا ہے ۔

نائلہ نے غصہ و نفرت کے ساتھ جواب دیا

مروان ، خاموش ہو جا ، تم میرے مرے باپ کا نام درمیان میں لا رہے ہو ، ان پر جھوٹا الزام لگا رہے ہو ؟ حالانکہ تمہارا باپ ایسا ہے کہ کسی کو اسکی جانبداری کا یارا نہیں ۔

خدا کی قسم ، اگر تیرا باپ عثمان کا چچا نہ ہوتا ، اور فطری بات ہے کہ برا چچا بھتیجے سے وابستہ ہوتا ہے ، تو تیرے باپ کیلئے بھی ایسی بات کہتی کہ تو انکار نہیں کر سکتا ۔

مروان نے مجبور ہو کر نائلہ سے منھ پھیر لیا ۔

دوبارہ عثمان کی طرف متوجہ ہو کر پہلی بات کی تکرار کی ۔

عثمان نے اسے بات کرنے کی اجازت دی تو مروان نے کہا ، میرے ماں باپ اپ پر قربان ، کیا اچھا ہوا کہ اپ نے یہ باتیں اس وقت کہی ہیں جب اپ کے پاس طاقت و اقتدار ہے، اپ اس طرح ذلیل نہ ہوتے ، اس حالت میں ، میںپہلا شخص ہوتا جو اپ سے خوش ہوتا ، اپ کی تائید کرتا ، یہاں تک کہ ظاہر بظاہر اسکی کمک کرتا ، لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ اپ نے یہ باتیں اس وقت کہی ہیں جب پانی چکّی میں گھس چکا ہے ، اور اپ کے اقتدار کا اتنا ہی حصہ باقی رہ گیا ہے جتنا خاشاک اور جھاگ کا حصہ زمین پر باقی رہتا ہے ۔

اپ نے نہایت ذلت و خواری کے ساتھ عوام کے سامنے اپنی ضرورت کا ہاتھ پھیلادیا اور انتہائی خاکساری و بے چارگی کے ساتھ ان کے سامنے سپر انداز ہوگئے ـ

خدا کی قسم اگر اپ بار بار گناہ کر کے صرف خدا کی بارگاہ میں استغفار کرتے تو اس سے کہیں زیادہ مناسب تھا کہ اپ نے عوام کے سامنے عاجزی اور توبہ کا مظاہرہ کیا اگر اپ چاہتے تھے کہ اپنی توبہ سے لوگوں کے دل جیت لیں تو ان کے سامنے اپنی غلطیوں اور گناہوں کا اقرار کرنا صحیح نہیں تھا ، اسی عاجزی اور غلطیوں کے اقرار کی وجہ سے لوگ اسطرح اپ کے دروازے پر امنڈ پڑے ہیں ـ

عثمان نے مروان سے کہا :

تم خود باہر جاکر ان لوگوں سے بات کرو کیونکہ مجھے اب ان سے بات کرتے شرم اتی ہے ـ

مروان گھر سے نکلا ، عثمان کے وعدے کی وجہ سے لوگوں کا ہجوم دروازے پر اگیا تھا ، شانے سے شانہ چھل رہا تھا ـ

ٹھیک اسی وقت مروان ان کے سامنے پہونچ گیا اور ان کی طرف رخ کر کے چلّانے لگا ـ

کیا بات ہے لوٹ پاٹ کرنے ائے ہو ، تمہارا منھ کالا ، ہر شخص کو دیکھ رہا ہوں کہ دوسرے کو روک کر خود اگیا ہے ، جسے میں دیکھنا چاہتا ہوں وہ لوگ نہیں ہیں

کیا معاملہ ہے ، کیا ہماری حکومت پر دانت تیز کئے ہوئے ہو اسطرح ہجوم کر کے ہماری حکومت چھیننے ائے ہو ؟

نکل جائو ، دفعان ہو جائو ، خدا کی قسم ، اگر ہماری طرف رخ کیا تو ایسی مار پڑے گی جسے تم سوچ بھی نہیں سکتے تمہیں بڑا مہنگا پڑے گا ـ

تم لوگ بھی کیا گدھے ہو ، اپنے گھروں کو واپس جائو ، تم لوگ دھوکے میں ہو ، ہم ہرگز تم سے پیچھے نہیں ہٹیں گے نہ اپنا اقتدار تمہارے حوالے کریں گے ـ

عثمان کی دور اندیش زوجہ

لوگوں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے عثمان سے جو کچھ دیکھا سنا تھا اور اب جو کچھ دیکھ رہے تھے، سخت حیرت و استعجاب میں تھے، وہ کیا تھا، اب یہ کیا ہے، اسکا جواب بہت مشکل تھا، سب کے سب حضرت علی کی بارگاہ میں گئے اور تمام واقعات کی اطلاع دی

حضرت علی علیہ السلام غصّے میں بھرے عثمان کے پاس ائے اور سخت لہجے میں بولے ابھی تم نے مروان کو نہیں چھوڑا نہ وہ تمھیں چھوڑ رہا ہے وہ تمھارا دین اور تمہاری عقل دونوں برباد کردے گا؟ تمھیں ذلیل اونٹ کی طرح جہاں چاہتا ہے گھسیٹتا پھرتا ہے، تم سر جھکائے چلتے چلے جارہے ہو۔

خدا کی قسم، مروان نہ تو مکمل ایمان رکھتا ہے نہ سالم فکر، حق کی قسم، میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ تمھیں ہلاکت میں ڈال دیگا پھر وہ تمھیں نجات نہیں دے سکے گا، تم نے اپنی حیثیت اور اپنا شرف پامال کردیا، اب اپنے کرتوتوں کی سرنوشت میں گرفتار ہو، میں اب اس کے بعد یہاں نہیں ائوں گا نہ تم سے کوئي سروکار رکھوں گا، نہ تمھارے کرتوت پر سرزنش کروں گا۔

جب حضرت علی علیہ السلام اس حالت میں گھر سے باہر چلے گئے تو عثمان کی زوجہ نائلہ ائیں اور اجازت طلب کرکے بولیں، میں نے علی کی بات سنی، اب وہ دوبارہ تمھارے پاس نہیں ائیں گے، تم نے اپنے کو پورے طور سے مروان کے قبضے میں دیدیا ہے، وہ جہاں چاہتا ہے تمھیں لئے پھرتا ہے، عثمان نے جواب دیا۔

بتائو بھی اب میں کیا کروں؟

نائلہ نے جواب دیا

خدائے واحد سے ڈرو، ابوبکر و عمر کا طریقہ اپناؤ اگر تم نے مروان کی بات مانی تو تمھیں قتل کرا دیگا_

لوگوں کی نظر میں مروان کی کوئي قدر و منزلت نہیں، وہ لوگ مروان ہی کی وجہ سے تم سے روگرداں ہیں، کسی کو علی کے پاس بھیجو اور انھیں اشتی سے بلائو، کیونکہ وہ تمھارے رشتہ دار ہیں، اور لوگوں نے ان سے کوئي ظلم بھی نہیں دیکھا ہے_

عثمان نے کسی کو بھیجا کہ حضرت علی علیہ السلام کو بلالائے، مگر حضرت علی علیہ السلام نے انکار کرتے ہوئے فرمایا: میں ان سے کہہ چکا ہوں کہ اب نہیں ائوں گا_

ادھر جب نائلہ کی بات مروان کو معلوم ہوئي تو عثمان کے پاس پہونچا اور ان کے سامنے بیٹھ کر بات کرنے کی اجازت چاہی_

عثمان نے اجازت دی تو مروان نے کہا:

یہ نائلہ، فرافصہ کی بیٹی عثمان نے اسکی بات کاٹتے ہوئے کہا اسکے بارے میں کوئي بات نہ کہو، خدا کی قسم وہ تم سے زیادہ میری رعایت کرتی ہے اور تم سے زیادہ میری ھمدرد ہے_

مروان مجبوراً چپ ہوگیا

طبری اپنی تاریخ میں لکھتا ہے [۲]

عبدالرحمن اسود نے مروان کے بارے میں کہا:

خدا مروان کا منھ کالا کرے، عثمان لوگوں کے سامنے ائے اور ان کے راضی ہونے کی باتیں کہیں_

یہ قربت اور صفائي ان پر ایسی محیط تھی کہ بے اختیار منبر پر رونے لگے، لوگ بھی رونے لگے، میں نے خود دیکھا کہ عثمان کی داڑھی انسوئوں سے تر تھی، وہ اسی حالت میں کہہ رہے تھے خدایا تجھ سے بخشائشے کا طلبگار ہوں، خدایا تجھ سے بخشایش کا طلبگار ہوں_ خدایا تجھ سے بخشایش کا طلبگار ہوں_ بخدا اگر ایسا ہو کہ میں زر خرید غلام ہو جائوں تو میں گردن جھکا دوں، اور راضی رہوں گا، جب میں گھر پہنچوں تو تم لوگ میرے پاس ائو، خدا کی قسم، اب کبھی تم سے پنہاں نہیں رہوں گا، دروازے پر دربان نہیں رکھوں گا، تمھارا حق دوں گا اور زیادہ ہی دوں گا، اور تم لوگوں کی خوشنودی کا سامان زیادہ سے زیادہ فراہم کروں گا، میں تم لوگوں کو زبان دیتا ہوں کہ مروان اور اسکے رشتہ داروں کو اپنے پاس سے دھتکاروں گا_

۲_ تاریخ طبری ج۵ ص ۱۱۲، ابن اثیر ج۳ ص ۹۶

جب عثمان اپنے گھر پہونچے تو حکم دیا کہ گھر کا دروازہ کھول دیا جائے اور اس پر دربان نہیں رکھا جائے _

لیکن مروان ان کے ساتھ گھر کے اندر گیا ، دیر نہیں گذری کہ خلیفہ کی رائے تبدیل کردی ، انھیں فریب دیا ، اور اسقدر مکّاری و حیلہ کام میں لایا کہ لوگوں کے ساتھ صلح و صفائي کے ارادہ سے منھ موڑ دیا ، نتیجہ یہ ہوا کہ

عثمان شرم سے تین دن تک گھر سے باہر نہیں نکلے (۳)

اس دن مروان خود عثمان کے گھر سے باہر نکلا اور چلّانے لگا چند لوگوں کو چھوڑ کے جنھیں میں چاہتا ہوں ، بقیہ تم سب کا منھ کالا ہو ، اپنے گھروں کو واپس جائو ، اگر امیرالمومنین کو تم میں کسی سے کوئي کام ہو گا تو ادمی بھیج کے بلوالیں گے ورنہ اسے گھر سے نکلنے کا حق نہیں ہے _

اس موقع پر میں حضرت علی کو تلاش کرنے نکلا ، جب مسجد میں پہونچا تو انھیں دیکھا کہ قبر رسول اور منبر کے درمیان بیٹھے ہوئے ہیں اپکے پہلو میں محمد بن ابی بکر اور عمار یاسر بیٹھے ہوئے لوگوں کے ساتھ مروان کے سلوک بیان کر رہے ہیں ، حضرت علی نے مجھے دیکھا تو فرمایا ، جس وقت عثمان تقریر کر رہے تھے تم وہاں تھے ؟ میں نے جواب دیا ، جی ہاں

حضرت علی علیہ السلام نے پوچھا ، مروان نے جو کچھ لوگوں سے کہا اسے بھی تم نے سنا ؟

میں نے جواب دیا ، جی ہاں ، اس وقت حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا :

خدا مسلمانوں کی فریاد کو پہونچے ، اگر میں گھر میں بیٹھ رہتا ہوں اور اس سے سروکار نہیں رکھتا تو عثمان کہتے ہیں ، اپ نے نہ میرا خیال کیا نہ میرے حق کا خیال کیا نہ رشتہ داری کا خیال کیا ، اور اگر بیکار نہیں بیٹھتا اور لوگوں سے بات کرتا ہوں تو مروان ٹپک پڑتا ہے اور باوجود اس کے کہ وہ مسن ہیں ، صحابی رسول ہیں عثمان کے ساتھ کھلواڑ کرنے لگتا ہے ، جہاں چاہتا ہے گھسیٹتا پھرتا ہے ،یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ عثمان کا پیادہ ایا اور حضرت علی سے بولا ، عثمان اپ کو بلا رہے ہیں _

۳_ خلیفہ کے فرائض میں نماز جماعت پڑھانا بھی تھا ، وہ تین دن تک نماز نہیں پڑھا سکے (سردار نیا)

حضرت علی علیہ السلام نے غصے میں بلند اواز سے فرمایا:

ان سے کہہ دو کہ اب میں نہیں ائوں گا اور نہ تمھارے اور مسلمانوں کے درمیان واسطہ بنوں گا_

عثمان کا پیادہ حضرت علی علیہ السلام کا جواب پہونچا نے چلاگیا، اگے عبدالرحمن بن اسود اپنی بات یوں بیان کرتے ہیں کہ اس واقعے کے دو رات بعد میں نے عثمان کو دیکھا کہ اپنے گھر سے چلے ارہے ہیں میں نے عثمان کے غلام نائل سے پوچھا_

امیرالمومنین کہاں جارہے ہیں؟

حضرت علی کے گھر اس کے دوسرے دن میں حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں پہونچا تو انھوں نے خود فرمایا:

گذشتہ شب عثمان میرے پاس اکر کہنے لگے، اب میں دوبارہ اپنی گذشتہ غلط حرکتیں نہیں دہرائوں گا، میں نے جو کچھ وعدہ کیا ہے اسے پورا کروں گا میں نے ان کے جواب میں کہا کیا اس کے بعد کہ تم نے منبر رسول پر لوگوں کے سامنے تقریر کی انھیں ہر طرح تعاون کرنے کی زبان دی، انھیں مطمئن کر کے تم اپنے گھر پلٹے، اسکے بعد مروان تمھارے گھر سے نکلا اور ان لوگوں سے جو تعاون کے امیدوار تھے گالیاں دینے لگا انھیں برا بھلا کہا، سبھی کو دکھ پہونچایا_

عثمان رنجیدہ ہو کر گھر سے جاتے ہوئے کہہ رہے تھے، میری رشتہ داری کا تم نے کچھ بھی خیال نہ کیا، مجھے ذلیل کیا اور لوگوں کو میرے اوپر گستاخ بنا دیا، میں نے جواب دیا خدا کی قسم میں اج سے پہلے تمہارا سب سے بڑا مددگار اور ساتھی تھا، لوگوں کی اذیت سے تمھیں بچاتا تھا، لیکن جب بھی میں نے تمھاری خوشنودی کی خاطر اپنے کو گرایا، مروان ٹپک پڑا اور تم نے اسکی بات مان لی، اور میری ساری کوششوں پر پانی پھیر دیا حضرت علی علیہ السلام نے اخر میں فرمایا، عثمان نکلے اور اپنے گھر چلے گئے_

عبداللہ الرحمن کا بیان ہے کہ، میں نے اس تاریخ سے حضرت علی علیہ السلام کو خلیفہ کے معاملے میں دخل دیتے نہیں دیکھا، نہ پہلے کی طرح ان کا دفاع کرتے دیکھا [۴]_

۴_ تاریخ گواہی دیتی ہے کہ حضرت علی نے عثمان کا سب سے زیادہ دفاع کیا یہاںتک کہ عثمان کے رشتہ دار بنی امیہ سے بھی زیادہ دفاع کیا، ان کا دفاع مفید بھی تھا، مولف محترم نے تاریخی احاطہ بندی نہیں کی ہے، صرف چند نمونے پیش کئے ہیں (سردارنیا)

محاصرۂ عثمان

ہم نے دیکھا کہ حضرت علی علیہ السلام نے عثمان کی جان بچانے کیلئے کئي بار سچے دل سے اقدامات کئے ، اور جن لوگوں پر انھوں نے اور ان کے کارندوں نے ستم ڈھائے تھے ان کے درمیان ایلچی بھی بنے تاکہ شعلہء انقلاب ٹھنڈا ہو جائے ، خلیفہ کی جان بچ جائے ، لیکن ان تمام تدبیروں اور کوششوں میں ہر بار عثمان قسم کھاتے ، عہد کرتے کہ لوگوں کی گردن سے عمّال بنی امیہ کے ہاتھ کوتاہ کروں گا ، لیکن احمق حاشیہ نشینوں کے بہکانے خاص طور سے بنی امیہ کی فرد مروان کی وجہ سے ہر وعدہ پیروں تلے روند ڈالتے نتیجے میں ایک دوسرا فتنہ کھڑا ہو جاتا ، مجبور ہو کر وہ دوبارہ حضرت علی سے چارہ جوئي کی درخواست کرتے ، خلیفہ کی سستی اور رذالت اس حد کو پہونچ گئي کہ امام نے ناگریز طور پر اس ذمہ داری سے ہاتھ کھینچ لیا ، اور عثمان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا تاکہ وہ اور ان کا مشیر مروان اور دوسرے سرداران بنی امیہ ان لوگوں سے جو اپنا حق لینے اور انصاف چاہنے کیلئے عثمان کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں ، اپس میں سمجھ لیں ۔

عکرمہ نے عثمان کے محاصرے کی تفصیلات کو ابن عباس سے نقل کیا ہے ، عثمان کا دوسری بار محاصرہ کیا گیا ، پہلی بار عثمان بارہ روز تک مصریوں کے محاصرے میں تھے ، اخر میں علی نے مقام ذی خشب پر ان سے ملاقات کر کے واپس کیا ، خدا کی قسم علی نے بھرپور خلوص نیت سے عثمان کو چھٹکارا دلانے کا ایثار کیا ، اور کوئي اقدام اٹھا نہیں رکھا ، یہاں تک کہ عثمان سے انھیں دلتنگ کردیا گیا وجہ یہ تھی کہ مروان و سعید کے علاوہ دوسرے رشتہ دار عثمان کو علی کے خلاف بھڑکاتے رہتے تھے ، اور عثمان بھی علی کے بارے میں جو باتیں کہی جاتیں انھیں مان لیتے تھے اور تصدیق کرتے تھے ، وہ سب عثمان سے کہتے کہ اگر علی چاہیں تو کسی کی ھمت نہیں کہ اپکے قریب اکر کچھ بول سکے ادھر اپ عثمان کو نصیحت کرتے ، انھیں ہدایت دیتے مروان اور اسکے رشتہ داروں کے حق میں ان سے سخت باتیں کہتے ، وہ سب بھی حضرت علی کے اس سلوک سے خفا ہو کر عثمان سے کہتے اپ تو ان کے امام اور پیشوا ہیں ، ان سے برتر ہیں ، ان کے رشہ دار ہیں ، پچیرے بھائي ہیں ، اپ کے سامنے وہ ایسے ہیں اور اپ کے پیٹھ پیچھے اپکو کیا کہتے ہیں ؟ اس طرح کی باتیں اتنی بار عثمان سے کہی گیئں کہ علی نے عثمان کے تعاون سے اپنا دامن کھینچ لیا ابن عباس کا بیان ہے ۔

جس دن میں مدینے سے مکّہ جارہا تھا ، اس دن میں علی کے پاس گیا ،اور ان سے کہا ، عثمان نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں مکّہ چلاجائوں حضرت علی علیہ السلام نے کہا :

عثمان حقیقت پسند نہیں رہ گئے کہ کوئي انھیں نصیحت و رہنمائي کرے ، انھوں نے اپنے گرد مٹھی بھر ذلیل اور پست فطرت افراد کو جمع کرلیا ہے جنھوں نے زینداریاں ہضم کرلی ہیں اور مالیات و خراج کو اپنے سے مخصوص کرلیا ہے ، لوگوں کی گاڑھی کمائي مال غنیمت کی طرح کھا رہے ہیں _

میں نے انھیں جواب دیا

وہ ہم لوگوں سے رشتہ داری کی وجہ سے حق رکھتے ہیں کہ اپ انکی حمایت کریں ، اس بارے میں اپکا کوئي عذر قابل قبول نہیں ، ابن عباس اخر میں بولے _

خدا جانتا ہے کہ میں نے چہرے پر عثمان سے نرمی اور شفقت کو واضح طور سے دیکھا ، لیکن دوسری طرف میں نے دیکھا کہ ان حالات پر وہ بہت برہم ہیں _

اسی طرح عکرمہ کہتا ہے (۵)

عثمان جمعہ کے دن منبر پر گئے ، حمد خدا بجالائے ، ٹھیک اسی موقع پر ایک شخص کھڑا ہوا اور عثمان سے بولا اگر صحیح کہہ رہے ہو تو قران کو اپنا رہنما بنائو اسکے احکام پر عمل کرو _

عثمان نے اس سے کہا ، بیٹھ جائو ، وہ شخص بیٹھ گیا لیکن پھر دوبارہ اٹھکر اعتراض کرنے لگا ، عثمان نے تین بار اسے بیٹھنے کا حکم دیا ، اس درمیان لوگوں میں اختلاف بڑھ گیا ایک دوسرے پر کنکریاں مارنے لگے ، سنگباری اتنی شدید تھی کہ اسمان نظر نہیں ارہا تھا ، سنگریزوں کی مار سے عثمان کی حالت یہ ہوئي کہ وہ منبر سے بیہوش ہو کر گرپڑے ، اسی حالت میں لوگوں نے انھیں گھر پہونچایا ، ٹھیک اسی وقت عثمان کا ایک نوکر ہاتھ میں قران لیکر گھر سے باہر نکلا اور بلند اواز سے یہ آیت پڑھنے لگا _

۵_ تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۱۳

انّ الذين فرقو ا دينهم انعام آیت ۱۵۹

جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور گروہ گروہ بن گئے ، یقینا ان سے تمھارا کوئي واسطہ نہیں انکا معاملہ تو اللہ کے سپرد ہے (۶)

علی علیہ السلام نے اپنے کو عثمان کے گھر پر پہونچایا ، وہ بیہوش تھے اور ان کے گرد بنی امیہ بیٹھے ہوئے تھے ، حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا :

امیرامومنین کو کیا ہوگیا ہے ؟

تمام بنی امیہ ایک اواز ہو کر چلاّنے لگے ۔

علیتم نے ہمیں مار ڈالا ، امیر المومنین کو یہ دن دکھایا ، بخدا اگر تم اپنی ارزو پا گئے تو ہم بھی تمھارے اوپر زندگی تلخ کردیں گے ۔

حضرت علی علیہ السلام نے انکا یہ جواب سنا تو غصّے میں بھرے ہوئے خلیفہ کے گھر سے نکل ائے عکرمہ کا یہ بھی بیان ہے کہ :

مدینہ کے باشندوں نے عثمان کو خط لکھا جسمیں انکی غلط باتوں کو گنا یا گیا تھا ، اور اصرار کیا گیا تھا کہ وہ توبہ کریں ، تحریر میں قسم کھا کر کہا گیا تھا کہ ہرگز نہیں بخشیں گے جب تک حکم خدا کے مطابق عمل نہ کرو گے ، ان کا حق نہ دیدو گے ، ورنہ قتل کردیا جائے گا

عثمان موت کی دھمکی سے بہت زیادہ ڈرے ہوئے تھے بنی امیہ کے اپنے طرفداروں ، اپنی بیوی اور بچوں سے بچائو کے بارے میں مشورہ کرتے ہوئے کہا :

تم سب لوگ دیکھ رہے ہو کہ چاروں طرف سے دبائو پڑرہا ہے لوگوں کی بغاوت کا شعلہ مجھے اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے اب کیا تدبیر کی جائے ؟

۶_ سورہ انعام آیت ۱۵۹ .... لست منهم فی شئي ....

سب نے رائے دی کہ کسی کو بھیجکر علی کو بلائیے ور کہیئے کہ وہ لوگوں سے بات کریں ، ان کے مطالبات پورے ہونے کا وعدہ کریں تاکہ اس درمیان امدادی کمک پہونچ جائے ;

عثمان نے کہا :

اب عوام دھوکہ نہیں کھایئں گے ، کوئي عذر یا بہانہ ہرگزنہیں مانیں گے ، میں نے پہلی دفعہ ان سے عہد و قرار کیا لیکن اس پر عمل نہیں کیا ، اس بار یقینی طور پر مجھ سے عہد خدا وندی کا مطالبہ کر کے ضامن بھی چاہیں گے ، جب میں ایسا کروں گا تو وہ پورا کرنے کی مانگ کریں گے ، مروان نے کہا :

اے امیرامومنین ، جب تک اپ کو طاقت نہ پہونچ جائے اس وقت تک ان سے قریب رہیئے انھیں کسی طرح بہلاتے رہیئے ، ان سے مجادلہ کرتے رہیئے ، جو کچھ اپ سے مطالبہ کررہے ہیں ، اپ وعدہ کرتے رہیئے ، جتنا بھی ہو سکے ان سے نرم گفتگو کیجئے اور جب کہ وہ لوگ اپ سے بغاوت کررہے ہیں تو اس عہد و پیمان کی کوئي وقعت بھی نہیں نہ اعتبار رہے گا _

عثمان نے یہ بات مان لی اور کسی کو حضرت علی علیہ السلام کے پاس بلانے کیلئے بھیجا ، جب اپ تشریف لائے تو ان سے کہا :

اپ ان لوگوں کا سلوک دیکھ رہے ہیں ، اپ نے دیکھا کہ انھوں نے کیا کیا ، اور میں نے کیسا مظاہرہ کیا ، میری حیثیت کو اپ اچھی طرح جانتے ہیں ، میں اس گروہ سے اپنی جان کے بارے میں بے خوف نہیں ہوں ، اپ جس طرح سے ہو سکے ان کے شر کو مجھ سے دور کیجئے ، خدائے تعالی ضامن ہوگا ، یہ لوگ جو کچھ چاہتے ہیںمیں خود اپنی ذات سے اور اپنے رشتہ داروں سے انھیں دیدوں گا ، اگرچہ اس راہ میں میرا خون بھی بہا دیا جائے _

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

یہ لوگ اپ کے خون سے زیادہ اپکے انصاف کے ضرورتمند ہیں، اپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں نے اس دروازے کی اڑ میں اپ کی مخالفت میں ایسے لوگوں کو دیکھا ہے کہ جب تک وہ اپنا حق نہیں لے لیں گے کسی طرح بھی اپ سے نرمی کا برتائو نہ کریں گے، اپ نے پہلی مرتبہ ان سے خدا کو گواہ کر کے عہد و پیمان کیا کہ ان گورنروں اور کارمندوں کو برطرف کردوں گا جنکی وجہ سے یہ عوام اپ سے غصہ ہیں، اور میں نے بھی اسی عہد و پیمان کی بنیاد پر ان لوگوں کو اپ کے پاس سے پراگندہ کیا۔

لیکن اپ نے کسی ایک وعدے کو بھی پورا نہیں کیا نہ اس پر عمل کیا، اب دوسری بار مجھے دھوکہ مت دیجئے، اور بیہودہ باتوں سے مجھے نہ بہلائیے، کیونکہ اگر اس بار ان سے ملاقات کروں گا تو حق و عدالت کی روشنی میں ان کا حق دیدوں گا۔

۔مجھے منظور ہے، اپ ان سے وعدہ کرلیجئے، خدا کی قسم ان باتوں کو پورا کرنے کیلئے میں اقدام کروں گا۔

حضرت علی علیہ السلام عثمان کے گھر سے نکلے اور لوگوں سے کہا:

تم لوگ اپنے حق کا مطالبہ کررہے ہو، وہ تمھیں مل جائے گا، عثمان نے تمھاری بات مان لی ہے، انھوں نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ تمھارے بارے میں حق و عدالت وہ خود اور دوسروں کی طرف سے مراعات کریں گے

۔ہمیں منظور ہے، لیکن ہمیں اطمینان دلائیےیونکہ ہم ان کے قول پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے اعتماد نہیں کرتے۔

حضرت علی علیہ السلام نے جواب دیا:

۔حق تم لوگوں کے ساتھ ہے پھر اپ عثمان کے پاس واپس گئے اور انھیں صورتحال کی خبر دی۔

عثمان نے کہا: ہمیں مہلت دیجئے، تاکہ اس مہلت کے سائے میں ان کے مطالبات کو عملی جامہ پنھاسکوں، کیونکہ یہ میرے بس میں نہیں ہے کہ ان کے تمام مطالبات کو ایک دن میں پورا کرسکوں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

جو امور مدینے سے متعلق ہیں ان میں مہلت کی ضرورت نہیں، لیکن دیگر تمام شہروں میں جتنے دن کے اندر کام ہو سکے اتنے دن کی وہ لوگ مہلت دیدینگے۔

عثمان نے جواب دیا:

۔ٹھیک ہے، لیکن اسکے باوصف مدینے سے متعلق معاملات کیلئے بھی تین دن کا موقع مان گئے۔

۔بہت ٹھیک ہے، اس وقت حضرت باہر ائے اور تمام لوگوں سے ساری روئداد بیان کی، پھر اپ نے عثمان اور ان لوگوں کے درمیان عہدنامہ لکھا کہ تین روز کے اندر عثمان مظلوموں کی داد کو پہونچیں اور وہ تمام کارستانیاں جن سے قوم بیزار ہے اب ان سے باز ایئں اور اس عہدنامہ میں خدا کا محکم ترین واسطہ جو اسکے بندے سے ہو سکتا ہے قرار دیں، عثمان کے اس وفائے عہد پر تمام مہاجرین و انصار کے سربراوردہ حضرات نے گواہیاں ثبت کیں، نتیجے میں مسلمانوں نے عثمان سے ہاتھ اٹھالیا اور اس امید میں کہ عثمان اپنا عہد پورا کریں گے سب لوگ واپس چلے گئے۔

لیکن لوگوں کے واپس ہونے کے بعد عثمان بیکار نہیں بیٹھے، بجائے اسکے کہ عوامی مطالبات پورے کرنے کی سبیل کریں وہ جنگی تیاریوں میں لگ گئے، اسلحے فراہم کرنے لگے تاکہ لوگوں سے مقابلہ کر سکیں، حکومت کے قیدیوں کو اچھی توانائیاں سمیٹنے لگے۔

جب تین دن کی مہلت گذر گئی، اور عہد پورا کرنے کا عثمان کا وعدہ دور دور تک نظر نہیں ایا لوگوں کی چارہ جوئی نہیں کی گئی کسی کارندے کو برطرف نہیں کیا گیا تو عوام نے دوبارہ ان کے اوپر چڑھائی کردی، صحابی رسول عمرو بن حزم انصاری نے ذی خشب میں جمع مصریوں کو جاکر خبر دی کہ عثمان نے کوئی وعدہ پورا نہیں کیا اسلئے دوبارہ انقلاب کیلئے امادہ ہو جائو، وہ لوگ بھی عمرو کے ساتھ مدینے ائے، پھر اپنی طرف سے نمائندوں کو عثمان کے پاس بھیجا، نمائندوں نے ان سے جاکر کہا:

۔کیا تم نے اپنے گذشتہ کرتوتوں پر توبہ نہیں کی تھی اور زبان نہیں دی تھی خدا کو گواہ نہیں بنایا تھا کہ جن باتوں سے عوام ناراض ہیں اب ان سے ہاتھ اٹھالوں گا؟

۔ہاں، میں اب بھی اس عہد پر باقی ہوں

۔اگر ایسا ہی ہے تو یہ خط کیسا ہے، جسے تم نے اپنے گورنر مصر عبداللہ کو لکھا ہے، ہم نے اسے تمھارے قاصد سے حاصل کیا ہے؟

۔میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا ہے، مجھے اسکی کوئی اطلاع نہیں۔ تمہارا قاصد تمھارے خاص اونٹ پر سوار تھا، تمھارا خط تمھارے ہی سکریٹری نے لکھا تھا، تمھاری ہی مہر ہے، خلافت کی مہر۔ جہاں تک اونٹ کی بات ہے تو ممکن ہے کہ چرا لیا گیا ہو، ادھر یہ ہے کہ دو خط ممکن ہے یکساں شباہت رکھتے ہوں، میری مہر بھی ہو سکتا ہے کہ جعلی ہو۔ ہم تمھارے معاملے میں جلدی نہیں کریں گے، اگرچہ ہم لوگوں کے نزدیک تمھاری غلطی ثابت ہے، اسکے باوجود اپنے بدکار گورنروں کو ہمارے سروں سے ہٹائو اور کسی ایسے کو حکومت دو جسکا ہاتھ ہمارے جان مال سے رنگا ہوا نہ ہو، ہمارے ساتھ انصاف

کرو، ہمارا حق واپس کرو اگر ایسا گورنر جسے میں نے معین کیا ہے تم اس سے خوش نہیں ہو اور میں اسے ہٹادوں اور تمہاری خواہش کے مطابق گورنر بنا دوں تو اخر میں کس کام کا ہوں؟ اسوقت تو میری نہیں تمھاری حکومت ہوگی، میری کوئی حقیقت نہیں رہ جائے گی۔ قسم خدا کی، یا تو یہ کام کرو یا خلافت سے دستبردار ہو جائو اگر تم نے مقابلہ کیا تو ہم تمہیں قتل کر دیں گے، اچھی طرح سوچ کر اپنی زندگی کے بارے میں فیصلہ کرو یہ خیال اپنے دماغ سے نکال دو کہ میں خلافت سے دستبردار ہو جائونگا، میں ہرگز اس لباس کو نہیں اتار سکتا جسے خداوند عالم نے مجھے پنھایا ہے۔

حیرتناک خط !!

اب ذرا ہم لوگ اس خط کو بھی دیکھیں جسکی طرف مصر والوں نے اشارہ کیا ہے ، اور اسے خلیفہ کی خیانت کا نا قابل تردید ثبوت بنا کر گھسیٹتے پھر رہے ہیں ، پیش کیا ہے ، وہ خط کیا تھا ، اسے لوگوں نے کس طرح حاصل کیا تھا ؟

ہم بھول نہیں گئے کہ پہلی بار جب عثمان مصریوں کے محاصرے میں تھے اور حضرت علی نے صلح و صفائي کر کے انھیں چھڑایا تھا ، انھوں نے پچھلے کرتوتوں پر توبہ کی تھی تو مصریوں نے بھی انھیں اس شرط پر چھوڑ دیا تھا کہ ان کی داد کو پہونچیں گے اور گورنر مصر عبداللہ بن سعد ابن ابی سرح کو معزول کردیں گے ۔

عثمان نے حکومت مصر کا فرمان محمد بن ابی بکر کے نام لکھ دیا اور کچھ مہاجرین و انصار کو عوام کی شکایت دور کرنے کیلئے ان کے ساتھ بھیجا تھا مصر کے باشندے اصحاب کی زیر نگرانی عثمان کے اصلاحی اقدامات نافذ کرنے کیلئے مصر جانے پر تیار ہو گئے ، وہ سبھی مصر کی طرف رواں دواں تھے ، جب وہ ایلہ [۷] یا اسکے ایک منزل کے اس پاس پہونچے تو اپنے پیچھے ایک سوار کو اتے دیکھا جو مصر کی طرف جارہا تھا ، لوگوں نے اسکا پتہ نشان پوچھا ، وہ سوار سیاہ صورت تھا ، اپنے کو امیرالمومنین عثمان کا غلام بتایا اس نے کہا کہ امیرالمومنین کا پیغام لیکر عبداللہ بن ابی سرح گورنر مصر کے پاس جارہا ہے ۔ تمام مصر والوں نے باہم مشورہ کر کے بھلائی اسی میں دیکھی کہ اس غلام کی تلاشی لی جائے ، ممکن ہے عثمان نے ان لوگوں کے توقع کے خلاف عبداللہ کو کوئی حکم دیا ہو ، لیکن پوری تلاشی کے بعد بھی جب کچھ بر امد نہ ہوا تو

---

۷ ۔ انساب الاشراف بلاذری ج ۵ ص ۲۶ ، تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۹۹ ، ریاض النفرہ ج ۲ ص ۱۲۳ ، عقد الفرید ج ۲ ص ۲۶۳

طئے کر لیا کہ اسے چھوڑ دیں اور راستہ نہ روکیں، اسی درمیان کنانہ بن بشیر نے کہا:

خدا کی قسم، جب تک مشک کے اندر کی بھی تلاشی نہ لے لوں گا اسے نہیں چھوڑوں گا، تم لوگ پوری احتیاط نہیں کر رہے ہو

سب نے کہا:

سبحان اللہ، کیا یہ بھی ممکن ہے کہ مشک کے اندر خط ہو_

کنانہ نے کہا، انسان کی مکاری رنگارنگ ہوتی ہے، اسکے مکر سے بے خوف نہیں ہونا چاہیئے_

اسکے بعد مشک کا دہانہ کھول کر سارا پانی بہا دیا گیا، اچانک اسمیں ایک سربمہر شیشی بر امد ہوئی، اس شیشی میں ایک نلکی رکھی گئی تھی جب وہ نلکی کھولی گئی تو اسمیں سے اس مضمون کا خط بر امد ہوا_

اما بعد، جب عمرو بن بدیل تمہارے پاس ائے تو اسے پکڑ کر گردن ماردو، اور ابن عدیس اور کنانہ اور عروہ کے ہاتھوں کو کاٹ ڈالو، پھر ان سب کو خون میں تڑپتا ہوا چھوڑ دو کہ ان کی جان نکل جائے، جب یہ مر جائیں تو ان سب کی لاش شاخ خرما پر لٹکا دینا _

جب مصر والوں نے خط پڑھا تو بیک اواز چلّائے_

خون عثمان حلال ہے، پھر سفر روک دیا اور مدینے پلٹ ائے، حضرت علی علیہ السلام سے ملاقات کر کے سارا ماجرا بیان کیا پھر اپ کی خدمت میں وہ خط پیش کیا_

حضرت علی علیہ السلام اس خط کے بارے میں عثمان سے پوچھا، عثمان نے قسم کھا کر کہا کہ وہ خط ان کا نہیں ہے نہ اسکے بارے میں کچھ جانتے ہیں اور کہا کہ:

_ یہ خط میرے سکریٹری کا لکھا ہوا ہے، اسمیں مہر بھی میری ہی ہے، پھر کس کے بارے میں گمان ہے؟ اسکا الزام تم کس پر دیتے ہو، عثمان نے جواب دیا_

_میں تمھارے اوپر الزام دیتا ہوں، کیونکہ یہ سبھی لوگ تمھارے حکم پر عمل کر رہے ہیں اور تم انھیں مجھ سے منتشر نہیں کر رہے ہو، حضرت علی غصّے میں بھرے ہوئے عثمان کے گھر سے چلے ائے اپ عثمان کی طرف رخ کرکے فرمایا:

_نہیں یہ تمھارے حکم سے لکھا گیا ہے

یہ بھی روایت ہے کہ اس وقت بنی امیہ نے حضرت علی سے کہا، اے علی، تم نے ہمارے معاملات کو برباد کیا، لوگوں کو ہمارے خلاف بھڑکایا، حضرت علی نے ان کا جواب دیا

اے بے وقوف نادانو مجھ پر کیسے الزام لگارہے ہو، جبکہ میں نے لوگوں کو عثمان سے پراکندہ کیا، بارہا ان کے حالات سدھارنے کی کوشش کی، اب اس سے زیادہ کیا کر سکتا تھا پھر ان سے منھ موڑ کر باہر نکل ائے، اپ فرماتے جاتے تھے_

خدایا، تو جانتا ہے کہ میرا دامن ان باتوں سے پاک ہے جسکا یہ بنی امیہ میرے اوپر الزام لگا رہے ہیں، اگر اس درمیان عثمان کا خون بہے تو

میں اسکا ذمّہ دار نہیں ہوں

واضح رہے کہ مہر خلافت پہلے حمران کے پاس تھي[۸]جب عثمان نے اسکو بصرہ جلا وطن کیا تو اس سے لیکر خلافت کی مہر مروان کے حوالے کردی تھی_ کہا جاتا ہے کہ مصریوں نے جو خط حاصل کیا تھا، مروان بن حکم مستقل طور سے مہر اپنے پاس رکھتا تھا، اس نے عثمان کو خبر کئے بغیر خط پر مہر لگا دی تھی_

جب مصریوں نے عثمان کو خط دکھایا تو عثمان نے انکار کرتے ہوئے کہا:

یہ خط جعلی اور بناوٹی ہے، مصر والوں نے کہا:

_لیکن خط کی رائیٹنگ تو تمھارے سکریٹری کی نہیں ہے

_ٹھیک ہے، لیکن اس نے بغیر میرے حکم کے لکھا ہے

_تمھارا غلام اس خط کا قاصد ہے

۸_ حمران کی جلا وطنی کا حال ولید بن عقبہ کے حالت میں گذر چکا ہے یہ عثمان کا ازاد کردہ تھا

_ صحیح ہے، لیکن وہ بھی میری اجازت کے بغیر مدینے سے نکلا

_ لیکن وہ تو تمھارے خاص اونٹ پر سوار تھا

_ ہوسکتا ہے، وہ اونٹ مجھ سے پوچھے بغیر اور میری اجازت کے بغیر لے گیا ہو گا

_ اب دو ہی صورت ہے، یا تم صحیح کہہ رہے ہو اور حقیقت بھی یہی ہے، یا تم جھوٹ بول رہے ہو اور ساری کاروائي تمہاری ہے_

چنانچہ یہ خط تمھارے حکم سے عبداللہ کو لکھا گیا، اور ہم لوگوں سے تم جھوٹ بول کر خلافت سے دستبرداری کے مستحق ہو گئے ہو کیونکہ تم نے بغیر کسی وجہ کے ہمارا خون بہانے کا حکم دیا_

اگر یہ بات ہے کہ تم سچ بول رہے ہو اور خط غلام اور اونٹ کے مسئلے سے بالکل پاک اور بے خبر ہو تو تمھاری نفسیاتی کمزوری اور غفلت کی وجہ تمھارے گھنائونے رشتہ دار مسلمانوں کے معاملات میں دخل دے رہے ہیں، اسطرح تم خلافت سے ہٹائے جانے کے مستحق ہو، کیونکہ تم ہرگز خلافت کے لائق نہیں ہو، کیونکہ دوسرے لوگ تمھاری بے خبری سے فائدہ اٹھا رہے ہیں، تمھاری طرف سے ایسے فرمان صادر کر رہے ہیں، کیا ایسے کو ہم اپنا امیرو پیشوا سمجھیں انھوں نے یہ بھی کہا کہ:

تم نے اپنی خلافت کے زمانے میں بہت سے اصحاب رسول اور دیگر مسلمانوں کو صرف اس جرم میں بری طرح مارا پیٹا کہ وہ تمھیں اچھی راہ دکھا رہے تھے، تمہیں حق و عدالت کی طرف واپس لانا چاہتے تھے، اب وہ وقت آگیا ہے قصاص کیلئے اپنے کو تیار کرو، عثمان نے جواب دیا:

پہلی بات تو یہ کہ ہو سکتا ہے کہ امام اور پیشوا اشتباہ کا شکار ہو جائے، اور میں کسی حالت میں بھی قصاص کے لئے اپنے کو تمھارے حوالے نہیں کروں گا، کیونکہ میں اکیلے سب کا قصاص بھگتنے کیلئے تیار ہو جائوں تو تباہ ہو جائوں گا [۹]

۹_ رسول خدا نے اپنی زندگی کے اخری ایام میں مسجد میں منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ میں فرمایا، جس شخص کو بھی مجھ سے اذیت پہونچی ہو اٹھے اور مجھ سے قصاص لے قیامت کے دن پر اٹھا نہ رکھے ایک صحابی اٹھے اور کہا کہ ایک جنگ کے موقع پر ہم لوگ جارہے تھے اور اپ اونٹ پر سوار تھے اپکا تازیانہ میرے شکم پر لگ گیا تھا میں اسکی تلافی چاہتا ہوں، رسول خدا نے حکم دیا کہ وہی تازیانہ لا کر صحابی کو دیا جائے، اس شخص نے کہا کہ اس وقت میرا پیٹ برہنہ تھا رسول خدا نے اپنا پیٹ برہنہ کردیا اور اپنے کو قصاص کے لئے تیار کرلیا، مسجد میں سناٹا چھایا ہوا تھا، لوگوں کی سانسیں رکی ہوئي تھیں، رسول خدانے مرض تپ میں اپنے کو قصاص کے لئے امادہ کیا تھا، ٹھیک اسی وقت صحابی نے اپنے کو رسول کے شکم مبارک پرڈال دیا اور بوسے لینے لگا، اور کہا جسم رسول سے قصاص لینے کی میری ہمت میں خدا کی پناہ طلب کرتا ہوں، عثمان اسی رسول کے خلیفہ تھے

مصر والوں نے کہا:

تم نے ڈھیر ساری غلطیاں کی ہیں، تمھارے کرتوت بڑے بھیانک اور سنگین ہیں، ان میں سے ہر ایک تمھاری بر طرفی اور خلع خلافت کے لئے کافی ہے، جب ان باتوں کو تمھارے کان میں ڈالا گیا تو تم نے توبہ کی، اظہار ندامت و شرمندگی کیا لیکن توقع کے خلاف انھیں باتونکو کر کے اپنی توبہ توڑدی جب ہم لوگ تمھارے پاس داد خواہی کیلئے اے تو تم نے توبہ و استغفار سے ہمیں موہ لیا _

محمد مسلمہ نے اس موقع پر تمہارے خلاف ہمارے اقدامات پر سخت سرزنش کی، دوسری طرف تمھارے وعدوں کی انھوں نے ضمانت لی اور جب اس بار تم نے انھیں ہمارے اور اپنے درمیان وساطت کیلئے بلایا تو تم سے منھ پھیر لیا، تم سے علحدگی اختیار کرتے ہوئے کہا:

اب میں کبھی ان کے معاملے میں مداخلت نہیں کروں گا _

بہر حال ہم پہلی بار کم تعداد میں ائے تھے اور واپس چلے گئے تاکہ تمھارے لئے کوئی بہانہ باقی نہ رہے، اور خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے جو تم پر گواہ ہے تمھارا وعدہ پورا ہونے کی امید میں بیٹھے رہے، لیکن ان تمام توبہ و دلجوئی کے باوجود تمھارا حیرتناک خط ہمیں حاصل ہو گیا جسے تم نے اپنے گورنر کو لکھا تھا کہ ہمیں قتل کردو، ہاتھ پیر کاٹ دو، پھانسی پر لٹکا دو، اور اب تم ڈھکوسلہ کر رہے ہو کہ تمھیں اسکی کوئی اطلاع نہیں، حالانکہ وہ فرمان تمھارے غلام کے ہاتھ میں تھا جو

تمھاری خاص سواری پر تھا، اس خط میں تمھارے سکریٹری کی تحریر تھی، تمھاری خلافت کی مہر تھی _ اور اب تمھاری گذشتہ باتوں کو دیکھتے ہوئے کہ تمھارے کارندے ہم پر ظلم و ستم کررہے ہیں، تم نے بیت المال کو اپنی ذاتی ملکیت بنا لیاہے، تمھارے رشتہ داروں نے اسے اپنی چیز سمجھ لیا ہے _

ان تمام سنگین معاملات کو تم نے بڑی سادگی سے لیا، پھر تم نے توبہ و شرمندگی کا اظہار کیا، اسکے بعد تم نے توبہ توڑ کر ان غلطیوں کو دہرایا، یہ سب سوائے تمھارے کوئی بھی ایسی گھنائونی اور خلافت حق باتیں نہیں کر سکتا _

ہم نے پہلی بار تم سے ہاتھ اٹھالیا، جبکہ یہ مناسب نہیں تھا اسی وقت تمہیں بر طرف کر دینا چاہیئے تھا اور کسی دوسرے ایسے صحابی رسول کو جسکا دامن تمھاری طرح الزامات سے الودہ نہ ہو تمھاری جگہ پر بٹھا دینا چاہیئے تھا۔

اب بھی موقع ہے، خلافت سے کنارہ کش ہو جائو، کیونکہ علحدگی ہی سب سے زیادہ صلح پسندی کی راہ ہے، اسمیں ہم دونوں کا فائدہ ہے۔

عثمان نے جواب دیا:

کچھ اور تو نہیں کہنا چاہتے ہو، تم نے اپنی ساری باتیں کہہ ڈالیں؟

مصر والوں نے جواب دیا، ہاں

پس از حمد خدا، اما بعد، تم لوگوں نے اپنی باتوں میں عدل و انصاف کی رعایت نہیں کی، جلدی بازی میں ایسا فیصلہ کیا جو انصاف سے بعید ہے۔

تم کہتے ہو کہ میں خلافت سے دستبردار ہو جائوں، تو سمجھ لو کہ میں ہر گز اس لباس کو نہیں اتاروں گا جسے خدا نے میرے بدن پر پنھایا ہے، اور جس اقتدار سے خدا نے مجھے نوازا ہے، تمام لوگوں میں مجھے منتخب کیا ہے، اسے ہر گز نہیں چھوڑوں گا، لیکن میں توبہ کرتا ہوں، اور برائیوں سے باز اتا ہوں اب ہر گز ایسے کام نہیں کروں گا، جسے مسلمان نا پسند کرتے ہیں، کیونکہ خدا کی قسم میں رحمت حق کا طلبگار ہوں، اسکے غضب سے ترساں ہوں۔

مصریوں نے کہا:

اگر یہ پہلی بار ہوتا کہ تم غلطی کرتے پھر توبہ کرتے اور توبہ پر ثابت قدم رہتے اور گذشتہ غلط کاموں کو نہ دہراتے تو ہم پر لازم تھا کہ تمھاری پیشکش قبول کر لیں، اور تمھیں چھوڑ دیں، اور جیسا کہ تم جانتے ہو باوجود اسکے کہ تم نے ڈھیر ساری غلطیاں کی تھیں ہم نے پہلی دفعہ کی توبہ پر تمھیں چھوڑ دیا حالانکہ ذرا بھی ہمیں اندیشہ نہیں تھا کہ تم اپنے گورنر کو ہمارے خلاف خط لکھ کر ہمارے قتل کا فرمان جاری کرو گے، اب جبکہ تم نے یہ کام کر ہی ڈالا ہے اور ہمیں وہ خط

بھی دستیاب ہو گیا ہے تو اب دوبارہ تمھاری توبہ پر کیسے اطمینان کر لیں، تمھاری توبہ کیسے مان لیں ؟

ہم نے تو تمھیں ازما لیا ہے کہ تم توبہ شکن ہو، تم گناہوں سے توبہ کر کے پھر اسکا ارتکاب کرتے ہو، اب تم سمجھ لو کہ ہم کسی قیمت پر واپس نہیں ہوں گا، تمھاری جگہ پر کسی دوسرے کا انتخاب کریں گے، اگر تمھارے حمایتی، رشتہ دار اور ماننے والے ہم سے جنگ پر امادہ ہوں گے تو ہم لوگ بھی جان پر کھیل جایئں گے، ان سے جنگ کریں گے تاکہ تم پر قابو حاصل کریں اور تمھیں قتل کریں یا خود اس راہ میں قتل ہو جائیں_

عثمان نے جواب دیا :

_لیکن حکومت سے دستبردار رہونا تو قطعی محال ہے

کیونکہ اگر مجھے پھانسی بھی دیدی جائے تو یہ میرے لئے اس بات سے اسان ہے کہ جس اقتدار خلافت کو خدا نے مجھے عطا کیا ہے میں اس سے دستبردار ہو جائوں_

اور تم جو یہ کہتے ہو کہ جو لوگ میری حمایت میں بولیں گے تم ان سے جنگ کرو گے تو میں کسی کو حکم نہیں دوں گا کہ وہ تم سے جنگ کرے، اگر اس درمیان کوئی شخص بھی تم سے مقابلہ کرے تو وہ میرے حکم سے نہیں ہو گا، کیونکہ میری جان کی قسم اگر تم سے جنگ کا ارادہ رکھتا تو اسی بارے میں میں لکھ کر حکم دیتا اور مدینے کو پیادوں اور سواروں سے بھر دیتا، یا پھر عراق و مصر پناہ لیتا، ان باتوں کے ہوتے تم لوگ اپنے بارے میں سوچو، اگر میری جان پر رحم نہیں کرتے تو خود اپنی جان سے ڈرو، کیونکہ اگر تم نے میرا خون بہا دیا تو بڑے خون بہیں گے

جب مصر کے نمائندے نکل گئے تو عثمان نے محمد بن مسلمہ کو بلایا اور حکم دیا کہ مصر والوں کو واپس کردیں، محمد نے جواب دیا :

_خدا کی قسم، میں ایک سال میں دوبار جھوٹ نہین بولوں گا

بلاذری لکھتا ہے [۱۰]

مصر والے مدینے سے تین منزل پر تھے کہ خلیفہ کا قاصد دیکھا گیا جو مصر کی طرف تیزی سے جارہا ہے، جب انھوں نے خلیفہ کا خط حاصل کیا تو محمد بن ابی بکر نے تمام مہاجرین و انصار جو ساتھ میں جارہے تھے انکے سامنے خط کھول کر پڑھا، خط کا متن یہ تھا_

جب فرزند ابوبکر اور فلاں و فلاں تمھارے پاس ایئں تو جو حیلہ اپنا سکو انھیں قتل کرڈالو، اور محمد بن ابی بکر کا فرمان لیکر پھاڑ ڈالنا اور تا حکم ثانی تم اپنے منصب پر باقی رہو، اور جو بھی تمھاری شکایت لیکر میرے پاس انا چاہے اسے قید کر لو_

جب مصریوں کو مضمون خط کی اطلاع ہوئي تو جوش و خروش کے ساتھ تیزی سے مدینے واپس ائے، فرزند ابو بکر نے اس خط پر پہلے اپنے چند ساتھیوں کی مہر لگوالی، جب وہ مدینے پہونچے تو حضرت علی علیہ السلام، طلحہ، زبیر، سعد اور دیگر تمام اصحاب رسول کو جمع کیا اور غلام کے خط حاصل کرنے کا سارا واقعہ بیان کیا، پھر انھیں کے سامنے خط کھول کر پڑھا_ جلسہ ختم ہونے کے بعد مدینہ کا کوئي بھی شخص ایسا نہ تھا جسے عثمان سے شدید نفرت نہ ہو گئي ہو، اس مسئلے نے واقعہ ابن مسعود، عمار یاسر اور ابوذر کے غمناک تاثر میں مزید اضافہ کردیا_

تمام اصحاب رسول اپنے گھر چلے گئے، وہ عثمان کے اس خط سے اپنے دل میں شدید رنج و افسوس محسوس کررہے تھے_

لوگوں نے عثمان کا محاصرہ کرلیا، اور محمد بن ابی بکر نے طلحہ اور دوسرے بنی تیم کے افراد کی مدد طلب کی، عائشہ نے بھی اپنی زبان سے عثمان کے دل میں کچو کے لگائے_

البدء والتاریخ میں ہے کہ [۱۱] محمد بن ابی بکر اور طلحہ و زبیر و عائشہ عثمان کے زبردست مخالف تھے، مہاجرین و انصار نے بھی انھیں ان کے حال پر چھوڑ کر کوئي سروکار نہیں رکھا تھا، جو حالات پیش ارہے تھے اس پر کوئي توجہ نہیں کر رہے تھے_

۱۰_ انساب الاشراف بلاذری ج۵ ص ۶۷_۶۸

۱۱_ البدء و التاریخ ج۵ ص ۲۰۵

عائشہ نے مسجد میں عثمان پر اعتراض کیا ، اور انکے کرتوتوں کو گنایا ، رسول خدا کے بال ، لباس اور جوتیوں کو باہر نکال کر فرمایا کہ:

کتنی جلدی تم نے رسول کی سنت اور سیرت کو پس پشت ڈال دیا اور فراموش کر ڈالا _

عثمان نے جب یہ باتیں سنیں تو ابوبکر کے خاندان کو برا بھلا کہنے لگے وہ غصے میں اس قدر اپے سے باہر تھے کہ جو منھ میں ارہا تھا بک رہے تھے _ عثمان کے زبردست مخالفین میں قبیلہ تیم کے اہم ترین افراد تین تھے ، ام المومنین عائشہ ، ان کے بھائی محمد بن ابی بکر اور ان کے چچیرے بھائی طلحہ ، اور جیسا کہ مورخین لکھتے ہیں کہ عائشہ اور

عثمان کے درمیان بارہا توتو میں میں ہوئی ، چنانچہ تاریخ یعقوبی میں ہے [۱۲]

عثمان منبر رسول پر تقریر کررہے تھے کہ ناگہاں عائشہ نے رسول خدا کا پیراہن اپنے سر پر رکھا اور لہراتے ہوئے چلانے لگیں _

اے مسلمانو یہ رسول خدا ﷺ کا لباس ہے ، ابھی یہ پرانا بھی نہیں ہوا ہے کہ عثمان نے اسقدر جلد سنت رسول کو فراموش کردیا ہے ، بالکل ملیا میٹ کردیا ہے _

عثمان نے جو یہ خلاف توقع حملہ دیکھا تو قران کا سہارا پکڑنے کے سوا چارہ نہیں دیکھا ، وہ جواب میں قران کی یہ آیت پڑھنے لگے ;

پروردگار ، عورتوں کی مکاری و عیاری سے مجھے بچا کیونکہ ان عورتوں کی مکاری بہت عظیم ہوتی ہے [۱۳]

۱۲_ تاریخ یعقوبی ج۲ ص ۱۷۵

۱۳_ سورہ یوسف آیت ۲۳ و الا تصرف عن کید ھن

عائشہ کا تاریخی فتوي

عائشہ جن کے دل عثمان سے خونم خون تھا ، اور سر میں اپنے چچیرے بھائي طلحہ کی تمنائے حکومت کروٹیں لے رہی تھی ، لوگوں کی بغاوت اور محاصرے سے بھرپور استفادہ کیا ، انکی موت کا تاریخی فتوی صادر کردیا _

اس بارے میں ابن اعثم کوفی لکھتا ہے (۱۴)

ام المومنین عائشہ کو جب معلوم ہو گیا کہ یہ تمام لوگ عثمان کے قتل کا مصمم ارادہ کئے ہوئے ہیں تو چلّا کر بولیں_

اے عثمان تم نے مسلمانوں کے بیت المال کو اپنی ذاتی ملکیت بنا لیا ہے ، بنی امیہ کے ہاتھوں کو مسلمانوں کے جان ومال پر مسلط کردیا ہے ، انھیں اقتدار سونپ دیا ہے ، اسطرح تم نے سارے مسلمانوں کو مصائب و الام میں جھونک دیا ہے؟ خداوند عالم زمین و اسمان کی برکت تم سے اٹھالے ، اگر ایسا نہ ہوتا کہ تمام مسلمانوں کی طرح تم بھی نماز پڑھتے ہوتے تو تمہیں اونٹ کی طرح قتل کر ڈالا جاتا (۱۵)

جب عثمان نے عائشہ کی یہ باتیں سنیں تو قران کی یہ آیت پڑھنے لگے _

کافروں کے لحاظ سے اللہ نے مثال پیش کی ہے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی جو ہمارے بندوں میں سے دونیک بندوں کی زوجیت میں تھیں تو انھوں نے ان سے غداری کی تو ان دونوں نے ان دونوں کو خدا کے عذاب سے کچھ بھی نہیں بچایا ، اور کہا گیا کہ داخل ہو جائو دونوں اگ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ (۱۶)

جی ہاں یہ حقیر کرنے والی آیت پیش کرکے عثمان نے عائشہ کا جواب دیا عائشہ جنکا مزاج سخت متعصب اور تند و سرکش تھا ، وہ ایسی خاتون تھیں کہ غصے کے عالم میں وہ اپنے اپ میں نہیں رہتی تھیں _

یہ جواب سنکر اور وہ خط جسے ان کے بھائي محمد نے مصر کے راستے میں حاصل کیا تھا اور جسمیں محمد کے قتل کا فرمان تھا ، ام المومنین اپنے خاندان پر جان دیتی تھیں ، ایسی منقلب اور غضبناک ہوئیں کہ کسی قسم ، کی پرواہ کئے بغیر واضح لفظوں میں فتوی صادر کردیا _

۱۴_ تاریخ بنی اعثم ۱_ ۱۵۵

۱۵_ ممکن ہے کہ یہ سرزنش ام المومنین اس سے قبل ہوگی جب ان کے بھائي محمد بن ابی بکر کو مصریوں کے ساتھ قتل کا خط حاصل کیا تھا ، ام المومنین نے پھر اس خط کے بعد عثمان کے نماز کی طرف کوئي توجہ نہیں کی اور قتل عثمان کا فتوی صادر کر دیا

۱۶_ مفسرین کے مطابق اساس سورہ تحریم عائشہ اور ایک دوسری زوجہ کے اقدامات کا نتیجہ تھا ، انھیں دونوں کے بارے میں یہ سورہ نازل ہوا ، عثمان نے مقام معارضہ میں سورہ تحریم کی دسویں آیت پڑھي" اقتباس امراۃ نوح و امراۃ لوط "

انھوں نے چلّا کر کہا ، اس نعثل کو قتل کردو یہ کافر ہو گیا ہے (۱۷)

جیسے ہی یہ فتوی ام المومنین کی زبان سے نکلا تو جیسے خشک خرمن میں چنگاری بھڑک اٹھے ، تیزی کے ساتھ ایک سے دوسرے منھ تک پہونچی ، جنگل کی اگ کی طرح تمام زبانوں پر پھیل گئي ، مدینہ کا کوئي معزز شخص بھی ایسی بات نہیں کہہ سکتا تھا بلکہ اسکا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا _

ایئے ب ذرا نعثل کا مطلب بھی سمجھ لیں

نعثل کا مطلب لغت میں مندرجہ ذیل ہے (۱۸)

۱_ تیندوا، لکڑ بگھا

۲_ بد حواس بڈھا ، احمق ، نادان ، نا سمجھ

۳_ مصر میں ایک لمبی داڑھی والا اسی نام سے پکارا جاتا تھا

۴_ مدینے میں ایک یہودی کا یہی نام تھا ، عثمان کو اسی سے تشبیہ دی گئي

لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ ام المومنین کی نظر میں جو اپنی فراست اور ہوشمندی سے سر شار تھیں ، انھوں نے کسی ایک معنی پر اکتفا نہیں کی تھی ، انکی نظر میں یہ تمام معانی تھے ، انھوں نے اپنی فطری قدرت بیان اور فصاحت و بلاغت کو بروئے کار لاتے ہوئے ان تمام معانی کو اس مختصر اور حتمی جملے میں سمیٹ لیا تھا ، اور پھر سنساتے تیر کی طرح اپنے دشمن عثمان پر چلا دیا ، جو ٹھیک ان کے سینہ میں پیوست ہو گیا اور ہمیشہ کیلئے ان کے دامن پر باقی رہ گیا _

یہی مختصر جملہ ضرب المثل کی طرح عثمان کے دشمنوں کی زبان پر چڑھ گیا ،یہاں تک کہ اس فتوی کی بنیاد پر خلیفہ اپنے مخالفوں کے ہاتھوں قتل کردئے گئے ، یہ نام اپنے تمام معانی کے ساتھ مدتوں ان کے دشمنوں کی زبان پر جاری رہا ، اور ہمیشہ کے لئے تاریخ میں ثبت ہو گیا ، اعورشنی اپنے شعروں میں لکھتا ہے _

۱۷_ تاریخ طبری ج ۴ ص ۴۷۷ ، تاریخ بن اعثم ج ۱ ص ۱۵۵ ابن اثیر ج ۳ ص ۸۷ ، ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۷۷ نھایہ ج ۴ ص ۱۵۶

۱۸_ لغت میں نعثل کا مطلب دیکھنے کیلئے نہایہ ابن اثیر قاموس ، تاج العروس لسان العرب اور المنجد دیکھئے

برئت الی الرحمن من دین نعثل

ودین ابن صخرایها الرجلان (١٩)

میں دین نعثل عثمان سے اور صخر کے بیٹے معاویہ کے دین سے بیزار ہوں_

محمد بن سیرۃ بن ابی زھیر قرشی کا یہ شعر ہے

نحن قتلنا نعثلا بالسیرة

اذ صد عن اعلامنا المنیرة

ہم نے بنام سنت نعثل کو قتل کیا ہے ، جبکہ وہ ہمارے درخشاں پرچم کی پیش رفت میں رکاوٹ بن گیا_

جب عمرو عاص نے جنگ صفین میں بعض شعر پڑھتے ہوئے یہ مصرع کہا ، ردوا علینا شیخنا کما کان [٢٠]

ہمارے بزرگ اور ہمارے سردار (عثمان) کو جیسا کہ وہ تھا ہمیں واپس کردو_

تو عراقی لشکر سے جواب ملا_

ابت سیوفنا مذ حج و ھمدان

بان ترد نعثلا کما کان (٢١)

(قبیلہ مذجج و ہمدان کی تلواریں انکار کر رہی ہیں کہ نعثل عثمان صحیح و سالم واپس کیا جاسکے)

١٩_ انساب الاشراف ج ٥ ص ١٠٥

٢٠_ کتاب صفین ص ٤٥٦_ ٢٥٦_ ٢٥٧_ ٤٥٤

٢١_ کتاب صفین ص ٤٥٦_ ٢٥٦_ ٢٥٧_ ٤٥٤

عمرو عاص نے دوبارہ گہار مچائی ردوا علینا شیخنا ثم بجل [۲۲]

ہمارا شیخ و سردار ہمیں واپس کردو یہی ہمارے لئے کافی ہے ـ

عراقیوں نے جواب میں کہا ،

کیف نرد نعثلا و قد قحل [۲۳]

نعثل کو ہم کیسے واپس کریں ، وہ تو سڑ گل گیا ہے ـ

عائشہ کے تاریخ فتوی کا تجزیہ

اگر چہ عائشہ کے فتوی صادر کرنے سے قبل تک لوگوں اور عثمان کے درمیان صلح و صفائی کا تھوڑا بہت روشندان کھلا ہوا تھا ، کیونکہ حضرت علی اور دوسرے لوگ بیچ بچاؤ کر رہے تھے ، لیکن ام المومنین کی طرف سے فتوی صادر ہوتے ہی ، وہ روشندان پورے طور سے بند ہوگیا ، عثمان کی موت یقینی ہو گئی ، پھر جو ہونا تھا ہوا ـ ام المومنین کو شیخین کے زمانے میں جو مرتبہ و مقام حاصل ہوگیا تھا اسے اپ نے گذشتہ صفحات میں ملاحظہ کیا ، انھیں دونوں نے مسلمانوں کی نگاہ میں ام المومنین کی عظمت بڑھانے کا سامان کیا اور اسقدر احترام کیا کہ انھیں سے فتوے اور احکامات حاصل کرتے تھے ـ

ادھر عائشہ کے فتوے اور احکامات کی تاثیر اتنی بڑھائی گئی اور وہ بھی اسقدر موقع شناس تھیں فتوی کا نفاذ فوراً ہو جاتا ، جیسا کہ ـ لیفہ کے بارے میں ان کا فرمان قتل صادر ہوتے ہی سرداران بنی امیہ جو اقتدار کے مالک تھے وہ ایک طرف ہو گئے اور مسلمانوں کے سارے طبقے دوسری طرف ، ان دونوں پارٹیوں میں شدید اختلاف و کشمکش کا بازار گرم ہوگیا ، فتنہ و اشوب کے شرارے تمام اطراف مملکت میں راجدھانی سے لیکر دور دراز علاقوں میں پھیل گئے ، ہم نے ان کی تفصیلات کی طرف گذشتہ صفحات میں اشارہ کیا اگر چہ زیادہ تر کو اختصار کے پیش نظر بیان نہیں کیا ـ ام المومنین کے اس فتوی پر عمل کرنے کیلئے تمام مسلمان امادہ اور کمربستہ ہو گئے ، چاہے وہ اصحاب رسول ہوں یا دوسرے ، انھوں نے پکا ارادہ کرلیا

۲۲ـ کتاب صفین ص ۴۵۶ـ ۲۵۶ـ ۲۵۷ـ ۴۵۴

۲۳ـ کتاب صفین ص ۴۵۶ـ ۲۵۶ـ ۲۵۷ـ ۴۵۴

کہ یہ فتوی بہر حال عملی جامہ پہنے گا اب دو ہی راستے تھے ، جنگ یا عثمان کی برطرفي خود جنگ کی بھی دو صورت تھی ، یا تو خود خلیفہ جوبلوائیوں کے محاصرے میں ہے اسکی طرف سے جنگ کرے اور انقلابیوں کے خلاف تلوار اٹھائے یا لوگوں کی صف میں شامل ہو جائے ، اور خلافت کے خلاف شورش و انقلاب برپا کرنے والوں کے ساتھ ہو کر جنگ کرے ۔ حضرت علی علیہ السلام اور سعد وقاص جو اصحاب شوری میں تھے ۔ یہ دونوں خاموشی اختیار کئے ہوئے تھے ، گوشہ نشین تھے ، لیکن طلحہ و زبیر انقلابیوں کے ساتھ تھے ، ان لوگوں نے شورش پسندوں کی قیادت سنبھال رکھی تھی ۔

عثمان کو نعثل پکارنے والے لوگ

نعثل کا نام لوگوں کی زبان پر چڑھ گیا ، ام المومنین کا فرمان کہ نعثل کو قتل کردو ، ایک دوسرے کی زبان پر چڑھتے چڑھتے عام ہو گیا ، اگرچہ ام المومنین کی پہلی ذات ہے جس نے عثمان کا نام نعثل رکھا ، اور انکی طرف سے عثمان کا یہ نام علم کی شکل اختیار کر گیا ، لیکن عثمان کی حیات ہی میں بعض اور لوگ بھی تھے جنکا دل عثمان کی زیادتیوں کی وجہ سے خون ہو گیا تھا ، انھوں نے انکے منھ پر یہ نام دہرایا ، ان میں جبلہ بن عمرو ساعدی [۲۴] بھی ہیں ۔

طبری لکھتا ہے کہ :

جبلہ اپنے گھر پر زنجیر درپکڑے کھڑے تھے اتنے میں ادھر سے عثمان گذرے تو جبلہ نے کہا :

اے نعثل ، خدا کی قسم میں تجھے قتل کروں گا پھر تجھے اونٹ پر سوار کر کے جہنم رسید کردوں گا ۔

بلاذری لکھتا ہے :

جبلہ اپنے دروازے کی زنجیر تھامے کھڑے تھے ، عثمان گذرے تو کہا ، یہ زنجیر دیکھتا ہے ؟ یہ زنجیر گردن میں ڈال دونگا ورنہ اپنے حمایتوں سے ہاتھ اٹھالے ، تونے بازار مدینہ کو حارث بن حکم کے نام قبالہ لکھ دیا ہے ، اور تونے یہ یہ کرتوت کئے ہیں ۔

---

۲۴ ۔ ان کے نسب کے بارے میں اختلاف ہے لیکن سب نے لکھا ہے کہ یہ اصحاب رسول میں صاحب علم و فضل تھے ، حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ جنگ صفین میں شریک ہوئے ، اخر عمر میں مصر سکونت اختیار کرلی تھی ، اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۶۹ ملاحظہ ہو

جبلہ کا اعتراض اس بات پر تھا کہ عثمان نے بازار مدینہ کا سارا انتظام اپنے چچیرے بھائي حارث بن حکم کے ہاتھ میں دیدیا تھا، اسکی حالت یہ تھی کہ تمام اجناس اور اہم سامان بظاہر عثمان کے نام خرید کر جس بھائو چاہتا لوگوں کو بیچتا تھا اسطرح وہ اکیلے بازار کا سارا منافع خود کھاتا تھا اور کسی کو اعتراض کی ہمت نہ تھی۔

حارث کو جانے دیجئے، حکم اسکا بھائي خلافت میں حد سے زیادہ رسوخ رکھتا تھا، بازار والوں سے ٹیکس لیتا، خلاف شرع اور انسانیت سے گری ہوئي حرکتیں کرتا تھا۔

بازار والوں نے بارہا عثمان سے شکایت کی، حارث کی عیاریوں سے انھیں مطلع کیا لیکن اپنے چچیرے بھائي حارث کی عزت اس قدر زیادہ تھی کہ بازاریوں کی بات پر توجہ دیکر اسے روک نہیں سکتے تھے، اسے ہٹا کر اس مصیبت کو دفع بھی نہیں کرتے تھے، نہ حارث کے خلاف کاروائي کرتے، عثمان کے بہی خواہوں نے اور ان تمام لوگوں نے جو عوام کو خلافت کی تمام باتیں بے چون و چرا ماننے کا مشورہ دیتے، یہ سبھی عثمان کی مطلق العنانی کو دیکھتے ہوئے بارہا جبلہ سے اصرار کرتے کہ اپنی مخالفت سے بازائیں، لیکن انھوں نے سب کی باتیں پوری طاقت سے ٹھکرا دیں، باربار کے اصرار اور دبائو پر انھوں نے کہا:

نہیں خدا کی قسم، میں ہرگز اس بات پر تیار نہیں ہوں کہ اج تمھاری بات مان کر کل قیامت کے دن عدل خدا وندی کی بارگاہ میں اوندھے منھ گر کر پریشان حالی سے کہوں۔

بار الہا، میرا کوئي بس نہیں تھا، میرا کوئي اختیار نہیں تھا۔

میں نے بزرگوں اور رئیسوں کا حکم سنا اور فرماں برداری کی، انھوں نے ہی ہمیں بد بختی اور گمراہی میں جھونکا۔

طبری ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں؛

ایک دن عثمان کچھ لوگوں کے سامنے سے گذرے، اور لوگوں کو سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا، جبلہ نے ان لوگوں سے کہا، ایسے شخص کا جواب کیوں دیتے ہو جس نے ایسا اور ایسا کیا، پھر عثمان کی طرف رخ کر کے کہا:

خدا کی قسم، میں اسی لوہے کی زنجیر کو تمھاری گردن میں ڈال دوں گا، ورنہ اپنے طرفداروں کو اپنے پاس سے دھتکارو۔

عثمان نے پوچھا، کن طرفداروں کے بارے میں کہہ رہے ہو؟ خدا کی قسم میں نے کسی کو اپنے سے قریب نہیں کیا ہے نہ کسی کو خاص اہمیت دی ہے۔

تم ایسا دعوی کررہے ہو ،جبکہ تم نے مروان ، معاویہ ،عبداللہ بن عامر بن کریز ، عبداللہ بن سعد جیسوں کو اپنا مقرب بنا لیا ہے ، جن کے بارے میں قران مذمت کرتا ہے ، رسول خدا ان کا خون مباح قرار دے چکے ہیں _

عثمان کا خالہ زاد بھائي تھا عبداللہ بن عامر ، کیونکہ عثمان کی ماں کا نام اروی بنت کریز تھا ، عبداللہ کو عثمان نے کیسے مصر کی حکومت بخشی خود یہ داستان بڑی دلچسپ ہے _

ایک دن زیاد بن ابیہ کا مادری بھائي شبلی بن خالد عثمان کے پاس ایا ، جبکہ ان کے اردگرد بنی امیہ کے بہت سے سر کردہ افراد بیٹھے ہوئے تھے ، اس نے اتے ہی کہا :

کیا تمھارے درمیان ایسا غریب نہیں ہے جسکے دل میں مالداری کی تمنا ہو ؟

کیا تمھارے درمیان ایسا گمنام شخص نہیں ہے جس کے دل میں شہرت کی ارزو کروٹیں لیتی ہو ؟

کیا تمھارے درمیان کیا تمھارے درمیان کیا تمھارے درمیان جبکہ عراق کا قبالہ اسطرح ابو موسی اشعری کے نام لکھ دیا گیا ہے جبکہ وہ نہ تو قریش سے ہے نہ قبیلہ مضر سے ہے بلکہ وہ یمن کے قبیلے کا ہے[۲۵] عثمان پر شبلی کی ان باتوں کا بڑا اثر ہوا ، جھٹ سے اپنے سولہ سالہ خالہ زاد بھائي عبداللہ بن عامر کو بصرے کی حکومت بخش دی اور ابو موسی اشعری کو برطرف کردیا[۲۶]

طبری نے حاطب کا بیان نقل کیا ہے[۲۷]

میں خود اس دن مسجد میں موجود تھا ، عثمان وہی عصائے رسول لئے ہوئے تھے جسے ابوبکر و عمر تقریر کے وقت لئے رہتے تھے ، وہ عصا کے سہارے تقریر کررہے تھے ، اتنے میں جھجاہ نے بلند اواز سے چلاّ کر کہا ، او نعثل ، اس منبر سے اترـ ابو حبیبہ کا بیان ہے کہ جھجاہ غفاری کھڑے ہو کر چلاّئے اے عثمان ، میں نے اونٹ ، عبا اور زنجیر تمھارے واسطے مہیا کر رکھی ہے ، تم منبر سے اترو تو عبا سے تمھاری گردن باندھ دوں ، تمھیں زنجیر ڈال کر اونٹ پر سوار کردوں اور کوہ اتش فشاں (جبل الدخان)میں پہونچا دوں _

۲۵_ جاننا چاہیئے شبلی قبیلہ مضر کا تھا اسکو یہ بات سخت ناگوار تھی کہ بصرہ کی گورنری ایک یمنی شخص کو دیدی گئی ہے

۲۶_ استیعاب و اسد الغابہ و اصابہ دیکھئے

۲۷_ تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۱۴ ، ابن اثیر ج ۳ ص ۷۰ ، ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۶۵ ، ابن کثیر ج ۷ ص ۱۵۷ ، اصابہ ج ۱ ص ۲۵۳ وغیرہ

عثمان نے جھجاہ کا جواب دیا

خدا تیرا ناس مارے، اور وہ بھی تباہ کرے جسے تو نے مہیا کیا ہے۔

راوی کا بیان ہے:

جھجاہ نے یہ بات اکیلے اور تنہائی میں نہیں کہی، بلکہ تمام لوگوں کی موجودگی میں ان کے سامنے کہی اس موقع پر تمام بنی امیہ کے طرفداروں اور عزیزوں نے عثمان کو اپنے حلقے میں لیکر انھیں گھر تک پہونچا دیا، یہ اخری موقع تھا جب میں نے عثمان کو دیکھا، کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد عثمان ایک یا دوبار سے زیادہ گھر سے نہیں نکلے، کیونکہ اسکے بعد وہ بلوائیوں کے محاصرے میں اگئے اور اخر کار قتل کئے گئے۔

عثمان اور عائشہ کا امنا سامنا

جب عثمان نے لوگوں کی خواہش ٹھکرا دی اور ام المومنین نے قتل کا فتوی صادر کر دیا تو لوگوں نے انکا محاصرہ کر لیا، اس درمیان دوسرے شہروں کے لوگ بھی عثمان کے کارندوں سے تنگ تنگ تھے، جس وقت ان لوگوں کے پاس ام المومنین کے فتوی کا خط پہونچا کہ عثمان کے خلاف بغاوت کردو تو وہ بھی عائشہ کے اس حکم پر عمل کرنے کیلئے مدینہ پہونچنے لگے[۲۸] عائشہ کے چچیرے بھائی طلحہ نے بلوائیوں کی قیادت سنبھال رکھی تھی، اور ہر وقت واجبی احکام دیتے رہتے تھے[۲۹] خلیفہ کیلئے اب کوئی پناہ گاہ نہیں رہ گئی تھی، خاص طور سے عائشہ کے فتوی کے بعد چھٹکارے کی تمام راہیں بند ہو گئی تھیں۔

جب عثمان نے حالات سخت دیکھے تو مروان اور عبد الرحمن بن عتاب اموی کو حکم دیا کہ عائشہ سے ملاقات کریں جو امادۂ سفر حج ہیں، تاکہ صلح و صفائی کی راہ نکلے، یہ دونوں عائشہ کی خدمت میں پہونچے اور اس طرح عرض کیا۔

اگر اپ اپنا سفر روک دیں اور مدینے ہی میں رہیں تو امید بندھتی ہے کہ اپ کے وجود کی برکت سے اس شخص (عثمان) کی زندگی بچ جائے۔

۲۸_ بلاذری ۵_ ۱۸

۲۹_ عبد الرحمن بن عتاب اموی نے عائشہ کی طرف سے جنگ جمل میں شرکت کی، کہتے ہیں کہ اس جنگ میں ان کا ہاتھ کٹ گیا اور ایک گدھ اٹھا لے گیا، یمامہ میں لیجا کر اس ہاتھ کو ڈال دیا، وہاں کے باشندوں نے اس کی انگوٹھی سے پتہ لگایا اور اسکا ہاتھ پہچانا، نسب قریش ۱۸۷ تا ۱۹۳

اس پر مروان نے اضافہ کیا

اور خلیفہ نے زبان دی ہے کہ سفر کے اخراجات کے لئے اپ نے اگر ایک درہم فراہم کیا ہے تو دو درہم اسکے بدلے پیش کیا جائے گا_

عائشہ نے جواب دیا :

مین نے سامان سفر باندھ لیا ہے اور اپنے اوپرحج لازم کر لیا ہے ، خدا کی قسم میں تمھاری خواہش کے مطابق عمل نہین کرونگی ، عبدالرحمن اور مروان نا امید ہو کر اپنی جگہ سے اٹھے اس موقع پر مروان نے یہ شعر پڑھا_

و حرق قیس علی البلاد فلما اضطر مت احجما

(قیس نے میرے شہر میں اگ لگائی ، اور جب شعلے اسمان سے باتین کرنے لگے تو مجھے چھوڑ کر چلتا بنا)

عائشہ نے مروان سے یہ کنایہ سنکر بڑے درشت لہجے میں کہا :

اے مروان ، تو نے سمجھ رکھا ہے کہ میں تیرے اقا (عثمان) کے بارے میں کسی شک و تردید میں بتلا ہوں ؟ بخدا میری ارزو ہے کہ اسے اپنے کسی بنڈل میں ٹھونس کر ، جسکی مجھے طاقت بھی ہے ، اسے سمندر میں لیجا کر پھینک ائوں_

ام المومنین مدینے سے مکّے کی طرف نکل گیئں ، اس سال عثمان کے حکم سے عبداللہ بن عباس امیر الحاج تھے_

ابن عباس سے عائشہ کی مقام صلصل میں ملاقات ہوئی تو ام المومنین نے ان سے کہا ، ابن عباس تمھیں خدا کی قسم دیتی ہوں کہ جیسی تم تیز و طرّار زبان رکھتے ہو ، جو لوگ اس شخص (عثمان) کے خلاف جو شورش برپا کئے ہوئے ہیں اسے ٹھنڈا نہ کرو ، لوگوں کو اس خود خواہ اور سرکش کے بارے شک و تردید میں بتلا نہ کرو عوام اپنے کام میں خود ہی صاحب نظر اور اپنی راہ انھوں نے خود طئے کی ہے ، اور دوسرے شہروں سے ان باتوں کے لئے جو گروہ گروہ لوگ ائے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے ہیں ، میں نے خود طلحہ کو دیکھا ہے کہ خزانے کی چابی ان کے ہاتھ میں ہے ، اگر وہ اپنے ہاتھ میں زمام حکومت لے لیں تو بلاشبہ اپنے پچیرے بھائی ابوبکر کی روش کے مطابق چلیں گے_

ابن عباس نے عائشہ کا جواب دیا

لیکن اماں جان، اگر اس شخص پر مصیبت نازل ہو اور قتل کر دیا جائے تو لوگ ہمارے پیشوا علی کے سوا کسی دوسرے کے اگے سر نہیں جھکائینگے ـ

عائشہ نے جھٹ سے کہا:

کافی ہے، مجھے تم سے تکرار اور تو تو میں میں کی طاقت نہیں [۳۰]

عثمان، طلحہ کے محاصرے میں

ام المومنین عائشہ کے چچیرے بھائی طلحہ جو ان کے انتہائی منظور نظر تھے دھیرے دھیرے تمام حالات پر مسلط ہو گئے، ان کے اختیارات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا، یہانتک کہ اخر میں وہ قوم کے خزانے (بیت المال) پر بھی قابض ہو گئے، اسی وجہ سے ان کا اعتبار و اختیار بڑھتا جارہا تھا ـ

ادھر عثمان کے محاصرے کا دائرہ جتنا تنگ ہوتا جارہا تھا خلیفہ کا اقتدار اور اثر گرتا جارہا تھا، دن بدن محدود تر ہوتا جارہا تھا ـ

جب عثمان نے حالات کو سخت و دشوار دیکھے اور ارکان دولت کے پیروں سے زمین کھسکتی دیکھی اپنی جان خطرے میں نظر ائي تو خانوادۂ عبدالمطلب کی فرد عبداللہ بن حارث نوفل کے ذریعے یہ شعر لکھ کر حضرت علی علیہ السلام کے پاس بھیجا ـ

فان كنت ماكولا فكن انت اكلي

والا فادركني و لما امزق (۳۱)

(اگر بات اس پر طئے پائے کہ میں کھایا جائوں تو تم ہی مجھے کھا لو، واگر ایسا نہیں تو اس سے پہلے کہ مجھے چکھا جائے میری فریاد کو پہونچو)

۳۰ـ تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۴۰، تاریخ بن اعثم ص ۱۵۶، ہم نے طبری اور بلاذری سے لیا ہے

۳۱ـ انساب الاشراف بلاذری ۵ـ ۷۸، طبری ۵ـ ۱۵۴، ابن اثیر ج ۳ ص ۶۳، کنز العمال ج ۶ ص ۳۸۹، زہرہ الادب ج ۱ ص ۷۵، وابن اعثم دیکھی جائے

حضرت علی علیہ السلام اسوقت خیبر میں تھے، مدینے میں موجود نہیں تھے، عوام طلحہ کے گرد جمع ہو کر ان سے احکامات لے رہے تھے، جب عثمان کا قاصد پہونچا اور ان کا پیغام پہونچایا تو حضرت علی مدینہ واپس ہوئے اور سیدھے عثمان کے پاس پہونچے، عثمان نے ان سے کہا:

میرا حق اپ پر کئی حیثیتوں سے ہے، اسلام، برادری، خاندان، دامادی رسول، اس وقت اپ ان تمام باتونکو نظر انداز کردیں۔

اور ہم اپنے کو جاہلی عہد مین فرض کر لیں، تو یہ خاندان عبد مناف کے لئے بڑے شرم کی بات ہے کہ حکومت و اقتدار کو قبیلہ تیم کا ایک شخص اپنے چنگل میں دبا لے۔

حضرت علی علیہ السلام نے جواب دیا:

اب تم دیکھو، یہ فرما کر سیدھے مسجد النبی میں پہونچے، وہاں اپنا ہاتھ اسامہ کے شانے پر مارا اور دونوں طلحہ کے گھر پہونچ گئے، اندر داخل ہوئے تو شور و غوغا سے کان پڑی اواز سنائی نہیں دے رہی تھی، حضرت علی نے اپنے کو طلحہ کے پاس پہونچایا اور کہا، اے طلحہ، یہ کیا ھنگامہ ارائی مچا رکھی ہے؟

طلحہ نے جواب دیا:

اے ابوالحسن اپ بہت دیر میں ائے اپ اس وقت ائے جب وقت گذر چکا ہے۔

ایک روایت کی بناء پر حضرت علی علیہ السلام نے طلحہ سے کہا:

خدا کی قسم دیتا ہوں کہ لوگوں کو عثمان سے پراکندہ کر دے۔

طلحہ نے جواب دیا:

خدا کی قسم میں ہرگز یہ کام نہیں کروں گا جب تک کہ بنی امیہ لوگوں کے سر نہ جھکا دیں

حضرت علی علیہ السلام نے طلحہ سے پھر کچھ نہ کہا: اپ باہر نکل ائے اور بیت المال کے پاس پہونچکر فرمایا، اسے کھولا جائے، چونکہ چابی نہیں تھی تو اپ نے حکم دیا کہ تالہ توڑ دیا جائے اور جو کچھ بیت المال میں ہے باہر نکالا جائے، اپ نے وہ سب بذات خود لوگوں میں تقسیم کر دیا۔

جب کہ طلحہ کے گھر میں خزانہ تقسیم ہونے کی خبر پہونچی تو جو عوام طلحہ کے پاس تھے انھوں نے اس فائدہ سے محروم رہنا بہتر نہیں سمجھا، ایک ایک کر کے طلحہ کی بزم سے چوری چھپے حضرت علی علیہ السلام کی طرف چلے ائے، یہاں تک کہ طلحہ اکیلے رہ گئے_

جب حضرت کے اس اقدام کی خبر عثمان کو ہوئي تو وہ بہت زیادہ خوش ہوئے، اسی حالت میں طلحہ منھ بسورے ہوئے عثمان کے پاس پہونچے، اور عرض کی_

اے امیر المومنین، میں نے جو کام کیا ہے خدا سے مغفرت طلب کرتا ہوں، میرے سر میں ایک خیال سما گیا تھا لیکن خدا نے نہیں چاہا، میرے اور میری ارزو کے درمیان رکاوٹ پیدا ہو گئي_

عثمان نے جواب دیا:

خدا کی قسم، تم توبہ کرنے نہیں ائے ہو بلکہ اس لئے ائے ہو کہ اب تم اپنے کو شکست خوردہ اور مغلوب پا رہے ہو_

میں تمھارے اس عمل کا انتقام خدا کے سپرد کرتا ہوں طلحہ نے عثمان پر پانی بند کیا حضرت علی علیہ السلام نے پانی پہونچایا

طبری لکھتا ہے[۳۲]، عثمان چالیس دن تک محاصرے میں رہے، اس مدت میں طلحہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے_

اور انساب الاشراف بلاذری میں ہے[۳۳]

اصحاب رسول خدا میں سے کوئي بھی عثمان کی مخالفت میں طلحہ سے اگے نہ بڑھ سکا، طلحہ وزبیر بلوائیوں کی زمام امور اپنے ہاتھ میں لئے تھے_

اور طلحہ عثمان کے گھر تک پانی لیجانے والوں کو روکتے تھے، وہ پینے والا پانی عثمان تک نہیں پہونچنے دیتے تھے_

حضرت علی علیہ السلام اپنی زمینداری میں تھے جو مدینے سے ایک میل پر تھی اپ نے طلحہ کو پیغام بھیجا کہ اس شخص کو چھوڑ دو کہ خود اپنے کنویں رومہ سے پانی حاصل کرے، اسے پیاسہ کیوں مار رہے ہو_

لیکن طلحہ نے اپ کی بات نہیں مانی اور پانی نہیں جانے دیا_

طبری لکھتا ہے[۳۴]

۳۲_ طبری ج۵ ص ۱۱۷

۳۳_ انساب الاشراف بلاذری ج۵ ص ۸۱

۳۴_ طبری ج۵ ص ۱۳

جب محاصرہ کرنے والوں نے اپنی کاروائی تیز کردی اور عثمان کے گھر تک پانی نہیں جانے دیا تو عثمان نے ایک شخص کو حضرت علی کے پاس بھیجا اور ان سے مدد طلب کی تاکہ ان کے گھر پر پانی پہونچ سکے، حضرت علی نے طلحہ سے گفتگو کی، اور جب اپ نے دیکھا کہ وہ ٹال مٹول سے کام لے رہے ہیں تو سخت غضبناک ہوئے، اپ کو غضبناک دیکھ کر طلحہ کیلئے علی کی بات مان لینے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ گیا، اخر کار پانی سے لدے ہوئے جانور عثمان کے گھر تک پہونچ سکے_

بلاذری لکھتاہے (۳۵)

عوام نے عثمان کا محاصرہ کر رکھا تھا، اور ان پر پانی بند کردیا تھا مجبور ہو کر خود ہی گھر سے باہر اکر چلّائے_

_کیا تمھارے درمیان علی ہیں ؟جواب ملا نہیں

_پوچھا، کیا سعد ہیں ؟جواب دیا گیا نہیں

عثمان کچھ دیر خاموش رہے پھر سر اٹھا کر کہا :

کوئی ہے جو علی سے کہہ دے کہ ہمیں پانی پہونچا دیں ؟

یہ خبر جب حضرت علی علیہ السلام کو ہوئی تو بھری ہوئی تین مشکیں عثمان کے گھر تک پہونچوادیں، بنی ہاشم اور بنی امیہ کے غلاموں نے پانی سے بھری مشکیں اپنے حصار میں کر لیں تاکہ باغیوں سے محفوظ رہیں، اسطرح وہ پانی عثمان کے گھر تک پہونچا، ان میں سے بعض غلام زخمی بھی ہو گئے_

۳۵_ انساب الاشراف ج ۵ ص ۶۸

قتل عثمان کیلئے طلحہ اگے بڑھے

اس داروگیر میں مجمع بن جاریہ انصاری طلحہ کی طرف سے گذرے

طلحہ نے ان سے پوچھا :

_اے مجمع ، عثمان کے سلسلے میں کیا کر رہے ہو ؟

مجمع نے جواب دیا ، خدا کی قسم میرا خیال ہے کہ اخر کار تم لوگ اسے قتل ہی کر دو گے

طلحہ نے طعنہ دیتے ہوئے جواب دیا :

_اور اگر وہ قتل ہو گئے تو فی المثل دنیا زیر وزبر ہو جائے گی

عبداللہ بن عباس بن ربیعہ کا بیان ہے :

(محاصرئہ عثمان کے زمانے میں)میں ایک دن ان کے گھر گیا کچھ دیر ان سے گفتگو رہی ، ہم بات کمر رہے تھے کہ عثمان نے میرا ہاتھ پکڑا اور اشارہ کیا کہ گھر کے پچھواڑے کی بات سنیں ، میں نے ایک شخص کو کہتے سنا کہ _کس

بات کا انتظار ہے ؟دوسرے نے کہا :

صبر کرو ، شاید واپس ہو جائے میں اور عثمان کان لگائے ہی ہوئے تھے کہ طلحہ کی اواز سنی ابن عدیس کہاں ہے ؟ ایک شخص نے جواب دیا _یہاں ہے .... وہ یہاں ائے .... ابن عدیس سامنے ائے تو طلحہ نے ان کے کان میں کچھ کہا :

اس وقت ابن عدیس واپس چلے گئے اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیا اب اسکے بعد مت اجازت دو کہ کوئي بھی عثمان کے پاس امد ورفت کرے ، اس وقت عثمان نے کہا :

خداوندا ، تو ہی طلحہ کی شرارتیں مجھ سے ٹال ، اس نے لوگوں کو میرے خلاف بھڑکا دیا ہے ، اور انھیں بغاوت پر امادہ کیا ہے .... بخدا مجھے امید ہے کہ وہ اس معرکے میں کوئي بھلائي نہیں پائے گا _ اس کا خون بھی بہایا جائے گا اس نے میرا پردئہ احترام تباہ کیا ، جبکہ اسے اسکا حق نہیں تھا _

عبداللہ کا بیان ہے :

جب میں نے خلیفہ کے گھر سے نکلنا چاہا تو فرزند عدیس کے حکم کے بموجب لوگوں نے باہر نکلنے سے روکا ، اتنے میں محمد بن ابی بکر وہاں سے گذرے اور کہا :

ان سے مت بولو ، اس وقت مجھے لوگوں نے چھوڑا _

عثمان کا خاتمہ

جب علی علیہ السلام سے کہا کہ لوگ عثمان پر کمر بستہ ہیں اور انھوں نے مصمم ارادہ کر لیا ہے تو اپ نے اپنے فرزندوں حسن و حسین کو حکم دیا _

اپنی تلواریں اٹھا لو اور عثمان کے دروازے پر جاکر بیٹھ جائو کسی شخص کو بھی خلیفہ پر قابو مت پانے دینا _

فرزندان علی حکم بجالائے ، تعمیل حکم میں عثمان کے دروازے پر پہونچے ، خلیفہ کے گھر پر عجیب ھنگامہ برپا تھا ، لوگ عثمان کا کام تمام کرنے کیلئے بار بار بڑھ رہے تھے ، اس موقع پر ہاتھا پائي بھی ہوئي موافقین اور مخالفین نے ایک دوسرے کے خون سے اپنی تلواریں بھی رنگین کرڈالیں ، اسی موقع پر امام حسن کا رخسارہ بھی خون سے بھر گیا ، حضرت علی علیہ السلام

کے غلام قنبر کا سر پھٹ گیا ، بری طرح مجروح ہو گئے ـ

محمد بن ابی بکر نے یہ دیکھا تو ڈرے کہ کہیں بنی ہاشم فرزندان علی کی یہ حالت دیکھ ھنگامہ نہ کھڑا کر دیں انھوں نے دو بلوائیوں کو پکڑ کر گھسیٹ کر ان سے کہا :

اگر بنی ہاشم یہ صورتحال ، خاص طور سے امام حسن کے رخسار پر خون بہتا دیکھیں گے تو ڈر ہے کہ عوام کو اپنی تلواروں سے مار بھگائیں گے ، اور ہمارا سارا پروگرام نقش بر اب ہو جائے گا ، بہتر یہی ہے کہ لوگ دیوار پھاند کر جائیں اور چپکے سے عثمان کا کام تمام کردیں

اسوقت فرزند ابو بکر اور وہ دونوں ادمی ایک انصاری کے مکان میں گھسے جو عثمان کا پڑوسی تھا ، اسکے کوٹھے پر چڑھکر عثمان کے مکان میں کود گئے ، محمد اور ان کے ساتھیونکا اقدام عثمان کے طرفداروں سے پوشیدہ تھا ، کیونکہ محاصرے کے درمیان گھر میں صرف عثمان اور انکی زوجہ نائلہ تھیں یہ دونوں کوٹھے پر چڑھ گئے تھے

جیسے ہی محمد اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ گھر میں گھسے محمد نے ان دونوں سے کہا

میں تم سے پہلے اندر جاتا ہوں ، جب دیکھنا کہ میں نے عثمان کے دونوں باز و تھام لئے ہیں تو دونون اندر گھس انا پھر خنجر سے مار مار کر اسکا خاتمہ کر دینا ـ

یہ کہکر کمرے میں گھس گئے ، عثمان کی داڑھی مضبوطی سے تھام لی ، عثمان نے سر اٹھا کر محمد کو دیکھا تو کڑک کر بولے ـ

اگر تمھارے باپ موجود ہوتے اور میری یہ توہین دیکھتے تو تمھاری حرکت کی مذمت کرتے ـ

یہ بات سنتے ہی محمد کا ہاتھ لرزنے لگا ، وہ ڈھیلے پڑ گئے ، لیکن اسی لمحے وہ دونوں بھی اندر گھس چکے تھے ، ان دونوں نے مل کر کام تمام کردیا [۳۶]

ابن ابی الحدید لکھتا ہے: [۳۷]

جس دن عثمان قتل کئے گئے ، طلحہ اپنا منھ کپڑے سے چھپائے ہوئے تھے ، اسطرح انھوں نے اپنے کو لوگوں سے مخفی کمر رکھا تھا ، عثمان کے گھر کی طرف تیر چلاتے ، جب انھوں نے دیکھا کہ مدافعت کرنے والوں کی وجہ سے گھر میں گھسنا ممکن نہین ہے تو اپنے ساتھیونکے ساتھ ایک انصاری کے کوٹھے پر چڑھ گئے ، وہاں سے عثمان کے گھر میں

۳۶ـ انساب الاشراف بلاذری ج۵ ص ۶۹ طبری ج۵ ص ۱۱۸

۳۷ـ ابن ابی الحدیدج ۵ ص ۴۰۴

گھسے اور انھیں قتل کیا_

طبری نے [۳۸] اس مرد انصاری کا نام عمرو بن حزم لکھا ہے اسکی زبانی اسطرح واقعہ بیان کرتے ہیں_ وہ لوگ عمرو بن حزم کے گھر میں گھسے جو عثمان کے پڑوسی تھے ، اور مداخلت کرنے والوں سے تھوڑی دیر جھڑپ کی ، خدا کی قسم میں بھولتا نہیں کہ جس وقت سودان بن حمران وہاں سے باہر اکر چلّایا طلحہ کہاں ہیں ، میں نے عثمان کو قتل کر ڈالا_

بلاذری لکھتا ہے :

جب حضرت علي عليه‌السلام قتل عثمان سے اگاہ ہوئے تو اپنے کو عثمان کے گھر پر پہونچایا ، اور ان کے بیٹوں سے کہا :

تم لوگ خلیفہ کے گھر میں موجود تھے ، عثمان کیسے قتل ہو گئے ؟پھر اپ نے ایک کے منھ پر طمانچہ مارا اور دوسرے کے سینے پر گھونسہ مارا اور غصّے میں بھرے ہوئے گھر سے باہر نکل ائے_

راستے میں اتفاقا طلحہ سے ملاقات ہو گئي ،وہ پہلے کی طرح اپنی کاروائیوں میں مصروف تھے ، طلحہ نے علی کو دیکھا تو کہا :

اے ابو الحسن تمھیں کیا پڑی ہے کہ اسطرح غصّے میں بھرے ہیں ؟

حضرت علی عليه‌السلام نے جواب دیا :

تجھ پر لعنت ہے ، کیا تم صحابی رسول کو قتل کر رہے ہو ؟طلحہ نے جواب دیا :

اگر اس نے مروان کو اپنے سے دور کر دیا ہوتا تو قتل نہ ہوتا حضرت علی عليه‌السلام نے ان سے منھ پھیر لیا اور گھر چلے گئے_

دفن خلیفہ کا ماجرا

سبھی اس بات پر اڑے رہے اور تین دن تک عثمان کا جنازہ پڑا رہایہاں تک کہ حضرت علی نے ذاتی طور سے مداخلت کی تب وہ دفن ہوئے [۳۹]

طبری لکھتا ہے :

عثمان کے طرفداروں نے حضرت علی سے دفن خلیفہ کے بارے میں گفتگو کی اور ان سے مطالبہ کیا کہ خلیفہ کے خاندان والوں کو اجازت دی جائے کہ عثمان کا جنازہ دفن کریں ، حضرت علی عليه‌السلام نے اس معاملے میں اقدام کیا اور

۳۸_ طبری ج ۵ ص ۱۲۲

۳۹_ طبری ج ۵ ص ۴۳ ، ابن اثیر ج ۳ ص ۷۶ ، ابن اعثم ص ۱۵۹ ، ریاض النفرہ ج ۲ ص ۱۳۱

انھیں اجازت دی ، جب لوگوں کو اس بات کی خبر ہوئي تو اپنے دامن میں پتھر بھر کر جس راستے سے عثمان کا جنازہ جانا تھا بیٹھ گئے _

عثمان کے جنازے میں انگلیوں پر گنے جانے والے لوگ تھے ان کا ارادہ تھا کہ یہودیوں کے قبرستان حش کوکب میں عثمان کو دفن کریں ، جب تابوت ان لوگوں کے درمیان پہونچا تو لوگوں نے تابوت پر سنگباری کی ، تابوت گرانے کیلئے ہجوم کر لیا ، جب یہ بات حضرت علی کو بتائي گئي تو کچھ لوگوں کو مامور فرمایا کہ لوگوں کی جنازہ عثمان سے مزاحمت ختم کرائیں ، اور جنازے کی حفاظت کریں ان لوگوں نے حضرت علی عليه‌السلام کے حکم کے مطابق جنازے کو اپنے حلقہ میں لے لیا اور حش کوکب تک پہونچا دیا ، اس طرح عثمان کا جنازہ حش کوکب میں دفن ہو سکا _

عثمان کو مغرب کے کچھ دیر بعد تاریکی میں دفن کیا گیا ، صرف مروان اور عثمان کی پانچوں لڑکیاں اور تین غلاموں کے سوا جنکی مجموعی تعداد پانچ ہوتی ہے ، کوئي دوسرا جنازہ عثمان میں شریک نہیں تھا ، دفن کے وقت عثمان کی بیٹی نے بلند اواز سے نوحہ و زاری کی تو بلوائیوں نے سنگباری کر کے چلّانا شروع کردیا ، نعثل ، نعثل (۴۰)

جب معاویہ خلیفہ ہوئے تو حکم دیا کہ حش کوکب کی دیوار منہدم کر کے جنت البقیع کے قبرستان میں شامل کرلیا جائے ، اور یہ بھی حکم دیا کہ تمام مسلمان اپنی اموات کو قبرستان کے ارد گرد دفن کریں تاکہ اسطرح عثمان کی قبر مسلمانوں سے متصل ہو جائے _

۴۰_ طبری ج ۵ ص ۱۴۳ ، ابن اثیر ج ۳ ص ۷۶ ، ابن اعثم ص ۱۵۹ ، ریاض النفرہ ج ۲ ص ۱۳۱

فہرست

مولف کتاب پر ایک اجمالی نظر.. ۳

تالیفات.. ۵

کتاب حاضر.. ۶

پیشگفتار.. ۷

درد اور درمان مرض.. ۷

علاج.. ۸

حقائق.. ۱۰

ابن مسعود کا طریقہ نصیحت.. ۱۰

ہم حق اور اس کے طرفداروں کو پہچانیں.. ۱۱

تکیہ گاہ اسلام.. ۱۲

محمد مصطفی اور نفاذ عدالت ۱۴

محمد مصطفی کے قریب و بعید ساتھي.. ۱۵

حفنی دائود کی نظر میں مولف کتاب ۱۷

قتل علی اور شکر عائشہ،،.. ۱۸

حضرت علی علیہ السلام خدا کو حاضر و ناظر جانتے تھے.. ۱۹

علی اور مسند خلافت... ۲۱

"عائشہ کا تاریخی فتوی"... ۲۲

ام سلمہ کا تاریخی خط عائشہ کے نام... ۲۳

اس کتاب کے مولف کا مقصد.. ۲۵

کتاب کا مقصد تالیف ۲۷
اسلام یا ایمان و عقیدہ ۲۹
عمیق اسلامی یکجہتي، ۳۰
بزرگوں کی پرستش ۳۱
اندھا تعصب ۳۲
عوام فریب لوگ ۳۲
(فصل اول) ۳۴
ازواج رسول (ص) ۳۴
زینب بنت جحش ۳۴
وہ خواتین جنھوں نے بے مہر اپنے کو رسول ﷺ خدا کیلئے پیش کیا ۳۷
خولہ بنت حکیم ہلالیہ ۳۸
دوسری خواتین ۳۸
رسول کے لئے حکم خصوصي ۳۹
نتیجہ تحقیق ۴۰
عائشہ رسول ﷺ کے گھر میں ۴۳
رشک، و غیرت ۴۳
راتوں کا تعاقب ۴۴
عائشہ اور دیگر ازواج رسول (ص) ۴۶
مدبھیڑ_ سوتاپا ۴۶
بد حواسیاں ۴۷

عائشہ اور ام سلمہ کی غذا ۴۷
عائشہ اور حفصہ کا کھانا ۴۷
عائشہ اور صفیہ کا کھانا ۴۸
مد بھیڑیں ۴۸
عائشہ و صفیہ ۴۸
سودہ کے ساتھ ۴۹
بے مہریہ عورتوں کے ساتھ ۵۰
ملیکہ کے ساتھ ۵۱
اسماء کے ساتھ ۵۲
ماریہ کے ساتھ ۵۳
خود عائشہ کا بیان : ۵۵
سورہ تحریم ۵۶
عائشہ اور خدیجہ کی یادیں ۵۸
ابن ابی الحدید کی عبارت ۶۰
فاطمہ کی سوتیلی ماں ۶۱
فاطمہ علیہا السلام پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاري ۶۱
عناد کے کئي رخ ۶۳
فرزندان فاطمہ سے رسول کا والہانہ پیار : ۶۴
علی اور مسئلہ خلافت ۶۵
خلاصہ ۷۰

فصل دوم ۷۱
شیخین ۷۱
سکھ چین کا زمانہ ۷۲
صدر اسلام کی اکیلی خاتون مفتي ۷۲
عائشہ حج کے لئے گئیں ۷۳
احادیث عائشہ تقویت خلافت کے بارے میں ۷۷
حدیث گڑھنے کے مواقع ۷۷
ان احادیث کی پیدائشی کا زمانہ ۷۹
عمر کے لئے جناتوں کا نوحہ ۸۲
احترامات متقابل ۸۸
عائشہ کا گھر دار الشوري ۸۹
مقداد ۸۹
عمرو عاص ۹۰
مغیرہ بن شعبہ ۹۱
سعد بن ابی وقاص ۹۱
فصل سوم ۹۳
عائشہ... حکومت عثمان کے زمانے میں ۹۳
عثمان کون تھے ؟ ۹۳
عائشہ اور عثمان ۹۵
تائید و حمایت کا زمانہ ۹۵

برہمی و بغاوت کا زمانہ.................................... ۹۷
ولیدبن عقبہ اور کوفے کی گورنري.................................... ۹۹
قرآن نے ولید کا تعارف کرایا.................................... ۱۰۳
بدکردار کو حکمراں کا عہدہ.................................... ۱۰۴
خلیفہ کے چچا حکم.................................... ۱۰۵
ابن مسعود پر کیا بیتي.................................... ۱۰۸
اگ سے کھلواڑ.................................... ۱۱۳
انقلاب کی پہلی چنگاري.................................... ۱۱۷
کوفے میں عثمان کی بازپرس.................................... ۱۱۸
مسلمانوں کا حکمراں اورشرابخواري.................................... ۱۱۹
قصہ گواہوں کا.................................... ۱۲۱
عثمان کے حضور.................................... ۱۲۱
گواہوں پر خلیفہ کا عتاب.................................... ۱۲۳
عائشہ عثمان کے خلاف.................................... ۱۲۴
ولید کی حکومت سے معزولي.................................... ۱۲۶
اور مسجد کوفہ کے منبر کی تطہیر.................................... ۱۲۶
نفاذعدالت بدست علي علیہ السلام.................................... ۱۲۸
عثمان کے خلاف عائشہ کی اشتعال انگیزیاں.................................... ۱۳۲
عماریاسر.................................... ۱۳۴
پہلے عمار کو پہچانئے پھر اصل قصہ سنئے.................................... ۱۳۴

اولین مسجد کی تعمیر اور عمار یاسر ۱۳۶
عثمان اور عمار ۱۳۸
بیت المال نجی ملکیت ۱۴۰
عمار کی مدد میں عائشہ ۱۴۲
ابن مسعود اور مقداد کی تدفین ۱۴۲
فصل چھارم ۱۴۵
عائشہ نے انقلاب کی قیادت کي ۱۴۵
تین چہرے ۱۴۶
۱_ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح ۱۴۶
۲_ محمد بن ابی بکر ۱۴۸
۳_ محمد بن ابی حذیفہ ۱۴۸
مصریوں کی شورش ۱۵۰
اتش فتنہ بجھانے کیلئے امام کی مساعي ۱۵۲
عثمان کے خلاف مدینے والوں کی شورش ۱۵۴
مروان حکم ۱۵۸
داد خواہوں نے مدینے کا رخ کیا ۱۶۱
مصر والوں کے خط کا متن یہ تھا ۱۶۳
عثمان نے باغیوں سے عہد وپیمان کیا ۱۶۴
فرزند ابو بکر اور مصر کی گورنري ۱۶۷
حضرت علی خلیفہ عثمان کی حمایت سے کنارہ کش ہوئے ۱۶۸

عثمان کی سیاسی توبہ ۱۶۸
مروان کی وعدہ خلافي ۱۶۹
عثمان کی دور اندیش زوجہ ۱۷۲
محاصرۂ عثمان ۱۷۶
حیرتناک خط !! ۱۸۳
عائشہ کا تاریخی فتوي ۱۹۲
عائشہ کے تاریخ فتوی کا تجزیہ ۱۹۵
عثمان کو نعثل پکارنے والے لوگ ۱۹۶
عثمان اور عائشہ کا امنا سامنا ۱۹۹
عثمان ، طلحہ کے محاصرے میں ۲۰۱
قتل عثمان کیلئے طلحہ اگے بڑھے ۲۰۵
عثمان کا خاتمہ ۲۰۶
دفن خلیفہ کا ماجرا ۲۰۸